پیام تعلیم

بڑی عمر کے کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے خاص ایڈیشن۔



تعلیم بالغان کے لئے چند اچھی کتابیں

اُردو کا قاعدہ :۔ مرتبہ جناب ڈاکٹر سعید الظفر صاحب
سابق پرنسپل میڈیکل کالج لکھنؤ و سابق وزیر تعلیم بھوپال۔

کسی لفظ کے بولنے میں جن حرفوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اُن سے شکل بنانا، ملانا اور اُن کی مدد سے لکھنا پڑھنا بالغوں کو سکھایا گیا ہے۔ اسی اصول پر حساب بھی بتایا گیا ہے۔ اس قاعدے کے تین حصے ہیں انھیں پڑھنے کے بعد ہر شخص آسان جملے لکھ اور پڑھ لیتا ہے۔ اس کے پڑھانے کے لئے الگ ایک کتاب "مدرس کا قاعدہ نما" لکھی ہے۔ اسے ماہرین تعلیم نے بہت پسند کیا ہے۔ چنانچہ جامعہ میں بڑوں کو پڑھانے کے لئے یہی قاعدہ منتخب کیا گیا ہے۔

حصہ اول	۔/	مدرس کا قاعدہ نما	۔/۲
حصہ دوم	۔/ا	اردو سکھانے کا	۔/۳
حصہ سوم	۔/ا	آسان طریقہ	

مکتبہ جامعہ
دہلی نئی دہلی۔ لاہور۔ لکھنؤ

پیام تعلیم

دہلی

پیام تعلیم :- یوپی۔ سی پی۔ برار۔ میسور اور حیدر آباد کے محکمہ ہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کر لیا گیا ہے

ایڈیٹر:- محمد حسین حسان، ندوی !

قیمت سالانہ عہ فی پرچہ ۲ر

جلد ۱	جنوری سنہ ۳۹ء	نمبر ۱

فہرست مضامین

آپس کی بات چیت

رسالہ پیام تعلیم ۱۹۲۵ء میں جامعہ ملیہ کے مقاصد عام لوگوں تک پہونچانے کے لئے جاری ہوا تھا۔ اور اس میں تعلیم و تربیت کے متعلق بہت اچھے مضمون چھپتے تھے جو اُستادوں اور بچوں کے سرپرستوں کے لئے بہت مفید ہوتے تھے۔

جامعہ کو بچوں کے لئے ایک پرچہ کی ضرورت تھی۔ لہٰذا لوگوں کی درخواست پر پیام تعلیم کو لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے خاص کر دیا گیا۔

اس صورت میں پیام تعلیم کو بہت ترقی ہوئی ہندوستان کے بہت سے تعلیمی محکموں میں سرکاری طور پر منظور ہو گیا۔ اس کا سالگرہ نمبر ہر جگہ بہت پسند کیا گیا۔ ہندوستان کے بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگوں اور مشہور اخباروں اور رسالوں نے اس کی بہت تعریف کی۔ اور بچوں میں تو یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہو گیا۔ کیونکہ بچے جو کچھ چاہتے ہیں وہ سب اس میں موجود ہوتا ہے۔

اب پیام تعلیم کے کارکنوں نے یہ طے کیا ہے کہ اس کا ایک خاص ایڈیشن اس قسم کا چھاپا جائے جو کسانوں، مزدوروں اور کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے مفید ثابت ہو۔ چنانچہ یہ پہلا پرچہ اسی مقصد کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

اس خاص ایڈیشن میں نہایت قابل اور تجربے کار لوگوں کے مضامین شائع کئے جا رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کم پڑھے لکھے لوگوں کی رہنمائی کرے گا۔ اور ان کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔

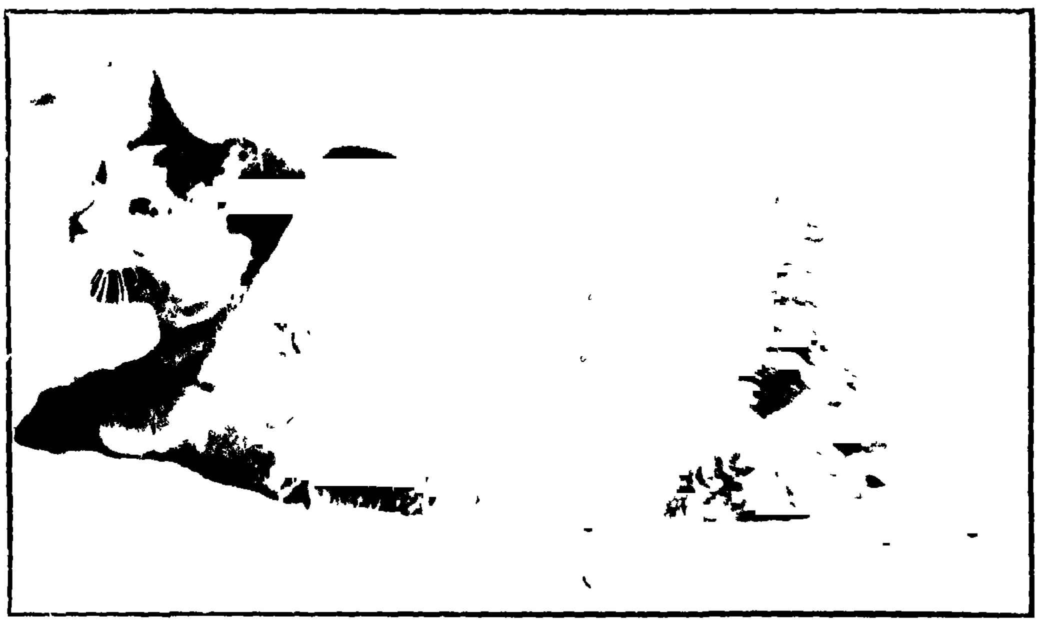
لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے پیام تعلیم بدستور جاری رہے گا۔ لیکن پیام تعلیم کا یہ خاص ایڈیشن صرف بڑی عمر کے کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے شائع ہوا کرے گا۔

(ایڈیٹر)





[illegible]



دنیا کی [illegible]

ہندو مسلماں

(۱)

ہندو مسلماں
ہیں بھائی بھائی
تفریق کیسی ۔ کیسی لڑائی
ہندو ہو، کوئی
یا ہو مسلماں،
عزت کے قابل
ہے بس وہ انساں
نیکی ہو جس کا
کارِ نمایاں
اوروں کی مشکل
ہو جس سے آساں
جس کا عمل ہو
اور جس کا ایماں
ہر اک سے نیکی۔ سب سے بھلائی
ہندو مسلماں
ہیں بھائی بھائی

(۲)

ہندو مسلماں
دونوں برابر
دونوں کی خالق، وہ ذات برتر
دونوں اسی کی
کرتے ہیں پوجا
ایک ہی در پر
کرتے ہیں سجدا
مسجد اسی کی،
مندر اسی کا،
دونوں جگہ وہ
ہے جلوہ فرما
ہندو نے ایشور
اس کو پکارا،
بولا مسلماں۔ اللہ اکبر
ہندو مسلماں
ہیں بھائی بھائی

(۳)

ہندو مسلماں
قومیں پرانی
دونوں کی دونوں۔ ہندوستانی
دونوں کا مسکن
ہندوستاں ہے
وہ بلبلیں ہیں
یہ گلستاں ہے
اک سرزمیں ہے
اک آسماں ہے
دونوں کا یکجا
سود و زیاں ہے
نا اتفاقی،
آزارِ جاں ہے
مل جل کے رہنا، ہے کامرانی
ہندو مسلماں
قومیں پرانی

ہمارا دیس

(۱)

(از جناب محمود علی خاں صاحب)

ہندوستان، ہمارا دیس، دل سے پیارا دیس ہے، اسی میں ہم پیدا ہوئے اسی میں پلے، بڑھے، اسی کے کھیتوں کا اناج کھاتے ہیں، اسی کی ندیوں کا پانی پیتے ہیں، اسی کی ہوا میں سانس لیتے ہیں یہ ہمارا دیس ہے، ہم اس کے داس ہیں۔

ہندوستان، ہمارا دیس بہت بڑا دیس ہے۔ اس کا ہمالیہ پربت سب پربتوں سے بڑا ہے۔ اس کی ندیوں کا پانی میٹھا اور صاف ہے، اتر میں گنگا جمنا سندھ۔ اور برہم پتر بڑی بڑی ندیاں ہیں۔ دکن میں نربدا اور کرشنا ہیں۔ ایسی بڑی بڑی ندیاں کسی دیس میں نہیں۔ یہاں جاڑا بھی خوب پڑتا ہے، گرمی بھی خوب پڑتی ہے، دھوپ بھی کڑی ہوتی ہے، اور پانی بھی موسلا دھار برستا ہے۔ ہمالیہ پر برف جما رہتا ہے۔ راجپوتانہ میں افریقہ کے ریتیلے میدانوں کا مزا آتا ہے کشمیر میں بارہ ماس ٹھنڈ پڑتی ہے۔ میدانوں میں نہ بہت گرمی، نہ بہت سردی۔ سمندر کے کنارے ہمیشہ ایک سا موسم رہتا ہے۔

ہندوستان ہمارا دیس بہت پرانا دیس ہے۔ یہاں بہت سے مذہب، بہت سی قومیں، اور بہت سی زبانیں ہیں۔ دنیا کے چار بڑے بڑے مذہب ہیں۔ یعنی عیسائی مذہب، اسلام، ہندو دھرم اور بُدھ مت۔ ان میں سے دو ہمارے دیس ہندوستان سے نکلے۔ بُدھ مت تو برما، سیام اور چین جاپان تک پھیل گیا۔ ان دو بڑے مذہبوں کے سوا سکھ اور جین مذہب بھی یہیں سے نکلے۔ سری کرشن جی، رام چندر جی اور گوتم بدھ جیسے مہاتما اشوک اور اکبر جیسے بادشاہ، سرسید، مہاتما گاندھی اور ٹیگور جیسے بڑے بڑے لوگ یہیں پیدا ہوئے۔

ہندوستان، ہمارا دیس بڑا سُندر دیس ہے دھانوں کے ہرے بھرے کھیت، گنے کی اکھاڑیاں آموں کے باغ کیسے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ کھُلے

میدان، گھنے جنگل، اونچی نیچی پہاڑیاں دیکھ کر کتنا دل خوش ہوتا ہے۔ کشمیر ہمارے ہی دیس کے اُتر میں تو ہے۔ ایسی بہار کی جگہ ہے کہ سب لوگ اسے دنیا میں جنت کہتے ہیں۔

ہندوستان ہمارا دیس بڑا پیارا دیس ہے۔ یہ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی سب کا دیس ہے۔ سب اس سے پریم کرتے ہیں۔ ہمارے دیس میں ۳۵ کروڑ آدمی بستے ہیں، اُن کے ۷۰ کروڑ ہاتھ اس کی رکھشا کو تیار ہیں۔ ۳۵ کروڑ سپوتوں کا دیس کب غلام رہ سکتا ہے۔ ان کے ۷۰ کروڑ ہاتھ تو اسے آزاد کر کے مانیں گے۔

ہندوستان ہمارا دیس + ہندوستان پیارا دیس

دیکھو ہمارا دیس کتنا بڑا ہے
روس کے سوا یورپ کے سارے ملک اس میں سما سکتے ہیں



گاؤں کی صفائی

(از جناب منور علی خاں صاحب)

جب سے میں چولا گاؤں میں آیا ہوں، خوب موٹا ہو گیا ہوں۔ چمرٹولے میں تو ہر دم مجھے روگ لگا رہتا تھا۔ کبھی بخار آ گیا، کبھی دست آنے لگے، کبھی کھانسی زکام ہو گیا، رنگ پیلا پڑ گیا تھا، نہ بھوک لگتی تھی، نہ کام کرنے کو جی چاہتا تھا دن رات لیٹا رہتا تھا۔ یہاں جب سے آیا ہوں نہ بخار ہے، نہ دست آتے ہیں، نہ کھانسی زکام ہوتا ہے۔ خوب کھاتا ہوں اور خوب محنت کرتا ہوں اس لئے میری تندرستی اچھی ہو گئی ہے، اور بدن میں طاقت آ گئی ہے۔

بات یہ ہے کہ چمرٹولہ بڑا گندہ گاؤں تھا، وہاں کا پانی اور ہوا بہت خراب تھی۔ گاؤں کے کنارے ایک تالاب تھا، اسی میں سب نہاتے تھے۔ کپڑے دھوتے تھے، گاؤں والوں کی بھینسیں بھی اسی میں پڑی رہتی تھیں۔ اسی تالاب کا گندہ پانی سب پیتے تھے۔ گلیاں بڑی تنگ تنگ تھیں، بچے ان گلیوں میں پاخانہ پھرتے تھے، عورتیں ان میں کوڑا ڈالتی تھیں، گھروں کا گندہ پانی، پاخانہ اور پیشاب بہہ کر گلیوں میں جمع ہوتا رہتا تھا۔ جب پانی سڑ جاتا تھا تو اس میں بو آنے لگتی تھی، گاؤں والوں کے گھر بھی بہت نیچے نیچے تھے۔ ان میں بالکل اندھیرا رہتا تھا۔ اور ہوا جانے کا تو رستہ ہی نہ رکھتے تھے۔ گھر کے اندر جا کر دیکھو تو ہر چیز گڑبڑ پڑی ہے۔ اسی چھپّر میں سب سوتے تھے کھانا پکاتے تھے اور اسی میں گائے بھینس باندھتے تھے، جانوروں کا گوبر اور پیشاب بھی کئی کئی دن وہاں پڑا رہتا تھا۔ سب لوگ میلے کچیلے رہتے تھے، آٹھ آٹھ دن تک اپنے کپڑے بھی نہ دھوتے تھے، کھانے پینے کی چیزیں اِدھر اُدھر کھلی پڑی رہتی تھیں، اور ان پر مکھیاں بیٹھا کرتی تھیں۔

لیکن چولا گاؤں بہت اچھا ہے۔ یہاں تالاب کا پانی کوئی نہیں پیتا۔ بیچ گاؤں میں ایک چوپال پر خوب کھلی ہوئی جگہ ہے۔ سب اس میں اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ اسی چوپال میں ایک کنواں ہے، کنوئے کی من بہت اونچی ہے، اور اس پر ہر وقت لکڑی کا ڈھکنا ڈھکا رہتا ہے۔ سب گاؤں والے اسی کا پانی پیتے ہیں۔ گلیاں لمبی چوڑی ہیں اور بالکل صاف ستھری رہتی ہیں۔ گندے پانی کے لئے کنارے کنارے نالیاں کھودی ہیں، گھروں کی چھتیں یا چھپّر خوب اونچے ہیں۔ ہوا کے لئے دیواروں میں کھڑکیاں بنی ہیں، جن سے روشنی بھی آتی ہے، جانوروں کے باندھنے کی الگ جگہ ہے۔ کھانے پکانے اور سونے کی جگہ الگ ہے۔ ہر گھر میں روز جھاڑو دی جاتی ہے۔ اور کوڑا کرکٹ گاؤں کے باہر پھینک آتے ہیں۔ سب عورتیں تالاب پر جاکر روز کپڑے دھوتی ہیں۔ اور سب مرد، عورت اور بچے صاف ستھرے رہتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہاں کے رہنے والے تندرست ہیں۔ بیماری کبھی ان کے پاس نہیں آتی۔ وہ خوب محنت کرتے ہیں، خوب کماتے ہیں اور خوب کھاتے ہیں۔ ہر آدمی خوش خوش دکھائی دیتا ہے۔

میں تو اب ہمیشہ اسی گاؤں میں رہوں گا اور اسے صاف ستھرا رکھوں گا۔

ہمارے گاؤں کے مدرسے

چند مسائل اور اُن کا حل

(از جناب سعید انصاری صاحب ایم اے (کولمبیا) پرنسپل استادوں کا مدرسہ - جامعہ ملیہ - دہلی)

اول تو ہمارے گاؤں میں مدرسے بہت کم ہوتے ہیں، لیکن جو ہیں ان پر ایک نظر ڈالئے تو جتنے مدرسے ہیں ان سے زیادہ اُن کے مسائل نظر آتے ہیں۔

ایک سب سے بڑا مسئلہ بچوں کی ظاہری گندگی اور پھوہڑپن کا ہے۔ مدرسے خواہ نجی طور پر کسی مدرس، مولوی صاحب یا گروجی کی نگرانی میں یا ڈسٹرکٹ بورڈ کے ماتحت سرکاری مدرسے ہوں، سب ہی میں یہ سوال کم و بیش پایا جاتا ہے۔ اکثر بچے میلے کچیلے، کپڑے گندے پہنے، دھول اور غبار میں لت پت نظر آئیں گے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ غریب گھرانے کے بچے ہیں، ان کے ماں باپ انھیں اچھے اور خوش رنگ کپڑے نئے نئے ہر روز نہیں بنوا سکتے۔ لیکن صاف ستھرا رہنے کے لئے نئے اور رنگ برنگ کے کپڑوں کی ضرورت نہیں۔ اور نہ اس کے لئے والدین کو امیر اور دولت مند ہونے کی حاجت ہے صفائی تو کم سے کپڑوں میں بھی آ سکتی ہے۔ اور یہ وہ دیوی ہے جو غریب کسان کے گھر میں بھی آنے سے کبھی جھجکے گی۔ اس کے لئے صرف احتیاط اور تاکید کی شرط ہے۔ بچے ذرا اس کا خیال رکھیں اور والدین اور اُستاد تاکید کرتے رہیں۔ پھر دیکھئے یہی بچے کیسے چکنے مکنے اور صاف ستھرے نظر آتے ہیں۔ مدرسے میں اگر استاد اس کا ذرا خیال رکھیں اور جس لڑکے کو ذرا گندہ پائیں اسے ٹھوکنے یا گوش مالی کرنے کی بجائے سیدھا کنویں پر لے جائیں اور دو ڈول پانی کھنچوا کر اسے نہلا دیں تو یہ نہ صرف اس بچے کے لئے بلکہ اوروں کے لئے بھی ایک سبق ہوگا۔ اور وہ دوسرے دن سے نہا دھو کر آیا کریں گے۔

لیکن بدقسمتی تو یہ ہے کہ ہمارے مولوی صاحب یا پنڈت جی اسے اپنے فرائض ہی میں نہیں سمجھتے۔ ان

اس بات سے ہٹ گیا کہ لڑکا گندہ ہو یا صاف، انہیں تو کچھ اُلٹا سیدھا سبق پڑھا دینے سے کام ہے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ اصل تعلیم ان کی زندگیوں کی اصلاح اور ان کے جیون کی سدھار ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور آسان اصلاح اور سدھار کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ہم سب سے پہلے ان کی ظاہری حالت کو درست کر دیں؛

ان کے جسم اور بدن کی صفائی کے ساتھ ان کے کپڑے لتوں کی صفائی بھی آتی ہے اور یہیں پر امیر و غریب کا سوال آکر پڑتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ کپڑے صاف رکھنے کے لئے کچھ بہت زیادہ کپڑوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اکثر بہت سے امیروں کے بچے بھی پھوہڑ اور غلیظ دیکھے گئے ہیں۔ اور بعض غریب کسان کے لڑکے صاف ستھرے کپڑوں میں نظر آتے ہیں۔ ہمارے مدرسے اگر اس کی احتیاط رکھیں کہ لڑکے درجوں میں صاف ستھرے کپڑے پہن کر آئیں تو بہت جلد یہ عادت ان میں پیدا ہو سکتی ہے۔ انہیں خود اپنے ہاتھوں سے کپڑے دھونا سکھایا جا سکتا ہے۔ اور یہ کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔ یا ان کے کھیل کود اور گھر پر رہنے کے کپڑے الگ رکھے جا سکتے ہیں۔ اس سے نہ صرف ان کے مدرسے آنے جانے کے کپڑے صاف ستھرے رہیں گے بلکہ زیادہ چلیں گے بھی۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس کا خیال رکھنا اور اس کی اہمیت کو سمجھنا ذرا مشکل کام ہے۔ لیکن امید ہے کہ ہمارے نئے مدرسین اپنے مدرسوں میں اس کا خیال رکھیں گے۔

کپڑوں کے ساتھ جوتوں کا مسئلہ بھی آتا ہے، اوّلاً تو ہمارے بیشتر گاؤں کے بچوں کو جوتہ میسّر نہیں، لیکن یہ اتنا بُرا نہیں جتنا جوتا پاؤں میں ہو اور خراب حالت میں ہو۔ جوتا صاف ستھرا بھی رکھا جا سکتا ہے، ہر چند کہ وہ پاؤں میں پہننے کی چیز ہے۔ وہ ٹوٹ جائے یا پھٹ جائے، تو اس کی مرمّت کرائی جا سکتی ہے۔ اگر وہ ایسے چمڑے کا ہے جس پر پالش ہو سکتی ہے تو اس پر پالش بھی کرنی یا کرا لینی چاہئے۔ اس سے جوتہ کی عمر بڑھ جاتی ہے۔ اور یہ کوئی فضول خرچی نہ ہوگی۔ اگر آج دو چار پیسے دے کر ہم ایک چار

روپے کی چیز کو چند مہینے اور چلا سکیں۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ میں ایک لڑکے کی ساری زندگی کا اس کے جوتے سے پتہ چلا سکتا ہوں۔

پھر دانتوں اور سر کے بالوں کا سوال ابھی رہا جاتا ہے، جو جسم کے دوسرے حصوں اور کپڑے لتوں کی طرح اسی توجہ اور احتیاط کا مستحق ہے۔ لیکن یہ ابھی شاید ہمارے گاؤں کے مدرسوں کے لئے اتنا اہم نہیں۔

جسم اور بدن کی صفائی اور کپڑے لتوں میں احتیاط کے بعد درجہ، کتاب، بیٹھنے کی جگہ، ٹاٹ یا ڈسک، مدرسہ کی دیواریں، اور سارے گرد و نواح کی صفائی کا سوال آتا ہے اکثر لڑکے ان مدرسوں میں کاغذ کے ٹکڑے کرنے قلم کے چھلکوں یا بعض دوسری چیزوں سے اپنے تمام درجے بلکہ کُل مدرسے کو نہایت گندہ اور غلیظ حالت میں رکھتے ہیں۔ لیکن اس میں تنہا ان بے چاروں کا قصور نہیں، بلکہ دوسروں کا بھی ہے۔ اگر ان کے لئے کونوں پر جگہ جگہ ٹین کے ڈبے رکھوا دیئے جائیں۔ جہاں وہ یہ چیزیں جا کر ڈال آئیں تو شاید اتنی گندگی نہ ہو۔ پھر بھی یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اگر وہ چیزیں موجود ہوں اور وہ یہ نہ ڈالیں تو؟ یہیں پر آ کر اُستاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ وہ انھیں ٹوکے، بار بار یاد دلائے اور اس کی عادت ڈلوائے۔ جب جا کر کہیں یہ باتیں حاصل ہو سکتی ہیں، جب تک یہ باتیں ہمارے مدرسے کے بچوں کی روزمرہ زندگی میں نہ داخل ہوں گی اور وہ صرف ڈپٹی صاحب کے آنے، یا انسپکٹر صاحب کے معائنہ کے موقع پر نہ کی جائیں گی اس وقت تک یقیناً وہ ان کی زندگی کا جزو نہ بنیں گی۔

یہی حال فرش یا ٹاٹ کی گندگی کا بھی ہے، جب تک پاؤں پونچھ کر فرش پر آنے کی اجازت یا ننگے پاؤں باہر جانے کی ممانعت نہ ہوگی فرش یا ٹاٹ کبھی صاف نہیں رہ سکتے۔ اور صرف اجازت یا ممانعت سے تنہا کام نہیں چل سکتا۔ بلکہ جب تک اس کے لئے ضروری انتظام نہ ہو، وہ ایک دن مانگے کی دریوں اور فرش سے صفائی سیکھنے کے جب تک عادی ہوں گے، روزمرہ کی

زندگی میں اسے برت نہیں سکتے۔ ضرورت ہے کہ وہ معمولاً اپنی نشست گاہ کو گرد و غبار سے صاف رکھیں اور اسے روشنائی کے دھبوں سے پھوہڑ نہ ہونے دیں۔ اس کے لئے جو ضروری تدابیر ہوں وہ اختیار کی جائیں۔ مثلاً فرش کے کنارے پائدان رکھوائے جائیں، روشنائی کی دواتیں ایک جگہ سے دوسری جگہ اُٹھائی بٹھائی نہ جائیں، بلکہ اُن کے لئے ضروری ہو تو درجوں میں پنسل کا استعمال کرایا جائے۔

اسی طرح ڈسکوں اور دیواروں کی صفائی کا سوال بھی آتا ہے۔ کوئی ڈسک ایسا نظر نہیں آئے گا جس پر کچھ نشانات اور لکیریں اور بعض وقت اس پر تصویریں بنانے کی کوشش نہ کی گئی ہو۔ بعینہ یہی حال دیواروں کا بھی ہوتا ہے۔ ان پر تو بعض اوقات نہایت لمبی لمبی لکیریں کھنچی ہوتی ہیں، اور اکثر چاہئے تو پوری پوری عبارتیں بھی پڑھ لیجئے۔ آخر اس کا کیا سبب ہے؟ صرف یہی کہ بچوں کو لکیریں کھینچنے، تصویریں بنانے، اور لکھنے کی بہت کم آسانیاں اور مواقع میسر آتے ہیں اور جب انھیں کچھ نہیں ملتا تو وہ اپنی قدرتی خواہش کو روکنے یا دبانے کی بجائے اس کا اظہار ان چیزوں پر کرتے ہیں۔ ان کے لئے اگر افراط سے کھینچنے کو کاغذ اور پنسل اور لکھنے کو سلیٹ یا تختۂ سیاہ مل جائے تو یقین ہے کہ وہ ان چیزوں کا استعمال ہرگز نہ کریں گے۔ بے شک ہمارے بچے اتنے غریب ہوتے ہیں کہ وہ بہت سا کاغذ اس طرح ردّی اور ضائع نہیں کر سکتے ہیں لیکن کیا ہمارے مدرسے اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ ان کے لئے بڑے بڑے تختۂ سیاہ بنوا دیں، جن پر یہ بچے اپنے دل کی اُمنگوں کو پورا کیا کریں ✦

انجمنِ امداد باہمی

ایک بڑی طاقت ہے

(از جناب محمد عاقل صاحب۔ ایم۔ اے۔ پروفیسر جامعہ ملیہ۔ دہلی)

پروفیسر محمد عاقل صاحب کا یہ مضمون اس اُمید کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ لوگ اسے پڑھ کر امداد باہمی کی غایت کو سمجھیں گے اور اپنی بہبودی کی خاطر ایسی انجمنوں سے زیادہ سے زیادہ کام لے سکیں گے ہمیں اُمید ہے کہ آیندہ بھی ہم اس قسم کے مضامین آپ کی خدمت میں پیش کرسکیں گے۔

(اڈیٹر)

ہمارے دیس کی سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ ہم مل جل کر کام کرنا نہیں جانتے۔ اگر ہم لوگوں میں آپس میں میل ہوتا تو بہت سی مشکلیں جن کا آج ہمیں سامنا کرنا پڑتا ہے، باقی نہ رہتیں۔ یہ ایک پرانی کہاوت ہے کہ ایک اور ایک دو نہیں، بلکہ گیارہ ہوتے ہیں۔ جن دیسوں نے اور جن لوگوں نے اس کہاوت کی سچائی کو سمجھ لیا ہے، وہ بڑے فائدے میں ہیں، اگر ہمارے دیس کے لوگ بھی چاہتے ہیں کہ ترقی کریں تو انھیں بھی مل جل کر کام کرنا پڑے گا۔

مل جل کر کام کرنے کے طریقے تو بہت سے ہو سکتے ہیں، لیکن امداد باہمی کی سبھاؤں کا جو طریقہ ہے وہ سب سے اچھا ہے۔ امداد باہمی کا مطلب ہے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ دُکھ سُکھ میں شریک ہونا، کام میں ہاتھ بٹانا، مل جل کر کام کرنا۔ جو سبھائیں اس کام کے لئے بنائی جائیں، انھیں امداد باہمی کی سبھائیں کہتے ہیں۔ امداد باہمی کی سبھائیں کئی طرح کی بنائی جاسکتی ہیں، کچھ سبھائیں تو ایسی ہوتی ہیں جو کسانوں اور مزدوروں کو ساہوکاروں کے پنجے سے چھڑاتی ہیں۔ کچھ ایسی ہیں جو انھیں اچھی جُتائی اور بُوائی کے ڈھنگ سکھلاتی ہیں۔ کچھ سبھائیں ایسی ہوتی جن سے رہنے سہنے کے طریقے اچھے ہو جاتے ہیں۔ میں ان تینوں قسم کی سبھاؤں کا تھوڑا تھوڑا حال بیان کروں گا۔

سب سے پہلے ان سبھاؤں کو لیجئے، جو کسانوں اور مزدوروں کو کم بیاج پر روپیہ دلاتی ہیں، اور انھیں ساہوکاروں کے پنجے سے چھڑاتی ہیں۔

یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر ایک آدمی کی ضمانت کوئی دوسرا آدمی کرے تو اس کی ساکھ بڑھ جاتی ہے۔ پھر اگر ایسا ہو کہ ایک آدمی کی ضمانت صرف ایک آدمی نہ کرے، بلکہ پندرہ بیس آدمی ضامن بن جائیں اور ادھورے ضامن نہ ہوں بلکہ اس کی پوری پوری ضمانت کریں تو اس آدمی کی ساکھ اور بھی بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔

کسان اور مزدور کو جو روپیہ کم بیاج پر نہیں ملتا اس کا بڑا سبب یہی ہوتا ہے کہ کسان اور مزدور کی ساکھ اور اعتبار بہت کم ہوتا ہے۔ گاؤں کا ساہوکار تو ان پر اعتبار کر لیتا ہے، لیکن باہر کے اور لوگ جن کے پاس روپیہ ہوتا ہے، اور جو اسے کم بیاج پر دینا بھی چاہتے ہیں، انھیں کسان پر اعتبار نہیں ہوتا۔ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر ہم کسان کو روپیہ دیں گے تو ہمارا روپیہ مارا جائے گا۔ ان کے اطمینان کے لئے کسان اور مزدور اپنی ایک سبھا بنا لیتے ہیں، اس کی رجسٹری کرا لیتے ہیں، روپیہ سبھا کے نام سے لیا جاتا ہے، اور پھر سبھا کی طرف سے سبھا کے ممبروں کو اُدھار دیا جاتا ہے۔

سبھا کے سب ممبر سبھا کے سب قرضوں کے ضامن ہوتے ہیں، اگر سبھا اپنے قرضہ کو ادا نہ کر سکے تو سبھا کے ہر ممبر سے الگ الگ اور سب ممبروں سے اکٹھے طور پر پورا روپیہ وصول کیا جا سکتا ہے۔ اس سے قرض دینے والے کو اپنے روپے کی طرف سے پورا اطمینان ہو جاتا ہے۔ اور وہ کم بیاج پر سبھا کو روپیہ قرض دے دیتا ہے۔

دوسری طرف سبھا اس بات کا پورا خیال رکھتی ہے کہ صرف انھیں لوگوں کو ممبر بنائے جو سچے اور بات کے دھنی ہیں، اور صرف ایسے کاموں کے لئے روپیہ اُدھار دیتی ہے، جن سے نفع کی امید ہوتی ہو، فضول خرچی کے لئے روپیہ نہیں دیتی۔ پھر سبھا جس بیاج پر خود روپیہ ادھار لیتی ہے اس کی شرح کم ہوتی ہے اور جس بیاج پر اپنے ممبروں کو روپیہ دیتی ہے اس کی شرح زیادہ ہوتی ہے۔ اس سے جو نفع ہوتا ہے اسے سبھا جمع کرتی رہتی ہے، اس کے علاوہ اپنے

سب ممبروں کو اس بات کے لئے بھی ابھارتی رہتی ہے کہ وہ روپیہ بچاکر سبھا کے پاس جمع کرائیں اس طرح سبھا کے پاس روپیہ جمع ہوتا رہتا ہے اور جب سبھا کے پاس خود اتنا روپیہ جمع ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے ممبروں کی ضرورت پوری کرسکے تو پھر اس کو باہر سے قرض لینا نہیں پڑتا۔ بلکہ اپنے روپے سے ہی غیروں کی ضرورتوں کو پورا کرنا شروع کردیتی ہے۔

اس کے بعد سبھا کو بیاج سے جو نفع حاصل ہوتا ہے اس کے ایک حصہ کو سب کے فائدوں کے کام پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔ اور باقی حصہ کو اگر سب ممبر اپنی سبھا کی پنچایت میں اس بات کا فیصلہ کریں تو ممبروں کو ادا کیا جاسکتا ہے۔

اس انتظام سے آپ نے دیکھا کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو پہلے دوسروں سے بڑے بڑے بیاج پر روپیہ ادھار لیتے تھے، بعد میں اپنی ضرورتیں اپنے ہی روپے سے پوری کرنے لگتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اپنے روپے کو اپنے دوسرے بھائیوں اور دوسری سبھاؤں کو ادھار دینا شروع کردیتے ہیں۔ اور اس سے جو نفع حاصل ہوتا ہے، اس سے یا تو سب کے فائدوں کے کام شروع کرتے یا اپنی ذاتی حالت کے سدھارنے میں روپیہ لگاتے رہتے ہیں۔

اس کے سوا امداد باہمی کی جو اور سبھائیں ہیں ان کا حال میں اگلے پرچہ میں بیان کروں گا ●

اکبر بادشاہ اور ایک کسان کی کہانی

(از جناب محمد شبیر صاحب بی۔ ٹی۔ لائل پور)

اکبر بادشاہ کو سیر و شکار کا بہت شوق تھا ایک مرتبہ بادشاہ سلامت اپنے وزیروں کے ساتھ شکار کو گئے۔ آگرہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک خوب صورت ہرن دکھائی دیا۔ بادشاہ نے ساتھیوں کو پیچھے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور خود ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا۔ آگرہ سے کوئی بیس کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں کے قریب پہونچ کر وہ ہرن کو شکار کرنے میں کامیاب ہو گئے لیکن اس دوڑ دھوپ کا نتیجہ یہ نکلا کہ مارے پیاس کے برا حال ہو گیا جولائی کا مہینہ اور دوپہر کا وقت۔ سورج سر پر اور ساتھ کوئی نہیں۔ ایسے مقام پر جہاں کوئی جاننے والا نہ تھا، پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر گھومنا شروع کیا تھوڑے سے فاصلے پر ایک کسان ہل چلاتا دکھائی دیا۔ امید ہوئی کہ ممکن ہے کہ پانی اس سے مل جائے چنانچہ اس کے قریب پہونچے اور اس سے پانی مانگا کسان بے چارہ سیدھا سادہ آدمی تھا، وہ کیا جانے کہ یہ کون آدمی ہے۔ نہایت سادگی سے کہا، سامنے پیڑ کے تلے بیٹھ جاؤ۔ میں ابھی پانی لے کر آتا ہوں۔ بادشاہ سلامت ابھی جا کر بیٹھے ہی تھے کہ کسان بھی آپہونچا، بادشاہ سلامت نے فرمایا، سخت پیاس معلوم ہو رہی ہے، جلدی سے دو گھونٹ پانی پلا دو کسان ابھی کچھ جواب نہ دینے پایا تھا کہ اس کی بیوی ایک لوٹا چھاچھ کا اور ایک برتن میں کھانا لئے آپہونچی، ڈلیا میں چند مکئی کی روٹیاں، ساگ اور مکھن تھا۔ کسان بولا "بھائی معلوم ہوتا ہے کہ تم ابھی کچھ کھایا نہیں ہے، اس لئے پہلے کچھ کھا لو۔ پھر چھاچھ پی لینا۔ خالی پیٹ پانی نہیں پینا چاہئے۔

اکبر بادشاہ نے سچ مچ ابھی تک کچھ کھایا نہ تھا، اور نہ اس موٹے جھوٹے کھانا کھانے کو طبیعت چاہتی تھی، مگر کسان کے کہنے سننے سے مجبور ہو کر کھانا پڑا

ایک تو بھوک، دوسرے الو کھا کھانا، بادشاہ کو کچھ ایسا مزہ آیا کہ خوب پیٹ بھر کر کھایا اور چھاچھ بھی خوب مزے سے پی۔ بادشاہ سلامت بہت ہی خوش ہوئے۔ فرمایا "بھئی چودہری تیری طبیعت بہت خوش ہوئی۔ اگر تجھے کبھی کسی طرح کی ضرورت آن پڑے تو آگرہ میں میرے پاس آنا۔ میں تیری ضرور مدد کروں گا۔ میرا نام اکبر ہے۔" یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اتنے میں بادشاہ کے ساتھی تلاش کرتے ہوئے آپہونچے، اور بادشاہ وہاں سے رخصت ہوگیا۔

خدا کا کرنا کیا ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد کسان کی تمام فصل برباد ہوگئی، جانور مرگئے اور بے چارے کا اتنا نقصان ہوا کہ جینے کے لالے پڑگئے۔ اپنی حالت تو خیر جو تھی سو تھی، بیوی بچوں کی حالت دیکھ کر اور بھی پریشان ہوا جاتا تھا۔ اسی حالت میں کئی دن گذر گئے۔ ایک روز گھر میں خاموش لیٹا کچھ سوچ رہا تھا کہ بیوی نے کہا "بھلا چودہری تجھے یاد ہوگا ایک دن دوپہر کو کھیت پر ایک آدمی آیا تھا، جو جاتے ہوئے کہہ گیا تھا کہ کبھی ضرورت پڑے تو آگرہ میں میرے پاس آنا، میں تیری ضرور مدد کروں گا۔ جاؤ اسی کے پاس جاؤ۔" کسان جھٹ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور بولا "ہاں ہاں یاد آگیا۔ مگر اس کا نام تو یاد نہیں رہا۔" بیوی بولی "اکبر نام ہے۔" چودھری نے کہا "ہاں ٹھیک ہے، یہی نام ہے، اچھا تو میں صبح ہوتے ہی آگرہ جاؤں گا، شاید ہماری تقدیر پلٹا کھا جائے۔"

دوسرے دن صبح سویرے کسان آگرہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اور دوپہر کے وقت آگرہ جا پہونچا۔ شہر میں پہونچ کر بے چارہ بھوچکا رہ گیا ایسی شاندار عمارتیں اور چہل پہل اس نے خواب میں بھی نہ دیکھی تھی، آخر راہ گیروں سے دریافت کرنا شروع کیا۔ کہ بھائی تم اکبر کو جانتے ہو؟ آگرہ والے ایک گنوار کو، ہاتھ میں لٹھ لئے، اکبر، اکبر کی رٹ لگاتے دیکھ کر ہنس دیتے اور کہتے "بھائی کوئی پتہ نشان بتا۔ یہاں سینکڑوں اکبر ہیں۔"

بے چارہ پوچھتے پوچھتے تنگ آگیا اور دل میں خیال کرنے لگا کہ وہ آدمی کوئی دھوکے باز تھا جس نے اسے پریشان کیا۔ بہتر ہے کہ واپس چلیں

اتفاق سے اب اس نے ایک بوڑھے آدمی سے اکبر کا پتہ پوچھا۔ تم جانو بڈھے ہوتے ہیں تجربہ کار پہلے تو بوڑھا مسکرایا۔ پھر کہا" بھائی وہ تیرے پاس کس حال میں پہونچا اور اس کی شکل وصورت کیسی تھی؟" کسان نے اس کا حلیہ بتایا اور کہا وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ بہت سے آدمی لے لینے آئے تھے۔" بڈھا سمجھ گیا کہ ضرور اس کا اشارہ بادشاہ کی طرف ہے۔ چنانچہ بڑے میاں نے سامنے قلعے کی طرف اشارہ کرکے کہا" تیرا دوست اکبر اس مکان کے اندر ہے"

یہ سُن کر کسان کو کچھ حوصلہ ہوا۔ اور وہ قلعے کے پھاٹک پر جا پہونچا۔ اور چاہتا تھا کہ اندر گھس جائے کہ پہرے دار نے اسے روک دیا۔ کسان نے کہا" مجھے اکبر سے ملنا ہے۔ اس نے مجھے بلایا ہے۔ تم مت روکو۔ ورنہ وہ تم سے ناراض ہو جائے گا" یہ سن کر ایک سپاہی بھاگا ہوا اندر گیا اور بادشاہ کو اطلاع دی کہ اس صورت کا ایک گنوار نہایت گستاخی کے ساتھ حضور کا نام لیتا ہے، اور زبردستی اندر گھسا پڑتا ہے"

بادشاہ فوراً تاڑ گئے کہ ہو نہ ہو یہ وہی کسان ہے، جس کے یہاں ہم نے کھانا کھایا تھا۔ حکم دیا چھان آنے دو۔ کسان سیدھا اندر پہونچا۔ اس وقت دربار ہو رہا تھا۔ اور بادشاہ سلامت تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ امیر اور وزیر اپنی اپنی جگہ ادب سے بیٹھے ہوئے تھے۔ یہاں کی یہ شان و شوکت دیکھ کر کسان کچھ نا بھلے پر اپنے لٹھ پر اپنی ٹھوڑی جما کر کھڑا ہو گیا اور تعجب سے اکبر کو دیکھنے لگا۔ بادشاہ سلامت مسکرائے اور کہنے لگے" کہو بھائی چودھری کیسے آنا ہوا؟" کسان کچھ دیر تو خاموش کھڑا رہا۔ پھر بولا" واہ دوست اکبر، خوب ٹھاٹھ سے بیٹھا ہے۔ تجھے تلاش کرتے کرتے یہ وقت آپہونچا"

درباریوں نے جو ایک گنوار کو یوں بدتہذیبی سے بات کرتے دیکھا تو ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور ہاتھ تلوار کے دستوں پر پہونچ گئے۔ لیکن اکبر کو مسکراتے اور اس کی گفتگو کا کچھ خیال نہ کرتے دیکھ کر خاموش رہ گئے۔ بادشاہ سلامت نے فرمایا۔ "بھائی چودھری آؤ، میرے پاس بیٹھو۔ کہو اچھی طرح سے تو ہو؟" چودھری نے کچھ جواب نہ دیا

اور بڑھ کر بادشاہ کے قریب بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد دربار برخاست ہوا۔ اب چونکہ ظہر کی نماز کا وقت قریب ہو چکا تھا۔ اس لئے بادشاہ کسان کو لئے ہوئے پہلے مسجد میں نماز پڑھنے گیا۔ کسان چپ چاپ قریب کھڑا ہوا دیکھتا رہا۔ جب اکبر نماز سے فارغ ہو چکا تو کہا "چلو بھائی پہلے کچھ کھا پی لو۔ پھر بات چیت ہو گی۔" بیچارے کسان کو بھوک تو لگ ہی رہی تھی اور کھانا بھی ایسا تھا جو بیچارے نے کبھی کھایا بھی نہ تھا، خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ اب گفتگو شروع ہوئی، کسان نے کہا "یار اکبرا، اور باتیں تو بعد میں ہوں گی پہلے یہ بتا کہ مسجد میں جب تو نے نماز پڑھی تو بعد میں تو نے ہاتھ کیوں اٹھائے۔ جیسے کوئی بھک منگا کسی سے کچھ مانگتا ہے۔"

بادشاہ سلامت نے فرمایا "بھائی نماز خدا کی عبادت کو کہتے ہیں، اور بعد میں ہم خدا سے دعا کرتے ہیں اور جو خواہش ہو وہ مانگتے ہیں۔" کسان نے کہا "بھلا اکبریا تو نے کیا مانگا" بادشاہ نے فرمایا "میں نے خدا سے دعا کی، "دولت دے۔ عزت دے، ملک دے اور تندرستی دے۔" یہ سن کر کسان کچھ سوچ میں پڑ گیا۔ اور پھر چلنے کے لئے تیار ہو گیا، بادشاہ بہت حیران ہوئے اور کہنے لگے "چودھری کیا بات ہے، کہاں چلے؟" چودھری نے کہا: "اکبرے! میرے ڈھور ڈنگر مر گئے، فصل تباہ ہو گئی بیوی بچے بھوک کے مرنے لگے، میں تیرے پاس آس لگائے آیا کہ تجھ سے کچھ روپیہ لے کر کام چلاؤں۔ مگر اب معلوم ہوا کہ تو بھی میری طرح منگتا ہے۔ منگتے سے کیا مانگنا۔ جس سے تو مانگتا ہے، میں اسی سے نہ مانگ لوں گا؟" یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ بادشاہ سلامت نے ہر چند روکا۔ مگر وہ نہ رکا۔ قلعے سے نکل سیدھا گاؤں کا راستہ لیا۔ اور شام کے وقت اپنے گاؤں کے قریب پہونچا۔ مگر کچھ سوچ کر یہاں رک گیا۔ سوچنے لگا "گھر پہونچ کر بیوی بچوں کو کیا جواب دوں گا۔ لاؤ جس خدا سے اکبریا مانگتا ہے میں بھی اسی سے مانگوں۔ جب وہ سب کو دیتا ہے تو کیا مجھے نہ دے گا؟" پاس ہی ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر خدا سے دعا کرنے لگا۔ کبھی سجدے میں جاتا اور کبھی ہاتھ اٹھا کر گڑگڑا کر خدا کے حضور میں اپنی

درخواست پیش کرتا۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ جہاں وہ بار بار سجدے میں سر رکھ رہا تھا وہاں کسی زمانے کی اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک دیگ دبی ہوئی پڑی تھی۔ اس کی پیشانی سے اس دیگ کا ڈھکنا چھو گیا۔ کسان نے مٹی ہٹا کر اسے دیکھا تو ایک دیگ نظر آئی۔ جس میں اشرفیاں بھری ہوئی تھیں۔ وہ خوشی اور جوش میں پکار اٹھا: "اے خدا! تو بہت ہی رحمدل ہے۔ مجھے پہلے سے خبر ہوتی تو میں کیوں اتنی دور ایک بھک منگے کے پاس ٹانگیں توڑتا ہوا جاتا۔ خیر، میں اکیلا تو اشرفیوں سے بھری ہوئی دیگ اٹھا کر نہیں لے جا سکتا۔ بیوی بچوں کو بلا کر لاتا ہوں سب مل کر گھر لے جائیں گے۔ یہ سوچ کر وہ خوشی خوشی گھر کی طرف چل دیا جو تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔

درخت کے پاس ہی چار چور چھپے بیٹھے تھے۔ انھوں نے کسان کی باتیں سنیں تو بہت تعجب کرنے لگے۔ اس کے جاتے ہی وہ اس جگہ آئے جہاں دیگ دبی ہوئی تھی۔ اندھیرے میں کچھ نہ سوجھا اور اندر ہاتھ ڈال دیا۔ پاس ہی بھڑوں کا چھتہ تھا۔ ایک کا ہاتھ اس میں لگ گیا۔ ہاتھ لگتے ہی بھڑیں اڑیں انھیں کاٹنے لگیں۔ بیچاروں نے جلد جلد بھڑوں کو مارا اور کہنے لگے۔ اس کسان کو ہمارے موجود ہونے کا ضرور علم تھا اُس نے جان کر زور سے یہ کہا کہ یہ دیگ اشرفیوں سے بھری ہوئی ہے۔ حالانکہ اس میں بھڑیں تھیں۔ اس بدمعاش کو اس کی سزا دینی ضروری ہے۔ آؤ ہم اسے یہاں سے نکال کر اس کے گھر پہونچا دیں۔ جب بھڑیں اس کے بیوی بچوں کو کاٹیں گی تو اسے مذاق کرنے کا نتیجہ معلوم ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے دیگ کو اچھی طرح بند کیا۔ اور اسے اٹھا کر کسان کے گھر لے گئے اور چپکے سے اس کی ڈیوڑھی میں رکھ کر بھاگ گئے

کسان نے ادھر گھر پہونچ کر اپنے بیوی بچوں سے سارا واقعہ کہا۔ اور انھیں دیگ لانے کے لئے اپنے ساتھ لے چلا۔ لیکن ڈیوڑھی میں پہونچتے ہی اس نے چیخ کر کہا۔

"بیوی، ادھر دیکھو، یہاں وہ دیگ رکھی ہوئی ہے۔ خدا! تو بہت ہی اچھا ہے، بہت ہی مہربان ہے اور بڑا ہی طاقت ور ہے۔ دیکھو تو، خود ہی دیگ زمین سے نکال کر ہمارے گھر چھوڑ گیا۔ بیوی، تجھے میری قسم، اکبر یا اچھا یا خدا؟"

بیوی بولی "خدا اچھا۔ اب ہم اسی پر بھروسہ رکھیں گے اور ہمیشہ اسی سے مانگیں گے۔"

ہندوستان کے دیہاتوں اور کسانوں کی حالت

(از جناب محمد احمد صاحب سبزواری - بی۔ اے - (عثمانیہ))

ہر آدمی کوشش کرتا ہے کہ کسی نہ کسی پیشے سے اپنی زندگی گزارنے کے لئے آمدنی حاصل کرے۔ ایک زراعت کرتا ہے، تو دوسرا تجارت تیسرا جنگل سے لکڑیاں کاٹتا ہے، چوتھا زمین سے قیمتی چیزیں نکالتا ہے۔ پانچواں سمندر سے مچھلیاں پکڑتا ہے۔ چھٹا مختلف چیزوں کو ملا کر ایک نئی چیز بناتا ہے۔ ان مختلف کاموں کو پیشے کہا جاتا ہے۔ بعض وقت کسی ملک کا ایک خاص پیشہ بھی ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آب و ہوا، قدرتی حالات، اور موسمی خصوصیات پیشے کے منتخب کرنے میں بڑی مدد دیتی ہیں۔ مثلاً مچھلیاں پکڑنے کا پیشہ ان ہی ملکوں میں اختیار کیا جا سکتا ہے، جہاں سمندر، جھیلیں یا بڑے بڑے دریا ہوں۔ مچھلیوں کی کثرت ہو، مچھلیاں ایسی ہوں کہ کھانے میں مزے دار اور عمدہ ہوں۔ یا پھر ان سے اور کوئی مفید کام لیا جا سکتا ہو۔ مثلاً ان کا تیل نکل سکتا ہو، یا کھاد بن سکتی ہو۔ اسی طرح کی جب بہت سی باتیں جمع ہو جاتی ہیں، تب اس خطے یا ملک کا ایک خاص پیشہ بن جاتا ہے۔

اب اگر ہم سے یہ سوال کیا جائے، کہ ہندوستان کا خاص پیشہ کون سا ہے؟ تو اس کا جواب یہی ہوتا کہ ہمارے ملک کا خاص پیشہ زراعت ہے۔ کیونکہ یہاں کے رہنے والوں کی بڑی تعداد اسی سے اپنی آمدنی حاصل کرتی ہے۔ سو کمانے والوں میں سے ۷۱ نے زراعت کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔ ہمارے ملک میں شہروں میں رہنے والی آبادی بہت کم ہے، سو میں صرف گیارہ آدمی شہروں میں رہتے ہیں۔ اور باقی ۸۹ آدمی دیہات میں۔ ہندوستان میں ۷ لاکھ کے قریب دیہات ہیں۔ اس وجہ سے ہندوستان

کو دیہاتوں کا ملک کہا جا سکتا ہے۔ بعض گاؤں اتنے چھوٹے ہیں کہ وہاں صرف دس پندرہ گھر ہیں نہ وہاں کوئی بازار ہے، نہ دوکان، نہ ڈاک خانہ ہے اور نہ پکی سڑک۔

یوں کہنے کو تو ہمارے ملک کا خاص پیشہ زراعت ہے۔ مگر اس کی حالت بڑی خراب ہے اس میں زیادہ لوگ اس وجہ سے مشغول نظر نہیں آتے کہ یہ بہت زیادہ نفع بخش کام ہے، بلکہ ان کے سامنے اور کوئی کام نہیں۔ مجبوراً وہ زراعت کرتے ہیں۔ اب یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آخر زراعت کی خرابی کے کیا اسباب ہیں؟ تو اس کے بہت سارے اسباب ہیں۔ مثلاً ایک سال سیلابوں سے فصلوں کو نقصان پہونچتا ہے، تو دوسرے سال بارش کی کمی فصلوں کو خراب کر دیتی ہے۔ جس سال بارش بھی ہوا اور فصل بھی اچھی ہو تو پالا یا ٹڈیوں کا حملہ فصلوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ ہمارا کسان ان پڑھ، مفلس، قرض دار، دنیا کے حالات سے ناواقف، لکیر کا فقیر اور قسمت پرست ہے۔ بے چارہ بے پڑھا لکھا ہونے کی وجہ سے حساب کتاب نہیں رکھ سکتا، اس کو یہ ہی نہیں معلوم کہ وہ جو کام کر رہا ہے اس میں کچھ نفع بھی ہو رہا ہے یا نہیں۔ غریبی کی وجہ سے کنواں نہیں کھودتا کھاد نہیں دیتا اچھے اور عمدہ قسم کے جانور یا آلات نہیں خریدتا۔ کیونکہ اس کے پاس روپیہ نہیں حالانکہ ان سب باتوں سے زمین کی پیداوار بڑھتی ہے۔ اور آمدنی زیادہ ہو سکتی ہے۔ وہ قرض دار ہے۔ ساہوکار یا مہاجن جو اس کو قرض دیتا ہے اس سے بہت زیادہ سود لیتا ہے۔ حساب میں ایسے طریقے استعمال کر سکتا ہے کہ کاشتکار کو نقصان اور خود کو فائدہ ہو۔ وہ کسان سے اس کی پیداوار کم قیمت پر لیتا ہے اور زیادہ قیمت پر فروخت کرتا ہے۔ اس طرح جو نفع کسان کو ملنا چاہیے وہ ساہوکار کو مل جاتا ہے۔ حالانکہ محنت کسان کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساہوکار تھوڑے عرصے میں مالدار ہو جاتا ہے۔ شاید تم کو معلوم ہو کہ بعض چھوٹے چھوٹے گاؤں میں لکھ پتی ساہوکار موجود ہیں۔ اپنی نادانی اور کم علمی کی وجہ سے اس کو نہیں معلوم کہ جانوروں کی بیماریوں کا علاج

فصلوں کو کیڑوں سے بچانے کی تدبیر بس کیا ہیں! وہ قدامت پسند ہے، قدامت پسند اس کو کہتے ہیں جو پرانی باتوں پر چلتا ہے۔ اور نئی باتیں اختیار نہ کرے۔ خواہ پرانی باتوں سے اس کو نقصان اور نئی باتوں سے اس کو فائدہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک اور بات اس کے ذہن میں بیٹھ گئی ہے کہ اس کی قسمت کو بنانے اور بگاڑنے والی قدرت ہے۔ اور قدرت پر اس کو قابو نہیں۔ یہ تو سچ ہے کہ انسان کو قدرت پر قابو نہیں۔ مگر اس کو اتنا مطیع اور فرماں بردار بھی نہیں رہنا چاہئے کہ وہ خود کوئی کام نہ کرے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے ایک بچہ یہ سمجھے کہ اگر قسمت میں پاس ہونا ہے تو بغیر محنت کے بھی امتحان پاس کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے وہ لکھنا پڑھنا چھوڑ دے۔ انسان اپنی قسمت خود بناتا ہے۔ کوشش، ہمت، اور کام کرنے سے بُری قسمت بھی اچھی قسمت میں بدل جایا کرتی ہے۔ موجودہ غلط قسمت پرستی نے کسان کو سُست، نکما اور کاہل بنا دیا ہے۔ وہ پرانے زمانے کو بھی بہت یاد کرتا ہے، اور آنے والے زمانے سے بے خبر ہے۔ گذرا ہوا زمانہ خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، اس پر افسوس کرنا بے کار ہے۔ کیونکہ وہ واپس نہیں آسکتا۔ موجودہ اور آئندہ زمانہ کی فکر کرنا اور اس کو عمدہ اور فائدہ مند بنانا ہر سمجھدار انسان کا فرض ہونا چاہئے۔

ہمارے کسان کی زندگی تکلیفوں سے بھری ہوئی ہے، وہ ساری دنیا کے لئے غذا مہیا کرتا ہے، مگر خود سال کے بڑے حصے میں بھوکا رہتا ہے۔ بظاہر یہ عجیب وغریب بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک آدمی جو دوسروں کے لئے غذا مہیا کرے، مگر خود بھوکا رہے؛ لیکن اگر تم سے یہ کہا جائے کہ ایک شخص سمندر کے بیچ میں پیاس کی سختی سے تنگ آکر مر گیا تو تم کو تعجب نہ ہوتا۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ سمندر میں پانی کی تو کمی نہیں، مگر وہ نمکین ہے۔ اور نمکین بھی اس قدر کہ آدمی اس کو پی نہیں سکتا۔ اس لئے بیچ سمندر میں ایک آدمی کا پانی نہ ملنے کی وجہ سے مرجانا سمجھ میں آسکتا ہے۔

بالکل یہی حال کاشتکار کا ہے۔ وہ مختلف قسم کے غلے پیدا کرتا ہے، مگر وہ ساہوکار کا قرض دار ہے اس لئے ساہوکار اس کا سارا غلہ خرید لیتا ہے۔ کچھ رقم تو وہ اپنے قرضہ میں کاٹ لیتا ہے، جو رقم کاشتکار کو ملتی ہے اس کا بڑا حصہ سرکار مال گزاری یا لگان کی صورت میں اس سے وصول کر لیتی ہے اور کاشتکار کے پاس کچھ نہیں رہتا۔ اس لئے وہ اکثر پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتا۔ اس کے کپڑے ایسے ہوتے ہیں جو اس کو گرمی اور سردی کی سختی سے محفوظ اور مامون نہیں رکھ سکتے۔ اس کے مکانات چھوٹے، تنگ اور تاریک ہوتے ہیں ان میں ایک جانب وہ مویشی باندھتا ہے اور دوسری جانب خود رہتا ہے۔ گاؤں، مکان، پانی پینے کے کنویں غلیظ اور گندے ہوتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گاؤں بہت سی بیماریوں کا گھر بن جاتا ہے۔ پھر گاؤں میں نہ حکیم ہوتے ہیں اور نہ ڈاکٹر۔ علاج کرنے والے گاؤں کے لوگ ہی ہوتے ہیں۔ جو پرانے طریقوں اور جنگل کی جڑی بوٹیوں سے علاج کرتے ہیں۔ بہت سے تو علاج سے مر جاتے ہیں۔ جو زندہ رہتے ہیں ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے اور ہمیشہ کے بیمار بن جاتے ہیں۔ زراعت کی اس تباہی کی ذمہ داری حکومت، سماج، کاشتکاران، قوم کے لیڈروں اور ہم سب پر ہے۔ پہلے سے اس کی طرف توجہ کرتے تو اس کی حالت اتنی خراب نہ ہوتی۔ لیکن اس وقت قصور گنانے کا وقت نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تمام خرابیوں کو کس طرح دور کیا جا سکتا ہے۔ اور کیا تنہا حکومت اس کو دور کر سکتی ہے! (باقی)

تندرستی

(از جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی)

تم نے ریل کا انجن تو ضرور دیکھا ہوگا، وہی بڑا سا، کالا کالا، بالکل دیو جیسا۔ جو ریل گاڑی کے آگے لگا رہتا ہے اور ہزاروں من بوجھ کھینچ لے جاتا ہے۔

یہ انجن کوئلے کھاتا ہے، اور منوں پانی پی جاتا ہے۔ کوئلوں کے نیچے سے خوب ہوا جاتی ہے۔ اس سے آنچ برابر تیز ہوتی رہتی ہے۔ آگ کی گرمی سے پانی بھاپ بن جاتا ہے۔ اور اس بھاپ کے زور سے انجن چلنے لگتا ہے۔

ہم سب آدمی اور جانور بھی انجن کی طرح ہیں۔ کھانا کھاتے ہیں، پانی پیتے ہیں۔ اور ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ کھانے سے ہمارے بدن میں گرمی اور طاقت پیدا ہوتی ہے اور ہم چلتے پھرتے ہیں۔ بدن میں گرمی نہ رہے تو ہم مرجائیں۔ مُردے کا بدن بالکل ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

انجن میں خراب کوئلہ ڈالیں یا اُپلے جلائیں تو کیا ہوگا؟ آنچ تیز نہیں ہوگی۔ اور بھاپ کم بنے گی۔ انجن کم چلے گا۔

انجن میں گندہ پانی اور کیچڑ بھر دیں تو کیا ہوگا؟ پانی تھوڑا پہونچے گا اور بھاپ کم بنے گی۔ انجن کم چلے گا اور ریل سے جلدی خراب ہو جائے گا۔

انجن کے کوئلوں کو ہوا کم ملے تو کیا ہوگا؟ کوئلے سُلگ سُلگ کر بجھ جائیں گے۔ نہ آگ جلے گی، نہ گرمی پیدا ہوگی، نہ بھاپ بنے گی، اور انجن ٹھنڈا ہو جائے گا۔

یہی حال ہمارا تمہارا ہے۔ ہمیں کھانا نہ ملے، یا بُرا کھانا ملے تو بدن میں نہ گرمی پیدا ہوگی، نہ طاقت آئے گی اور ہم مرجائیں گے یا بیمار پڑ جائیں گے۔

ہمیں پانی نہ ملے، یا میلا اور گندہ پانی ملے تو ہمارے جسم کے اندر میل اور کیچڑ بھر جائے گی اور ہم بیمار پڑ جائیں گے۔

ہمیں ہوا نہ ملے۔ صاف اور تازہ ہوا نہ ملے تو ہمارا خون صاف نہ ہوگا اور ہم بیمار پڑ جائیں گے

ان باتوں سے تمہاری سمجھ میں یہ بات آگئی ہوگی کہ ہمارے مرنے اور بیمار پڑنے کے تین سبب ہیں۔ بدن کے اندر گرمی کم پیدا ہو، یا طاقت گھٹ جائے۔ بدن کے اندر یا باہر میل کچیل بھر جائے اور صاف اور تازہ ہوا نہ ملے۔ اگر یہی بات ہے تو تندرست رہنا بہت آسان ہے۔

آہا ہا! یہ تو بڑی اچھی ترکیب معلوم ہوگئی اب تو ہم کبھی بیمار نہ ہوں گے۔ ہمیشہ ایسا کھائیں گے جو خوب گرمی اور طاقت پہونچائے۔ صاف پانی پییں گے۔ تازہ ہوا میں رہیں گے اور اپنے بدن کو صاف ستھرا رکھا کریں گے۔ صاف پانی، تازہ ہوا اور بدن کی صفائی میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا بس ذرا سا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

داد، اور چنبل کی دوا

اس مرض کے لئے نیچے لکھا ہوا نسخہ بہت فائدہ مند ثابت ہوا ہے ایک آدمی جس کے بدن پر بیس سال سے داد تھا اس دوا کے لگانے سے تھوڑے ہی دنوں میں اچھا ہوگیا۔

نسخہ:۔ چھپر کا دُھواں (جو جھڑ بھونجے کے چھپر اور نہ ہوں تو گھروں میں لٹکا رہتا ہے) ۵ تولہ، کالی مرچ ۵ تولہ، سرسوں کا تیل ۱۰ تولہ۔ پہلے تیل کو آگ پر رکھ کر جوش دو۔ اور کالی مرچیں کوٹ کر اس میں ڈال دو۔ جب مرچیں جل جائیں تو کڑھائی کو چولھے سے اتار کر کسی لوہے کے دستے سے خوب گھوٹو۔ جب تیل اور مرچیں خوب مل جائیں تو دُھواں ملا دو۔ اور اس قدر گھوٹو کہ دوا مرہم کی طرح چکنی اور گاڑھی ہوجائے۔ بس دوا تیار ہے۔ زخم کو دھو کر صاف اور خشک کر کے مرہم لگا دو +

ہیضہ

از ایڈیٹر

یہ ایسا مرض ہے، جس کے زہریلے کیڑے یعنی جراثیم پانی یا کھانے میں مل کر جسم کے اندر چلے جاتے ہیں اور تمام جسم میں اس کا زہر پھیل جاتا ہے۔ مریض کو قے اور دست ہو جاتے ہیں۔ اگر بہت جلدی علاج نہ ہو تو بیمار مر جاتا ہے۔

ہیضہ کے بیمار کی پہچان یہ ہے کہ بار بار قے ہوتی ہے، سفید سفید اور پتلے دست آنے لگتے ہیں، پاؤں اینٹھنے لگتے ہیں، پیشاب بند ہو جاتا ہے اور طبیعت نڈھال ہو کر بیمار پر بیہوشی چھا جاتی ہے

جب کسی بیمار میں اوپر لکھی ہوئی علامتیں پائی جائیں تو اس وقت بے پروا ہی نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ فوراً کسی اچھے حکیم یا ڈاکٹر کو اس کی اطلاع کرنی چاہیئے۔ یا اپنے شہر کی میونسپل کمیٹی کے افسر کو اس کی اطلاع دینی چاہیئے۔ تاکہ بیمار کا جلد سے جلد علاج کیا جا سکے۔

ابتدائی احتیاط:- ہیضہ کے حملے سے بچنے کے لئے شروع ہی میں احتیاط کرنی چاہیئے بہتر تو یہ ہے کہ ہیضہ کا ٹیکہ لگوا لیا جائے۔ اس سے ہیضہ کے حملے سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

کھانے پینے میں احتیاط:- ایسے کنویں، جن پر لوگ نہاتے اور کپڑے دھوتے ہوں، ان کا پانی نہیں پینا چاہیئے۔ اس زمانے میں کنویں کے پانی میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں، جو ہیضہ پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ کنویں کا پانی اوٹا کر صراحیوں یا کورے مشکوں میں بھر کر رکھا جائے اور پینے میں اسی پانی کو استعمال کیا جائے۔ اس پانی سے پیاس کی زیادتی میں کمی ہو جاتی ہے۔ اور بار بار پیاس نہیں لگتی نل کا پانی کنویں کے پانی سے اچھا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ صاف کیا ہوا ہوتا ہے۔ ہیضہ کے موسم میں باسی اور ٹھنڈا دودھ کبھی نہیں پینا

چاہئے۔ دودھ ہمیشہ گرم کرکے اور جوش دے کر استعمال کرنا چاہئے۔

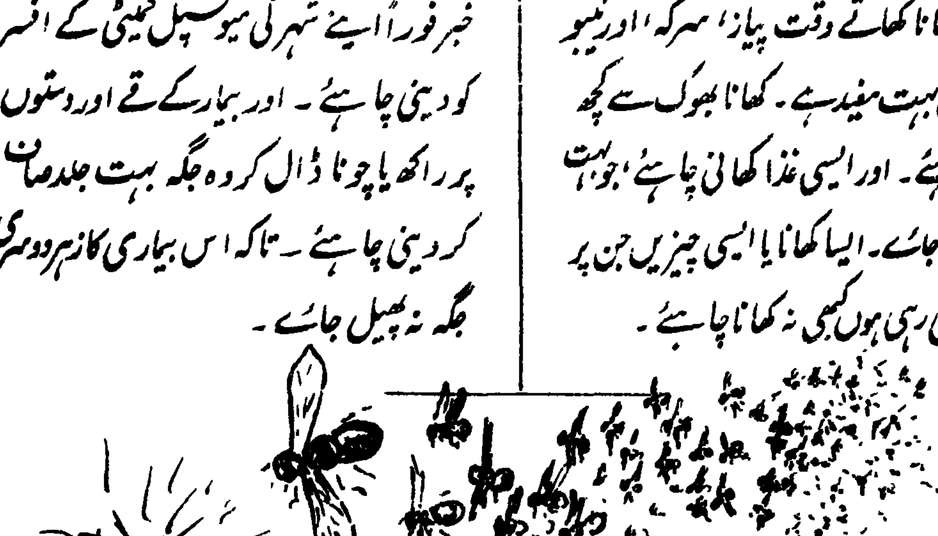
کھانے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایسی ترکاریاں یا پھل جو گلے سڑے ہوں اور مکھیوں سے بچاکر نہ رکھے گئے ہوں، ان کو کبھی نہ کھانا چاہئے۔

بازار کی مٹھائیوں سے جہاں تک ہوسکو پرہیز کرنا بہتر ہے۔ صرف ان دُکانوں سے کھانے پینے کی چیزیں خریدنی چاہئیں جو صاف ستھری ہوں اور اپنی چیزوں کو گرد و غبار اور مکھیوں سے بچائے رکھتی ہوں۔

کھانا کھاتے وقت پیاز، سرکہ، اور نیبو کا استعمال بہت مفید ہے۔ کھانا بھوک سے کچھ کم کھانا چاہئے۔ اور ایسی غذا کھانی چاہئے، جو بہت جلد ہضم ہوجائے۔ ایسا کھانا یا ایسی چیزیں جن پر مکھیاں بیٹھی رہی ہوں کبھی نہ کھانا چاہئے۔

گھر کی صفائی:- اپنے رہنے کے گھر کو بہت صاف رکھو۔ کوڑا کرکٹ کبھی جمع نہ رہنے دو۔ بلکہ اس کو بہت جلد سرکاری ٹبوں یا کسی کوڑے کی جگہ ڈلوا دو۔ اس لئے کہ مکھیاں اکثر کوڑے کرکٹ ہی میں پرورش پاتی ہیں اور ان کی تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے۔ گھروں میں گندی جگہوں کو فینائل سے دھو دینا چاہئے۔ اس سے ہیضہ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔

ہیضہ کا بیمار:- اگر کسی گھر میں ہیضہ کا بیمار ہو، تو اس کی خبر فوراً اپنے شہر کی میونسپل کمیٹی کے افسر کو دینی چاہئے۔ اور بیمار کے قے اور دستوں پر راکھ یا چونا ڈال کر وہ جگہ بہت جلد صاف کردینی چاہئے۔ تاکہ اس بیماری کا زہر دوسری جگہ نہ پھیل جائے۔



مزدور کا گیت

(از جناب ماسٹر باسط صاحب بسوانی)

(۱)

بھارت کا مزدور، میں ہوں بھارت کا مزدور
مجھ سا کوئی نہیں مجبور مجھ سا کوئی نہیں معذور
دُکھ سے آٹھ پہر رنجور سُکھ سمپت سے کوسوں دور
فاقہ مستی ہے دستور،
میں ہوں بھارت کا مزدور یارو بھارت کا مزدور

(۲)

بھارت کا مزدور، میں ہوں بھارت کا مزدور
کیا بتلاؤں اپنا حال ہر صورت سے ہوں پامال،
روتے گذریں ماہ و سال، مجھ کو جینا ہے جنجال
مجھ کو مرنا ہے منظور
میں ہوں بھارت کا مزدور یارو بھارت کا مزدور

(۳)

بھارت کا مزدور، میں ہوں بھارت کا مزدور
دن بھر کرتا ہوں میں کام صدہا سنتا ہوں دُشنام
مجھ سا کوئی نہیں ناکام گھر آتا ہوں وقتِ شام

دن بھر کی محنت سے چور
میں ہوں بھارت کا مزدور — یارو بھارت کا مزدور

(۴)

بھارت کا مزدور، میں ہوں بھارت کا مزدور
کھانے پینے کا ہی کال — مجھ سا کوئی نہیں کنگال
بیوی فاقوں سے بے حال — بھوکوں تڑپیں میرے لال
دل کے زخم ہوئے ناسور
میں ہوں بھارت کا مزدور — یارو بھارت کا مزدور

(۵)

بھارت کا مزدور، میں ہوں بھارت کا مزدور
جاڑا، گرمی اور برسات — محنت کرتا ہوں دن رات
پھر بھی نیچی میری ذات — پھر بھی اوچھی میری بات
دیکھو دُنیا کا دستور
میں ہوں بھارت کا مزدور — یارو بھارت کا مزدور

(۶)

بھارت کا مزدور، میں ہوں بھارت کا مزدور
میرا دشمن ہے سنسار — مجھ پر ہنستے ہیں زردار
میرا کوئی نہیں ہے یار — جگ میں کوئی نہیں غم خوار
تم ہو باسط کیوں رنجور
میں ہوں بھارت کا مزدور — یارو بھارت کا مزدور

چار بہرے

ایک چھوٹا سا دلچسپ ڈراما

(از جناب سید نصیر احمد صاحب بی اے)

ڈراما کرنے والے :-
۱- بہرا گڈریا
۲- بہرا دیہاتی
۳- بہرا سوار
۴- بہرا برہمن
۵- بہت سے دیہاتی

پہلا منظر

(ایک بڑا سا میدان ہے، جس میں خوب گھاس ہے، بھیڑ بکریاں چر رہی ہیں، بہرا گڈریا پاس ہی بیٹھا ہے)

بہرا گڈریا (گاؤں کی طرف دیکھ کر)۔ میرے گھر پر ضرور کوئی مصیبت آئی ہے۔ دوپہر ختم ہے، اور اب تک کھانا نہیں آیا۔ مارے بھوک کے جان نکلی جا رہی ہے، اگر میں گاؤں جاتا ہوں تو یہاں سے کوئی بھیڑ یا بکری گم ہو جائے گی، سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں وہ سامنے ایک آدمی آ رہا ہے، ضرور میری مدد کرے گا۔ (بہرا دیہاتی قریب آجاتا ہے، اس کے سر پر گھاس کا گٹھا ہے) کیوں میاں تم مجھے مدد دوگے نا! میں ذرا کھانا کھانے جا رہا ہوں۔ تم میرے گلے کی حفاظت کرنا۔ میں ایک گھنٹہ تک واپس آجاؤں گا اگر تم نے اچھی طرح حفاظت کی تو تمھیں

انعام بھی ملے گا۔

بہرہ دیہاتی۔ کیا میں تمھیں یہ گھاس دیدوں!

خوب! میری گائے کیا کھائے گی تم اپنا کام کرو۔ اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو

بہرہ گڈریا۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں، تمہاری بڑی مہربانی ہوگی، بس زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ میں واپس آجاؤں گا

دوسرا منظر

(وہی میدان ہے، دیہاتی گلّے سے دور ہٹ کر بیٹھا ہے، گڈریا آرہا ہے)

بہرا گڈریا۔ (گلّہ کو صحیح وسلامت دیکھ کر) تم بڑے ہی اچھے آدمی ہو، تم نے گلّہ کی خوب حفاظت کی ہے۔ اچھا میں تمھیں انعام دیتا ہوں، (گلّہ میں جاتا ہے اور ایک بھیڑ جس کی ایک ٹانگ خراب ہے لے آتا ہے) یہ لو۔ یہ بھیڑ تمہارا انعام ہے۔ مزے کرو۔

بہرا دیہاتی (غصّہ سے) کیا اس کی ٹانگ میں نے توڑی ہے، ہوش کی دوا کرو۔ میں تمہارے گلّہ تک نہیں گیا۔ اور یہ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔

بہرا گڈریا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس کی ایک ٹانگ خراب ہے، لیکن اس کا گوشت بہت اچھا ہوگا۔ خوب مزے سے کھانا۔

بہرا دیہاتی۔ میں نے کہہ جو دیا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں تمہاری بھیڑوں کے پاس نہیں گیا۔ اگر تم نے زیادہ بات کی تو اچھا نہ ہوگا، خواہ مخواہ بکے چلے جارہے ہو۔

(ایک آدمی گھوڑے پر سوار آتا ہے، دونوں اس کے سامنے اپنا معاملہ پیش کرتے ہیں، اور اُس سے اترنے کو کہتے ہیں۔)

بہرا سوار (خاموشی کا اشارہ کرتے ہوئے) یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو کہ گھوڑا میرا نہیں، بلکہ چوری کا ہے۔ لیکن مجھے ایک ضروری کام تھا۔ میں کیا کرتا۔ اگرچہ یہ تمہارا ہے تو تم لے لو۔ لیکن خدا کے لئے مجھے جانے دو۔

(دونوں یہ سمجھتے ہیں کہ فیصلہ ان کے خلاف ہوا ہے۔ ان کو اور زیادہ غصہ آجاتا ہے اتنی دیر میں ایک برہمن آتا ہے۔ اور تینوں اس سے لڑائی کا قصہ بیان کرتے ہیں)

بہرا برہمن (سارے قصے کو سن کر) یہ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ تم مجھے مجبور کر رہے ہو کہ میں گھر واپس چلا جاؤں، لیکن میرا گھر تو دوزخ کے برابر ہے۔ میں بنارس جا رہا ہوں اور باقی عمر وہیں بسر کروں گا۔

(تینوں نہ معلوم کیا سمجھتے ہیں، اور شور وغل مچاتے ہیں۔ کوئی کسی کی بات نہیں سنتا۔ شور وغل سن کر بہت سے دیہاتی بھاگتے ہوئے آتے ہیں ...)

بہرا سوار (انھیں دیکھ کر) شاید ان میں سے کوئی گھوڑے کا مالک ہو، اور میں پٹ جاؤں، مجھے نکل جانا چاہیے۔

(چلا جاتا ہے)

بہرا گڈریا۔ دیر ہو رہی ہے، خواہ مخواہ قصہ بڑھا۔ مجھے اس کو عمدہ سی بھیڑ دے دینی چاہیے تھی، میں نے صبح ہی کہہ دیا تھا کہ کل شام جو میں نے سانپ دیکھا تھا، اس کی وجہ سے ضرور کوئی مصیبت آئے گی۔ (ایک بھیڑ چھوڑ کر اور اپنا گلہ لے کر چلا جاتا ہے)

بہرا دیہاتی (بھیڑ کو خطاب کر کے) سب مصیبت تیری وجہ سے ہے۔ اب میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ خواہ کچھ ہی ہو۔ (بھیڑ لے کر بھاگ جاتا ہے)

بہرا برہمن ۔ یہ لوگ بے چارے پھر آ رہے ہیں۔ میرے بغیر کس طرح رہیں گے۔ مجھے ان کی بات مان لینی چاہیے۔ (اور گاؤں کی طرف واپس چلا جاتا ہے)



گائے بیل کی خوراک

(از جناب حسن تقی صاحب علیگ۔ ایم اے ایل ایل بی)

جس طرح انسان اچھا کھانا کھانے سے موٹا تازہ بن جاتا ہے، اسی طرح جانوروں کو بھی اگر اچھی خوراک دی جائے تو وہ بھی موٹے تازے ہو جائیں گے۔ اور سب کام محنت سے کر سکیں گے۔ دودھ دینے والے جانور مثلاً گائے اچھی خوراک کھانے سے اچھا دودھ دیتی ہے۔ گائے کے لئے سب سے اچھی خوراک کھلی، بنولے، مکئی، اور چنے ہیں۔ ایک وقت میں پاؤ بھر کھلی، آدھ سیر بنولے اور ایک سیر چنے اس کے لئے کافی ہیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ گائے دودھ زیادہ دے گی اور اچھا دینے لگے گی۔ لیکن اگر مکئی کا دلیا آدھ سیر روزانہ ابال کر کھلایا جائے تو دودھ اور بھی زیادہ بڑھ جائے گا۔

جوانی میں گائے کا دودھ گاڑھا بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی۔ اس کی عمر جتنی بڑھتی جائے دودھ کم اور پتلا ہوتا جائے گا۔ گائے کی نسل کا بھی دودھ کی کمی یا زیادتی پر اثر پڑتا ہے۔ اس لئے دودھاری نسل کی گائے خریدنی چاہیے۔ کیونکہ اگر دوسری قسم کی گائے خریدی جائے گی، تو وہ خوراک زیادہ کھلانے پر بھی دودھ زیادہ نہیں دے گی۔

جانور کی بیماری سے بھی دودھ میں کمی آجاتی ہے۔ کیونکہ بیماری میں خوراک چھوٹ جاتی ہے، اور جب پیٹ گائے کھانا نہ کھا سکے، تو دودھ کیوں کر دے گی۔ بعض بیماریاں ایسی بھی ہوتی ہیں، جن سے گائے کے دودھ پر بڑا برا اثر پڑتا ہے اور دودھ استعمال کے قابل نہیں رہتا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ گائے کا علاج فوراً کیا جائے۔ ورنہ زیادہ دنوں کی بیماری سے

گائے کمزور ہو جاتی ہے۔ اور پھر دودھ یقیناً کم ملے گا۔

بیل کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس کو جو خوراک دی جائے وہ اس کی عمر، جسمانی حالت اور کام کے مطابق ہونی چاہئے۔ بیل چونکہ محنت کا کام کرتا ہے۔ اس لئے اس کو ایسی خوراک کی ضرورت ہے جو اس کی طاقت کو بڑھائے اس کے لئے سب سے اچھی غذا کھلی اور چنے ہیں کھلی ایک وقت میں پاؤ بھر سے آدھ سیر تک کافی ہے۔ مگر چنوں کی مقدار بڑھتی رہتی ہے۔ جس دن اس سے زیادہ کام لیا جائے۔ اس کو چار سیر چنے دے دینے چاہئیں۔ اور جس دن کام بالکل نہ لیا جائے صرف ایک سیر کافی ہوں گے۔

پھر کمزور بیل کو طاقتور بیل کی نسبت زیادہ خوراک ملنی چاہئے۔ تاکہ وہ کام کے بعد پھر اپنی کھوئی طاقت دوبارہ حاصل کر سکے۔ موٹے اور نکمے بیل کو خشک چارہ دے دینا کافی ہے۔ اور بوڑھے بیلوں کو خشک چارہ باریک کر کے دینا چاہئے، تاکہ وہ آسانی سے اسے چبا کر ہضم کر سکیں۔ اگر چارہ کو بغیر باریک کئے ہوئے دیا جائے تو وہ چاہے خشک ہو، چاہے تر، بیل کے لئے مفید نہیں۔ کیونکہ وہ اس کو اچھی طرح چبا نہیں سکتا۔ خوراک کی کمی زیادتی کا تعلق کام سے ہے۔ ایک بیل دن بھر کنواں چلاتا رہا اور کوئی محنت کا کام کرتا رہے۔ تو چونکہ اس میں محنت زیادہ ہوگی، طاقت بھی زیادہ صرف ہوگی اور اس لئے اس کو کھانا بھی زیادہ ملنا چاہئے۔ لہذا غذا کھلاتے وقت کام کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔

ایک مزے دار بات

ایک پٹواری کا قلم راستہ میں بستہ سے گر گیا۔ ایک کسان نے قلم کو اٹھا لیا۔ اور آواز دی کہ پٹواری جی! پٹواری جی!! آپ کی چھری گر گئی۔ پٹواری نے مڑ کر دیکھا اور کہا، دیوانے! قلم کو چھری بتاتا ہے! کسان نے کہا۔ یہ چھری نہیں تو اور کیا ہے۔ معلوم نہیں اس سے کتنوں کے گلے کاٹے ہوں گے!

ہنسی کی باتیں

لڑکا (اسٹیشن ماسٹر سے) کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ گاڑی کس وقت آتی ہے؟

اسٹیشن ماسٹر۔ میں تمھیں چار مرتبہ بتا چکا ہوں کہ پانچ بج کر پچپن منٹ پر آتی ہے۔ تم بار بار کیوں پوچھتے ہو؟

لڑکا۔ جب آپ پانچ بج کر پچپن منٹ کہتے ہیں تو آپ کی لمبی مونچھیں ہلتی ہوئی بڑی اچھی معلوم ہوتی ہیں۔

ایک دیہاتی شہر کے کسی ڈاکٹر کے پاس آیا۔ اور اپنی بیماری کا علاج چاہا۔ ڈاکٹر نے ایک دوائی دی اور ایک چمچہ دکھا کر کہا کہ ایسے تین چمچے دن میں تین مرتبہ کھا لینا اور کل مجھے خبر دینا۔ دوسرے دن بیمار پھر آیا۔

ڈاکٹر۔ کیا حال ہے۔ کچھ فائدہ ہوا؟

بیمار۔ کچھ نہیں جناب۔

ڈاکٹر۔ کیوں؟

بیمار۔ اس لئے کہ میں نے اس چمچے کو نگلنے کی بہت کوشش کی، لیکن نگل نہ سکا۔ مہربانی کرکے اس سے چھوٹا چمچہ تجویز کریں۔

ماں۔ موہن تو سب مٹھائی کھا گیا۔ چھوٹے بھائی کے لئے بھی نہ رکھی۔

موہن۔ اماں! اس لئے کہ آپ نے کہا تھا کہ چھوٹے بچے مٹھائی کھانے سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ کہیں چھوٹا بھیا بیمار نہ ہو جائے۔

وحید۔ محمود، رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ تم نے مجھے ایک روپیہ دیا ہے۔

محمود۔ چلو بھائی اچھا ہوا۔ تمہارا ایک روپیہ مجھ پر واجب تھا۔ اب میرا تمہارا حساب بے باق ہو گیا۔

گاؤں سدھار گیت

بے کار نہ رہنا

(از جناب محمد شفیع الدین صاحب نیر دہلی)

مت رہنا بے کار بھیّا مت رہنا
مت رہنا مت رہنا
مت رہنا بے کار بھیّا مت رہنا

بے کاری اک بیماری ہے
بیماری ہے، لاچاری ہے
جو اس روگ کا آزاری ہے
کرموں میں اس کے خواری ہے
اس پر ہے پھٹکار
بھیّا مت رہنا بیکار
مت رہنا بے کار بھیّا مت رہنا

کام سے مت گھبرانا بھیّا
اس دکھ میں سکھ پانا بھیّا
سیدھی راہ پہ جانا بھیّا
اس سے مت کترانا بھیّا
راہ یہ ہے ہموار
بھیّا مت رہنا بیکار
مت رہنا بے کار بھیّا مت رہنا

وقت کو اپنے کھوتے ہیں جو
دن میں گھنٹوں سوتے ہیں جو
فصل نکھیتی بوتے ہیں جو
پھر کرموں کو روتے ہیں جو
ان پر ہے آفت کی مار
بھیّا مت رہنا بیکار
مت رہنا بے کار بھیّا مت رہنا

خالی وقت کو کام میں لاؤ
چرخا کاتو سوت بناؤ

ہاں بٹو، رستی ہٹاؤ
اٹھو، بس اب کچھ کر کے کھاؤ
کار میں ہے اپکار
بھیا مت رہنا بیکار
مت رہنا بے کار بھیا مت رہنا
کام کریں اب سب نرناری
آئی ہے اب کام کی باری
جاگو، جاگی دنیا ساری
دیکھو کیا حالت ہے ہماری
ہم کو ہے جینا دشوار
بھیا مت رہنا بیکار

مت رہنا بے کار بھیا مت رہنا
ہاتھ پہ ہاتھ نہ رکھے رہنا
بیکاری کا دکھ مت سہنا
محنت ہے انسان کا گہنا
مان لو یہ نیر کا کہنا
کہتا ہے وہ پکار پکار
بھیا مت رہنا بیکار
مت رہنا بے کار بھیا مت رہنا
مت رہنا مت رہنا
مت رہنا بے کار بھیا مت رہنا

ہمارے گاؤں کے پرندے نمبر(۱)

نیل کنٹھ

(از جناب پارس ناتھ سنہا صاحب۔ ایم۔ اے)

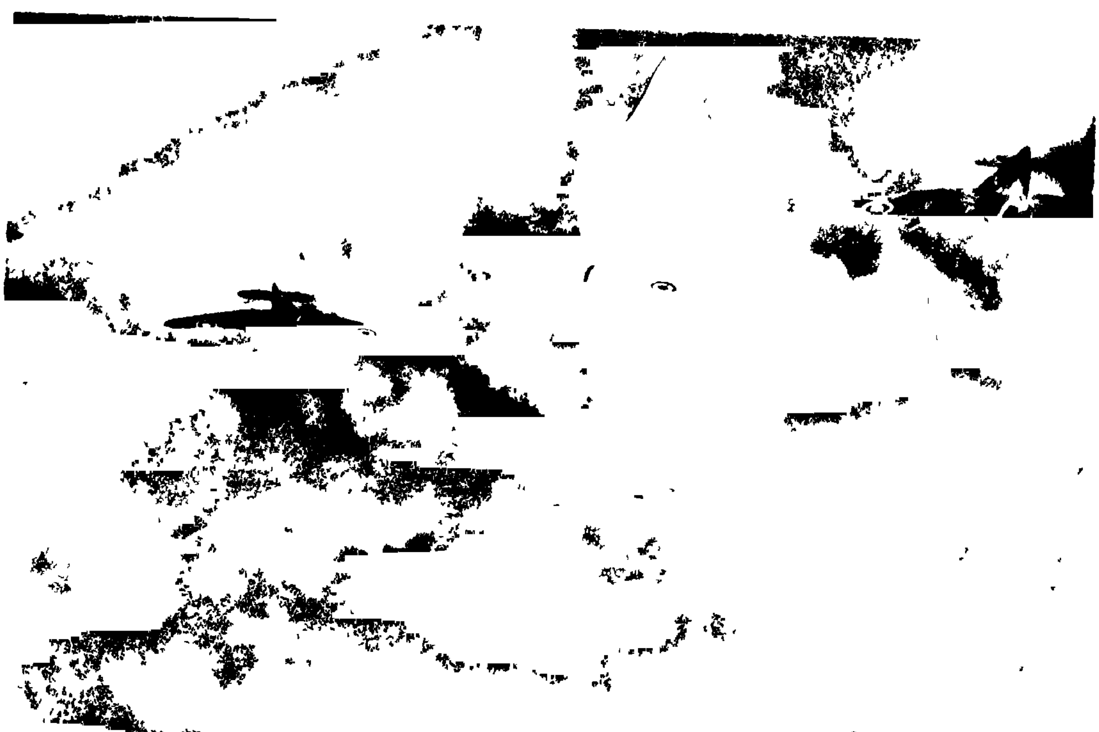
دسہرے کے تیوہار میں نیل کنٹھ کا درشن اچھا شگون سمجھا جاتا ہے۔ نیل کنٹھ کے اندرونی پروں کی چمک دمک راجاؤں کے قیمتی کپڑوں سے کسی طرح کم نہیں ہوتی۔ جب یہ اُڑتا ہے تو اس کے پروں کا رنگ روشنی میں خوب چمکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اسے پیڑ پر بیٹھا ہوا دیکھے تو یہ خیال بھی نہیں کرسکتا کہ یہ اس قدر خوب صورت ہوگا۔ اس لئے کہ اس کی گردن، سر اور اوپر کے پروں میں اتنی چمک نہیں ہوتی۔

نیل کنٹھ کو کسان بہت چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کی خوراک وہ کیڑے ہیں جو کھیتی کو نقصان پہونچاتے ہیں۔ یہ اکثر درخت کی ٹہنی پر بیٹھا ہوا کیڑوں کی تاک میں زمین کی طرف دیکھا کرتا ہے اور جوں ہی کوئی کیڑا رینگا، میاں نیل کنٹھ نے جھپٹ کر اسے لمبی چونچ میں دبایا اور چٹ کر گئے

ہر سال (مارچ) کے مہینے میں نیل کنٹھ کو گھر بنانے کی سوجھتی ہے۔ پہلا کام ساتھی کی تلاش ہے۔ اس زمانے میں یہ بہت شور مچاتا ہے، اور عجیب عجیب کھیل تماشے دکھاتا ہے۔ کبھی ہوا میں اڑتے اڑتے ایک دم پر جوڑ کر نیچے گرنے لگتا ہے اور جب زمین تھوڑی دور رہ جاتی ہے، تو ایک دم کاوا کاٹ کر دوسری طرف اُڑ جاتا ہے۔ یہ سب کھیل تماشے اس لئے ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کو پسند کرے۔ اور جوڑا جوڑا الگ ہو جائے اسے نیل کنٹھوں کا سوئمبر کہنا چاہیئے۔ سوئمبر کے بعد ہر ایک جوڑا گھونسلا بنانے کی فکر میں اِدھر اُدھر پھرتا ہے اور مناسب جگہ کی تلاش کرتا ہے۔ کوئی تو درخت کے کھوکھلے تنے میں اور کوئی کسی پرانی عمارت کی دیوار میں سوکھی گھاس اور تنکوں کا گھونسلا بناتا ہے۔ جب گھر بن جاتا ہے تو مادہ چار انڈے



[illegible]



جاپان کے ہوائی جہاز [illegible]



[illegible]

دیتی ہے۔ اور انھیں چودہ دن تک سیتی ہے اب انڈے سے چھوٹے چھوٹے بچے نکلتے ہیں، ان بچوں کو نہ تو کچھ سوجھتا ہے اور نہ ان کے جسم پر روئیں ہوتے ہیں، لیکن آدمی کے بچوں کی طرح شور یہ پہلے دن سے ہی مچانے لگتے ہیں۔ ان بچوں کے ماں باپ کیڑے مکوڑوں سے ان کی خوب پرورش کرتے ہیں۔ بیس بائیس دن میں یہ بچے اپنے ماں باپ کے برابر ہو جاتے ہیں۔ اور گھونسلے سے پھر سے اڑ جاتے ہیں، آدمی کے بچوں کی طرح نہیں کہ جب تک ماں باپ انھیں انگلی پکڑ کر نہ چلائیں، ان کے قدم بھی نہیں اٹھتے۔

۱۹۳۸ء میں کیا کیا ہوا

(۱) سال بھر تک ہسپانیہ میں برابر مار دھاڑ ہوتی رہی۔ جنرل فرانکو نے اپنی بادشاہت قائم کرنے کے لئے اس ملک کو تباہ کر دیا۔ لاکھوں انسان اب تک مارے جا چکے ہیں۔

(۲) جاپان نے چین کو برباد کر دیا ہے، لاکھوں آدمی مارے گئے اور جاپان نے چین کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا۔

(۳) جرمنی نے بڑی آسانی کے ساتھ پورے آسٹریا اور چیکوسلاوکیا کے بہت بڑے حصہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

(۴) فلسطین میں عربوں اور حکومت برطانیہ میں مقابلہ ہوتا رہا اب تک بے شمار عرب مارے جا چکے ہیں۔

(۵) اس سال غازی مصطفیٰ کمال پاشا ترکی حکومت کے صدر، علامہ سر محمد اقبال اور مولانا شوکت علی انتقال فرما گئے۔

(۶) ۱۹۳۷ء میں ہندوستان کے سات صوبوں میں کانگریس کی حکومت قائم ہوئی تھی۔ اس سال آسام کے صوبے میں بھی کانگریس کی حکومت قائم ہو گئی۔ ان حکومتوں نے ہندوستانیوں کی بہت سیوا کی۔

کانگریس راج

(از جناب برکت علی صاحب فراق - بی - اے - (جامعہ)

کانگریس کیا ہے، اور کانگریس راج کیا ہے؟ یہ اب بتانے کی ضرورت نہیں رہی۔ اب تو تم سب جان گئے ہوگے۔ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہوگا کہ ہندوستان ہندوستانیوں کا دیس ہے، ہمارا تمہارا دیس ہے۔ کوئی سو برس ہوئے ہمارے دیس پر بدیسیوں کا راج ہوگیا ہے۔ اس سے پہلے اس پر ہندو مسلمانوں کا راج تھا۔ پر کچھ آپس کی پھوٹ سے اور کچھ راج کی کمزوری سے فائدہ اٹھاکر بدیسیوں نے ہمارے دیس پر قبضہ جما لیا کچھ دنوں تک تو ہم چپ رہے اور بدیسیوں کی غلامی میں رہے۔ پر کوئی پچاس ساٹھ سال سے ہندوستان کے لوگوں نے سوچنا شروع کیا کہ آخر ہم دوسروں کے غلام کیوں رہیں۔ ہمارا دیس ہے، اس پر دوسروں کا قبضہ کیوں رہے۔ کوئی ۵۲ برس ہوئے ہندوستان میں ایک جتھا بنایا گیا جس کا نام کانگریس رکھا گیا اُسی دن سے یہ جتھا کوشش کرنے لگا کہ ہندوستان، ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہو جائے۔ پہلے پچیس تیس برس تک تو کانگریس زبانی ہی زبانی بدیسی راج سے کہتی رہی کہ "بھائی ہمارا دیس ہمیں دیدو"۔ پر یہ بدیسی کیوں ماننے لگے۔ ان کو تو ایک سونے کی چڑیا ہاتھ آگئی تھی، اسے ہمارے تمہارے کہنے سے کیوں دیتے۔ پر تمہیں معلوم ہوگا کہ کوئی اٹھارہ برس ہوئے کانگریس نے مہاتما گاندھی کو سردار بناکر اس بدیسی راج سے لڑائی لڑنے کی ٹھانی۔ وہ لڑائی نہیں جو توپ بندوق اور ڈھال تلوار سے لڑی جاتی ہے۔ بلکہ لڑائی کا یہ ڈھنگ رکھا گیا کہ ہندوستانی بدیسی راج کی ایک بات بھی نہ مانیں۔ ان کے کاموں میں شریک نہ ہوں۔ بدیسی راج اس نرالی لڑائی سے گھبرا گیا۔ اور ایک ایک کو سزائیں دینے لگا۔ لوگ بڑی خوشی سے سزا کو مان لیتے اور جیلوں میں جانے کو عزت کی بات سمجھنے لگے۔ یہ زمانہ خلافت اور کانگریس کے ملاپ کا تھا۔ ہندو

مسلمان دونوں نے ایک ہوکر ایسی لڑائی لڑی، کہ بدیسی راج کے دانت کھٹے ہوگئے۔ پر کہیں کہیں ہندوستانیوں سے غلطی بھی ہوئی، وہ مار پیٹ اور آگ لگانے پر تل گئے جس سے مہاتما گاندھی نے لڑائی بند کردی۔

آٹھ نو برس تک لڑائی بند رہی، پر امن کے بعد پھر کانگریس نے لڑائی شروع کرنے کا ارادہ کیا۔ کوئی ۹ برس ہوئے پنڈت جواہر لال جی اس کے سردار بنائے گئے۔ اور انھوں نے اعلان کر دیا کہ اب ہندوستان کسی طرح اس بدیسی راج کے بس میں نہیں رہنا چاہتا۔ وہ اپنے دیس کی پوری پوری آزادی چاہتا ہے۔ اور اگر بدیسیوں نے یہ آزادی نہیں دی، تو کانگریس اپنے دیسی بھائیوں کو ساتھ لے کر اس کی اپنی آزادی کے لئے لڑے گی۔

اس اعلان کے بعد کیا ہوا۔ یہ بھی تمھیں معلوم ہوگا۔ مہاتما گاندھی نے حکومت کے قانونوں کو توڑنا شروع کیا۔ اور سب لوگوں کو بتایا کہ اس راج کے کسی قانون کو نہ مانا جائے۔ اور ستیاگرہ کیا جائے۔ سب سے پہلے نمک کے قانون کو مہاتما جی نے خود توڑا۔

تم کو شاید معلوم ہو کہ نمک بنانے کا اختیار حکومت نے خود اپنے ہاتھ میں رکھ چھوڑا ہے۔ وہ خود نمک بناتی ہے اور بیچتی ہے۔ دوسرا کوئی بنائے تو اسے سزا دی جاتی ہے۔ گاندھی جی نے بتایا نمک ایسی چیز ہے جو امیر غریب راجہ پرجا سبھی کھاتے ہیں، اس کو بیچنا ایسا ہے جیسے ہوا، پانی اور روشنی کو بیچنا۔ تو گاندھی جی نے نمک بنایا۔ پکڑے گئے اور ان کو سزا دی گئی۔ پھر تو ان کی دیکھا دیکھی سبھی لوگوں نے نمک کا قانون توڑنا شروع کر دیا۔ اتنے آدمی جیلوں میں گئے، کہ حکومت کو نئے نئے جیل بنانے پڑے۔ لوگوں کی جائدادیں بیچ دی گئیں۔ کتنی ہی جگہوں پر لاٹھیاں چلیں، گولیاں برسائی گئیں۔

تم بھی شاید جانتے ہوگے کہ یہ سب کچھ کیوں ہوا ہندوستانیوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ رہیں گے تو آزاد ہوکر رہیں گے یا پھر جان دے دیں گے۔ ہندوستان ہمارا دیس ہے، ہمیں ملنا چاہئے۔ بدیسیوں کا اس پر کیوں راج رہے؟

اس کے بعد حکومت نے وعدہ کیا کہ اچھا لڑائی بند کر دی جائے، تو ہم ہندوستان کی حکومت ہندوستانیوں

کے ہاتھ میں دینے پر غور کریں گے۔ لڑائی بند کر دی گئی۔ اور چار پانچ سال کے بعد انگریزی راج کی طرف سے یہ حق دیا گیا کہ ۔

"جتنے صوبے ہیں، جیسے ہمارا یو۔ پی۔ ان میں ایک بڑی سبھا ہوگی۔ اس سبھا میں جتنے پنچ ہوں گے ان کو دیس کے لوگ چُنیں گے۔ یہ پنچ آپس میں سے سات آٹھ آدمی ایسے چُن لیں گے جو سارے پنچوں کے کہنے کے مطابق راج چلائیں گے۔ یہ وزیر کہلائیں گے پنچ جو جی چاہے اپنے وزیروں سے کام لیں گے۔ ہاں ہاں اتنا ضرور ہے کہ صوبے کا گورنر جس قانون کو چاہے گا اپنے حکم سے روک دے گا اور اس کو چلنے نہیں دے گا۔

یہ قانون اپریل ۱۹۳۷ء سے ہندوستان میں چلا ہے۔ تم کو یاد ہوگا کہ کوئی دو سال ہوئے، سارے ہندوستان میں چناؤ ہوا تھا، یہ چناؤ اسی لئے ہوا تھا کہ صوبے کی سبھا کے لئے پنچ چُنے جائیں۔ جو راج چلائیں گے اس سبھا کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ پوری سبھا میں جس رائے کے لوگ آدھے سے زیادہ ہوں وہی وزیر چُنیں اور راج چلائیں۔

پچھلے چناؤ میں تم لوگوں کی مدد سے کانگریس کا بول بالا رہا۔ صوبے کی سبھا میں کانگریس کے لوگ زیادہ پہونچ گئے ہیں، اور انھیں کے بنائے ہوئے وزیر آج کل راج چلا رہے ہیں۔ کسانوں اور مزدوروں کو کچھ آرام ہوگیا ہے، بنیوں، ساہوکاروں، زمینداروں کی لوٹ مار کچھ کم ہے۔ پولیس کی لاٹھیوں اور گالیوں سے کچھ چین ملا ہے۔ کھیت بے دخل ہونے سے بچنے لگے ہیں۔ کسان کو بیگار اور رسد کی مصیبت سے چھٹکارا ملا ہے۔ غرض ان غریبوں کی بھی ذرا چین سے گذرنے لگی ہے، جن کو چین خواب میں بھی کبھی نہ ملا تھا۔

پر یہ سب تھوڑی دیر کی باتیں ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اصلی خوشی یہ نہیں ہے کہ آدھی روٹی کی جگہ پوری روٹی مل جائے۔ نہ آزادی کا یہ مطلب ہے کہ پولیس کی مار دھاڑ اور زمیندار کی گالیوں سے چھٹی مل جائے، اور پھر اس کی بھی کسے خبر ہے کہ کب صوبے کا گورنر بگڑ بیٹھے اور یہ سارا کھیل قلم کی ایک حرکت سے بگاڑ دے۔ کانگریس کا صرف یہی مطلب نہیں ہے کہ اس کے آدمی صوبے کی پنچایت میں جاکر آج کل کا سا راج چلائیں۔ کانگریس کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ ہندوستان سے انگریزوں کو بے دخل کرکے سارا انتظام ہندوستانیوں

کے ہاتھ میں دیدے۔ ابھی آزادی کہاں، آزادی تو اس کو نہیں کہتے۔ کانگریس راج ابھی پورا پورا کانگریس راج نہیں ہے۔ یہ تو ایک طریقہ ہے۔ بس تو کانگریس اپنی طاقت بڑھائے گی اور جب طاقت آجائے گی تو پوری آزادی حاصل کرلینا آسان ہوگا۔ اب تمھیں یہ سوچنا ہے کہ وہ آزادی کس طرح ملے گی جس میں ہندوستانی بھی دنیا کے اور دیسوں کی طرح اپنی دیکھ بھال اور ترقی خود کریں گے۔ انگریزوں کے بس میں ہوکر نہیں رہیں گے۔

کانگریس راج کی بیوا تم دیکھ ہی رہے ہو۔ ہم تم کو یقین دلاتے ہیں کہ یہی کانگریس ہمیں پوری آزادی بھی دلائے گی۔ اس لئے کانگریس کی طاقت کسانوں اور مزدوروں کی طاقت ہے اور کسانوں اور مزدوروں کی طاقت کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی نہیں ٹھہر سکتی۔

دلچسپ خبریں

۱۵ جنوری کو یو۔پی میں تعلیمی دن منایا گیا۔ جہالت کو دور کرنے کے لئے لاکھوں آدمیوں نے حصہ لیا۔ وزیراعظم اور دوسرے وزیروں نے معمولی آدمیوں کی طرح اس عہدنامہ پر دستخط کئے، جس میں لکھا تھا کہ میں ایک سال کے اندر کم از کم ایک آدمی کو لکھنا پڑھنا سکھادوں گا۔ کانگریسی حکومت کا یہ کام تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا۔

یو۔پی کی حکومت نے بالغوں کی تعلیم کے لئے ۱۹۶۰ نئے اسکول، ۶۸۷ لائبریریاں، اور ۳۰۰ ریڈنگ روم (دارالمطالعے) کھولے ہیں۔

یو۔پی۔ میں نشہ بندی کا حکم بہت کامیاب ہوا لیکن حکومت کو ۹½ لاکھ روپے کا نقصان ہوا ہے۔ عام لوگوں کو جو فائدہ پہونچا اس کے آگے یہ نقصان کچھ بھی نہیں۔

جھانسی میں ریلوے کی ایک ملازمت (بریک مین شپ) کے لئے ۳۰ روپے کی تنخواہ پر دو آدمیوں کی ضرورت تھی، تین ہزار درخواستیں آئیں، جن میں ۲۰۰ بی۔اے۔ پاس تھے۔

اسی دفتر میں معمولی کلرکوں کی چار آسامیوں کے لئے ۳۰ روپے کی تنخواہ کے لئے ۷۰۰ درخواستیں آئیں، ان میں ۱۵۰ بی اے پاس تھے۔

گارڈ کی دو آسامیوں کے لئے ۶۰ روپے کی تنخواہ کے لئے گیارہ سو درخواستیں آئیں، جن میں ۴۰۰ آدمی بی۔اے اور وکالت پاس تھے۔

یہ حالات پڑھ کر ہر ایک ہندوستانی کو رنج ہوگا اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کے نوجوان صرف نوکری کے لئے پڑھتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر جگہ صنعت وحرفت سکھانے کے اسکول کھولے جائیں اور ہر طالب علم بجائے نوکری کے کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرکے اپنی روزی حاصل کرے۔ کانگریسی حکومتیں اس بات پر خاص طور سے غور کر رہی ہیں۔

لکھنؤ۔ کانگریسی حکومت یوپی نے اس قسم کے احکام جاری کئے ہیں کہ سرکاری ملازم کسی ہماشت میں بھی سینما یا تھیٹر کے پاس نہ مانگے، نہ قبول کرے اور نہ ان کا استعمال کرے۔

ہر سال حج کے موقعہ پر لواری (سندھ) میں ایک پیر صاحب مصنوعی حج کرایا کرتے تھے سینکڑوں جاہل مسلمان ان کے پھندے میں آ گئے تھے۔ پچھلے سال سندھ کے عالموں نے اس نقلی حج کی روک تھام کی تھی۔ اور گرفتار بھی ہوئے تھے۔ اس سال سندھ کی حکومت نے اس حج کو قانونی طور پر بند کر دیا ہے۔ اچھا ہوا کہ یہ جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

برما آئل کمپنی کے چھ ہزار مزدوروں نے ہڑتال کر دی ہے۔ ان کو کچھ شکایتیں ہیں جو کمپنی رفع نہیں کرتی۔

موضع بٹارو ضلع شیخوپور میں ابتدائی تعلیم لازمی کر دی گئی ہے۔ وہاں ایک مسلمان جولاہے پر ایک روپیہ جرمانہ کر دیا گیا کہ اس نے اپنے لڑکے کو اسکول نہیں بھیجا۔ اس نے کہا میں نے اپنے لڑکے کو اس لئے مدرسہ نہیں بھیجا کہ وہ کہیں خر چیلا جنٹلمین نہ بن جائے۔ اور اس میں اپنے باپ دادا کے پیشہ سے نفرت کرنے کا خیال پیدا نہ ہو جائے۔

سمندر پار کی خبریں

نیویارک، ۱۵ جنوری۔ ۹ انچ برف پڑنے کی وجہ سے راستے بند ہو گئے۔ پولیس نے اعلان کیا ہے کہ کوئی موٹر چلانے کی کوشش نہ کرے۔ سڑک صاف کرنے کے لئے ۲۲۰۰۰ مزدور لگائے گئے ہیں تمام امریکہ میں بہت سخت سردی پڑ رہی ہے۔

امریکہ نے لڑائی کے لئے بڑے زور شور سے تیاری شروع کر دی ہے۔ اور اعلان کیا ہے کہ بارہ ہزار ہوائی جہاز ہر سال تیار کئے جائیں گے امریکہ کی تیاریوں کی وجہ سے جاپان کو بڑی فکر ہو گئی ہے۔ امریکہ کے سفیر جوزف کینڈی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ممکن ہے مارچ اور مئی میں ایک بہت بڑی لڑائی چھڑ جائے۔

سر جان اینڈرسن وزیر برطانیہ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ بہت جلد جنگ چھڑ جانے کا خطرہ ہے،

اس لئے ہم بھی جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

لندن میں بموں سے بچنے کے لئے ایسی فولادی پناہ گاہیں بنائی جا رہی ہیں جن پر بم اثر نہیں کریں گے فی الحال . . . ہم پناہ گاہیں بنائی جائیں گی۔ جہاں آکر لوگ بمباری سے بچ سکیں گے۔

چین کی حکومت نے ۱۰۰ میل تک جاپانیوں کو پیچھے ہٹا دیا ہے۔ اور بہت سے شہروں پر اپنا قبضہ کرلیا ہے۔

ترکی کے وزیر اعظم نے اعلان کیا ہے کہ ہماری فوجی طاقت کسی بڑی حکومت سے کم نہیں ہے۔ اگر صنعت و حرفت۔ تعلیم۔ تجارت۔ غرضیکہ ہر معاملہ میں ترکی میں حیرت انگیز ترقی ہو رہی ہے۔ ہمارے ملک میں صنعت و حرفت میں اتنی ترقی ہے کہ ہماری ضرورت کی تمام چیزیں ترکی کی بنی ہوئی مل جاتی ہیں، اور کچھ عرصے کے بعد ہم دوسرے ملکوں کو بھی اپنی بنائی ہوئی چیزیں پیش کریں گے۔

شمالی لینڈ (افریقہ) کی سرحد پر اٹلی کی فوجیں پہونچ گئی ہیں۔ اور بہت بڑی مقدار میں لڑائی کا سامان بھی پہونچ گیا ہے۔ یہ لڑائی فرانس سے ہونے والی ہے۔ فرانس کے وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ فرانس کسی طاقت کے آگے نہیں جھکے گا۔

سائنور مسولینی نے مسٹر چیمبرلین سے صاف کہہ دیا ہے کہ اٹلی اسپین سے اپنی فوجیں ایسی شـ پر واپس بلا سکتا ہے جب دوسری حکومتیں ایسا ہی کریں اور جنرل فرانکو کو لڑائی کا حق د اٹلی کی خواہش ہے کہ جنرل فرانکو لڑائی میں کا

فرانکو کی فوجیں بڑی تیزی کے ساتھ آ بڑھ رہی ہیں۔ حال ہی میں حکومت اسپین کو ہزار سپاہیوں کا نقصان ہوا۔ اس میں . . . قید ہوگئے۔

مہاتما گاندھی کا ایک مضمون لندن کے ا "چرچ آف انگلینڈ" میں فلسطین کے متعلق شائع ہوا ہے یں وہ لکھتے ہیں: "عرب فلسطین کے اسی طرح ما ہیں، جیسے انگریز انگلینڈ کے۔ یہودیوں کو عرب کے سر تھوپنا غلطی ہے اور انسانیت کے خلاف ہے"

انگلستان کے اخبارات لکھ رہے ہیں کہ اگر حکومت فلسطین کے معاملہ میں عربوں سے صلح کرلے، تو برطانیہ کے جرمنی اخبارات کا پروپیگنڈا بے حقیقت ہو جائے گا

پیام تعلیم

بڑی عمر کے کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے خاص ایڈیشن۔



S.A STUDIO

پیام تعلیم یو۔پی، سی۔پی، برار، میسور اور حیدرآباد
کے محکمہ تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے

پیام تعلیم
دہلی

ایڈیٹر:۔ محمد حسین حسان، ندوی
قیمت سالانہ عہ/، فی پرچہ ۳ر

جلد ۱	فروری سنہ ۳۹ء	نمبر ۲

فہرست مضامین

دُعا

اے خدا! اے سب کے پیدا کرنے والے۔ زمین اور آسمان کے مالک! مجھے ایسی توفیق دے کہ ہر وقت تجھ کو یاد رکھوں۔ بری عادتوں سے بچ کر اپنی روح اور جسم کو پاک صاف، تندرست اور طاقت ور بناؤں۔ برے خیالات اور خواہشات مثلاً حسد، غصہ، چوری، چغلی، جھوٹ اور دوسرے جھگڑوں سے الگ رہتے ہوئے نیک اور قابل لوگوں کی صحبت اختیار کروں۔ اچھی اچھی کتابیں پڑھوں۔ تمام انسانوں کو بھائی سمجھ کر محبت کروں اور اپنے پیارے ملک کی خدمت کے لئے دل وجان سے تیار رہوں۔

یا اللہ! ہندو اور مسلمانوں کی آپس کی نفرت اور دشمنی کو محبت میں بدل دے۔ اور ان کو اتنی توفیق دے کہ مل کر رہیں اور ملک کو آزاد کرائیں۔

یا اللہ! مجھے اتنی طاقت، اتنی قوت اور ایسا علم دے کہ جس سے تیری مخلوق کی خدمت کرسکوں، بس یہی میری آرزو ہے۔ یا اللہ میری دعا قبول کر۔

محمد عظیم دہلی



کھیتی اور کاشتکار

از حضرت فنشتی بلرامی

کھیتی بھی کیا چیز ہے بھائی
یہ جو نہ ہو تو موت ہی آئی

شانِ امارت، شانِ ریاست
جانِ حکومت، جانِ تجارت

کوٹھی، بنگلے، فیشن، جوڑے
موٹر، بگھی، ہاتھی، گھوڑے

یہ سب سمجھو کاشت کا صدقہ
اس سے ہے قایم سارا نقشہ

گاؤں کے رہنے والے سارے
دھوپ میں تپ تپ کر بیچارے

سب کی خاطر عیش گنوائیں
کاندھوں پہ رکھ کر ہل لے جائیں

بھگتیں آپ مصیبت دہقان
اوروں کو دیں راحت دہقاں

ان کا سا ایثار نہ دیکھا
ان سا کوئی زنہار نہ دیکھا

جانتا ہے یہ ٹھاٹھ ہیں مجھ سے
راجہ، نواب و لاٹ ہیں مجھ سے

لیکن پھر بھی ناز نہیں ہے
اپنی دھن سے باز نہیں ہے

محنت کر کے روٹی کھائی
خود ہے راجہ، بیوی رانی

میرا دیس

پھولوں کا ہر سمت مہکنا گلیوں کا ہر روز چہکنا
باغوں میں پھولوں کا مہکنا میوؤں کا شاخوں سے لٹکنا
جیسا میرا دیس ہے افسر ایسا کوئی دیس نہیں

کیسے اچھے اچھے دریا وہ ان کا اٹھلا کر چلنا
دو بہنیں ہیں گنگا جمنا دنیا میں ثانی نہیں ان کا
جیسا میرا دیس ہے افسر ایسا کوئی دیس نہیں

یہ دیکھو ساون کی بہاریں پڑتی ہیں ہر سمت پھواریں
ہرے بھرے پودوں کی قطاریں بادل جن پر موتی واریں
جیسا میرا دیس ہے افسر ایسا کوئی دیس نہیں

شبنم نے پھولوں کو نکھارا سورج نے کچھ اور سنوارا
کیسا سماں ہے پیارا پیارا اک گلشن ہے بھارت سارا
جیسا میرا دیس ہے افسر ایسا کوئی دیس نہیں

مٹی ہے اکسیر یہاں کی ایسی زمیں ہے اور کہاں کی
جھولی بھر دی سارے جہاں کی کیوں کر ہو تعریف کساں کی
جیسا میرا دیس ہے افسر ایسا کوئی دیس نہیں

حامد اللہ افسر میرٹھی



ہندو مسلمان بھائی بھائی

از جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب پرنسپل جامعہ ملیہ

ہمارے دیس میں سید احمد خاں بہت بڑے آدمی ہوئے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو نئے علم سیکھنے کی صلاح دی اور ایک بہت اچھا مدرسہ علی گڑھ میں اس کام کے لئے کھولا جو اب مسلم یونیورسٹی کہلاتا ہے۔ سید احمد خاں دیس کا بھلا چاہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جب تک دیس کے مسلمانوں میں بھی اچھی باتوں کا چلن نہ ہوگا، علم نہ ہوگا، دیس کی جیت نہ ہوگی۔ ہمارا دیس آگے نہ بڑھے گا۔ انہوں نے ایک دفعہ بڑے پیارے انداز میں بتایا تھا کہ ہندو مسلمانوں میں پیار اور محبت ہونا چاہئے۔ جو انھوں نے کہا تھا ہم اس میں سے تھوڑا سا نیچے لکھتے ہیں۔ دیکھو کیسی اچھی باتیں کہی ہیں۔

"ہندوستان اب ہم دونوں کا وطن ہے۔ ہندوستان کی ہوا سے ہم دونوں جیتے ہیں۔ مقدس گنگا جمنا کا پانی ہم دونوں پیتے ہیں۔ ہندوستان کی زمین کی پیداوار ہم دونوں کھاتے ہیں۔ مرنے میں، جینے میں، دونوں کا ساتھ ہے۔ ہندوستان میں رہتے رہتے دونوں کا خون بدل گیا ہے۔ دونوں کی رنگتیں ایک سی ہوگئیں۔ دونوں کی صورتیں بدل کر ایک دوسرے کی سی ہوگئیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی سیکڑوں رسمیں اختیار کرلیں اور ہندوؤں نے مسلمانوں کی سیکڑوں عادتیں لے لیں۔ یہاں تک ہم دونوں آپس میں ملے کہ ہم دونوں نے مل کر ایک نئی زبان پیدا کرلی۔

اے میرے دوستو! میں نے بارہا کہا ہے اور پھر کہتا ہوں کہ ہندوستان ایک دلہن ہے۔ جس کی خوبصورت اور رسیلی دو آنکھیں ہندو اور مسلمان ہیں۔ اگر وہ دونوں پھوٹ رکھیں گے تو وہ پیاری دلہن بھینگی ہو جائے گی اور اگر ایک دوسرے کو برباد کردے گا تو وہ کانی ہو جائے گی۔ اے ہندوستان کے رہنے والے ہندو اور مسلمانو! اب تم کو اختیار ہے کہ اس دلہن کو بھینگا بناؤ چاہے کانا۔

سچ ہے آدمیوں میں کبھی کبھی رنج بھی ہو جاتا ہے۔ ہندو مسلمان کی۔ آپس میں ہندو ہندوؤں میں، مسلمان مسلمانوں میں، بھائی بھائیوں میں، باپ بیٹوں میں رنج ہو جاتا ہے پھر اس رنج کو بڑھاتے جانا، بڑھ جانے دینا تو اچھا نہیں۔ کیا اچھے ہیں وہ لوگ جو اپنے بھائی سے پہلے معافی مانگ لیتے ہیں اور محبت کو ٹوٹنے نہیں دیتے۔ اے دلوں کے پلٹنے والے تو ہندوستانیوں کے دلوں کو اس طرف پھیر دے۔

کام کی باتیں

بچھو کے کاٹے کا علاج:۔

جس جگہ بچھو کاٹے گولر کے درخت کا دودھ لگا دیں۔ نہایت مفید چیز ہے دو چار منٹ میں آرام ہو جاتا ہے۔ پھاہا تر کر کے لگانا چاہئے۔

(۲) مغز جال گوٹہ پانی میں پیس کر جس جگہ بچھو کاٹے لیپ لیپ کردیں اور اپلے کی آنچ سے سینک دیں فوراً آرام ہو گا۔

سرکہ کے چند قطروں میں تھوڑی سی مصری ملا کر پینے سے ہچکی فوراً بند ہو جاتی ہے۔

سرکہ میں نمک ملا کر پیتل کے برتنوں پر ملنے سے برتن بہت چمکدار اور صاف رہتے ہیں۔

ہماری زبان

از جناب محمود علی خاں صاحب جامعی

ہمارا دیس ہندوستان ہے اور ہماری زبان ہندوستانی ہے۔ یہ زبان بڑی میٹھی ہے۔ دیس کے سب آدمی یہ ہی زبان بولتے ہیں۔ ہندو، مسلمان، پارسی، سکھ، عیسائی سب کی یہ ہی زبان ہے۔ اتر، دکھن، پورب، پچھم سب جگہ اسی زبان کا چرچا ہے۔

یوں تو بنگال والے اپنے گھروں میں بنگلہ بولتے ہیں، مدراس والے تامل، تلنگی اور ملائلم بولتے ہیں، بمبئی والے مرہٹی اور گجراتی، پنجاب والے پنجابی بولتے ہیں۔ اپنے اپنے گھروں میں سب کی بولی الگ ہے۔ لیکن جب ایک بنگالی کسی مدراسی سے ملتا ہے۔ یا بمبئی والا پنجاب والے سے بات چیت کرتا ہے تو ہندوستانی زبان میں کہتا سنتا ہے۔ یہ زبان سب بھائیوں کو ملاتی ہے ہم اس سے دوسرے کی بات سمجھ سکتے ہیں اور اپنی کہہ سکتے ہیں۔ اگر یہ زبان نہ ہوتی تو ایک دوسرے کی بات ہی سمجھ میں نہ آتی۔

ہندوستانی زبان کا جنم بھی سب قوموں کے میل سے ہوا ہے، اور سب بھائیوں نے مل کر اسے پروان چڑھایا۔ پہلے مسلمان فارسی بولتے تھے اور ہندو پراکرت میں بات چیت کرتے تھے لیکن ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے۔ دونوں نے مل کر ہندوستانی زبان نکالی۔ پھر مسلمانوں نے فارسی بولنا چھوڑا اور ہندوؤں نے پراکرت بولنا۔ اب تو دونوں ہندوستانی بولنے لگے اور ایک دوسرے کی بات سمجھنے لگے۔ دونوں نے اپنے میل کی یاد میں اس زبان کو خوب ترقی دی۔ پھر تو سارے دیس میں اس کا راج ہوگیا۔ پنجابی، بنگالی، مدراسی ایک

ایک دوسرے سے اسی زبان میں بات کرنے لگے۔

آج ہماری زبان کی گنتی دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں ہوتی ہے۔ کوئی پندرہ کروڑ آدمی یہی زبان بولتے ہیں۔ اس میں اچھی اچھی کتابیں بھی ہیں بہت سے اخبار بھی نکلتے ہیں۔ یہ ہمارے دیس کی زبان ہے۔ جیسے ہمیں اپنا دیس ہندوستان پیارا ہے۔ ویسے ہی اپنے دیس کی زبان ہندوستانی بھی پیاری لگتی ہے۔

ہماری ہندوستانی زبان

پیاری ہندوستانی زبان

دلچسپ معلومات

جاپان والوں نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جو سرکنڈے سے کاغذ بنا لیتی ہے۔ اب کاغذ بہت سستا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ جاپان کے جنگلوں میں سرکنڈا بہت ہوتا ہے۔

ایک انگریز نے گراموفون کے نرم اور لچک دار ریکارڈ بنائے ہیں جو گر کر ٹوٹ نہیں سکتے۔ یہ اتنے لچک دار ہیں کہ کاغذ کی طرح طے کئے جا سکتے ہیں۔

میونچ (جرمنی) میں ایک عجیب وغریب گھنٹہ ہے جو سارے کا سارا تنکوں کا بنا ہوا ہے۔ اس کے بنانے میں کوئی دھات استعمال نہیں کی گئی ہے۔

چوپایہ جانوروں میں اونٹ ہی ایک ایسا جانور ہے جو تیرنا نہیں جانتا۔

دنیا بھر میں پانچ لاکھ انسان اندھے ہیں۔

مکڑی بغیر غذا کے دس مہینے زندہ رہ سکتی ہے۔

دنیا کی سب سے مشکل زبان چینی ہے۔

گھوڑا ۵۴ دن تک بغیر کھائے پیئے زندہ رہ سکتا ہے۔





[illegible]



محمودا

ڈنمارک کے کسان

از جناب ابو طاہر داؤد بی۔ ایس۔ سی

یورپ کے مغرب میں ساحل سے ایک چھوٹی سی مٹھی اور کلائی کی شکل کا تھوڑا سا حصہ باہر نکلا ہوا ہے۔ ٹھیک اس کے شمال میں ناروے اور سویڈن کا جزیرہ نما اژدھے کی طرح منہ کھولے ہوئے اس پر جھپٹنا چاہتا ہے۔ اس کے مغرب میں انگلستان کا جزیرہ اس ننھی منی مٹھی کی طاقت پر کھڑا مسکرا رہا ہے۔ جانتے ہو یہ مٹھی کس کی ہے؟ یہ ڈنمارک کے کسان کی مٹھی ہے۔ جس میں کفایت شعاری، طاقت اور خودداری ہے۔ یہ مٹھی دنیا کے کسانوں کو دعوت دے رہی ہے کہ تم بھی ہم جیسے بن سکتے ہو۔

اگلے زمانے میں اس چھوٹے سے ملک پر بڑی بڑی مصیبتیں آئیں۔ آئے دن اس پر اسپین فرانس اور جرمن کے بادشاہ چڑھائی کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ جرمنوں نے اس کے زرخیز حصے ہمیشہ کے لئے اس سے چھین لئے اب اس کا رقبہ ہمارے صوبہ سندھ کے ۲/۵ حصہ کے برابر ہے۔ اس میں بھی تمام زمین پتھریلی اور جنگلوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اس کے آس پاس کے ملک کاشت کاری اور تجارت کرکے دنیا کی دولت سمیٹ رہے تھے۔ لیکن اس کے پاس کھانے تک کو نہ تھا۔ ان لوگوں نے نہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا اور نہ فاقوں مرے بلکہ اپنی کلہاڑی لے کر کھڑے ہو گئے اور چند دن میں جنگل کاٹ کر رکھ دئے۔ پھر اپنے دریاؤں سے نہریں نکالیں۔ پل بنائے، ریل نکالی اور تھوڑے ہی زمانے میں سارے ملک میں کاشت کاری کے لئے ہزاروں ایکڑ زمین

تیار کر لی۔ تعجب تو یہ ہے کہ ان تمام باتوں کے لئے انھوں نے نہ تو سرکار سے روپیہ لیا اور نہ بدیسیوں سے قرض مانگا۔ بلکہ سب نے مل کر اپنے ہی چندے سے کام چلایا۔ اس کے بعد انھوں نے دیکھا کہ اناج کی کھیتی میں نفع نہیں ہے تو گھاس بونے لگے تاکہ مویشی پالے جا سکیں۔ یہ لیجئے تمام ملک میں جانوروں کی تعداد بڑھنے لگی۔ دودھ، مکھن اور پنیر کے بیوپار میں ترقی ہونے لگی۔ ہمارے ملک میں یہی بیوپار ہمارے گھوسی کرتے ہیں۔ لیکن کبھی تم نے ان کو خوش حال نہ دیکھا ہوگا۔ وہی بدن پر چھیچھڑے اور چہرے پر فاقے کے آثار کبھی تم نے اس بات پر غور کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟۔

ڈنمارک کے کسانوں نے دنیا کو اتفاق کا سبق سکھایا ہے۔ تم نے اپنی پہلی کتاب میں اس بڈھے کی کہانی پڑھی ہوگی جس نے مرتے وقت سب لڑکوں کو لکڑیوں کا ایک گٹھا دیا تو کوئی اسے نہ توڑ سکا اور جب اس نے اس گٹھے کو کھول کر لکڑیاں علیحدہ علیحدہ کر دیں تو سب نے آسانی سے توڑ ڈالیں۔ اتفاق کی یہ کہانی تم سب نے پڑھی ہے۔ لیکن کبھی اس پہ عمل کرنے کا خیال بھی نہ آیا۔ دیکھو تمہارے محلے میں ایک آدمی آٹا، دال، گھی وغیرہ بیچتا ہے۔ وہ بے چارہ صبح کو دوکان کھولتا ہے اور رات کے دس گیارہ بجے بند کرتا ہے۔ اس سے تو بیل ہی اچھا کہ کچھ دیر بیٹھ کر جگالی کر لیتا ہے۔ بنئے کو تو روٹی کھانے کی بھی فرصت نہیں۔ اس کے علاوہ بے چارے کے پاس اتنی پونجی بھی نہیں کہ بہت سا نفع کمائے۔ آج گھی نہیں رہا تو کل آٹا ختم ہو گیا قرضہ لینے والے وقت پر روپیہ نہیں دیتے اور بڑا بیوپاری زیادہ مال نہیں دیتا۔ تیسری مشکل اور ہے۔ ہر گلی کے نکڑ پر اسی قسم کی اور دوکانیں بھی ہیں جو ایک دوسرے سے مقابلہ کر کے خود ہی برباد ہو جاتی ہیں۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ دس بارہ چھوٹے چھوٹے دوکاندار مل جاتے اور ایک بہت بڑی ساجھے کی دوکان کھول لیتے۔ اس موقع پر شاید تم کہہ اٹھو کہ "ساجھے کی ہانڈی چوراہے پر پھوٹتی ہے"۔ لیکن ایسا ہمارے ہی یہاں ہوتا ہے

اور اسی نئے سب کی حالت خراب ہے۔ اور سنو تمہاری سبزی منڈی میں گاؤں والیاں آکر سبزی فروخت کرتی ہیں۔ بے چاریاں روزانہ اپنے گاؤں سے چار پانچ میل پیدل آتی ہیں اور شام کو پھر اتنا ہی سفر طے کرتی ہیں۔ اس کے بجائے اگر گاؤں کی ترکاری بیچنے والیوں کی ایک انجمن ہوتی اور اس کی طرف سے سبزی منڈی میں ایک دکان ہوتی جہاں سب کا مال ایک لاری میں بھر کر آجاتا تو کتنی آسانی ہو جاتی۔ سب کو گھر بیٹھے نفع مل جاتا اور تکلیف بھی نہ ہوتی۔ اسی شرکت کے کاروبار کی بدولت انگریز سوداگروں کی ایک انجمن ہندوستان میں تجارت کے لئے آئی اور رفتہ رفتہ سارے ملک کی مالک بن بیٹھی۔

اس شرکت کے کاروبار کی وجہ سے آج ڈنمارک بہت امیر ملک ہے۔ دنیا میں مکھن کی جتنی پیداوار ہے اس میں سے قریب قریب چوتھائی حصہ اکیلے ڈنمارک میں تیار کیا جاتا ہے ان کا دوسرا پیشہ مرغیاں پالنا ہے اور ہر سال لاکھوں انڈے باہر بھیجے جاتے ہیں۔

یہ تمام کاروبار انجمن کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ ملک میں ہزاروں انجمنیں ہیں جن کے ممبر صرف کسان ہی ہو سکتے ہیں۔ جس مقدار میں کسان دودھ بھیجتا ہے اسی حساب سے انجمن میں اس کا حصہ بھی ہوتا ہے اور نفع بھی اسی حساب سے ملتا ہے مثال کے طور پر ہم دودھ کی ایک انجمن کا حال لکھتے ہیں :-

ڈنمارک کے ایک شہر میں ایک چھوٹا سا کارخانہ ہے۔ دو سو چونسٹھ ۲۶۴ کسان اس کے حصے دار ہیں۔ ان حصے داروں کے گھروں کا دودھ لانے کے لئے اٹھارہ موٹر گاڑیاں ہیں۔ اس کارخانے سے روزانہ تین ہزار سیر دودھ بھیجا جاتا ہے۔ صبح چھ بجے حصے داروں کا دودھ کارخانے میں آجاتا ہے۔ اس کا وزن کرکے رجسٹر میں درج کر لیا جاتا ہے۔ ہر حصہ دار کے دودھ کا تھوڑا سا نمونہ الگ رکھ لیا جاتا ہے اور اس کا امتحان کیا جاتا ہے کہ اس میں کس حساب سے مکھن نکلے گا اسی حساب سے دودھ کی قیمت مقرر کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کارخانے کے افسر حصے داروں کے

گھروں پر بھی دودھ کی جانچ پڑتال کیا کرتے ہیں آخر کو حصے داروں کو گھر بیٹھے روپیہ مل جاتا ہے۔

ڈنمارک میں فقط دودھ ہی کی انجمنیں نہیں ہیں بلکہ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات میں انھوں نے شرکت کے اصول سے کام لیا ہے۔ جانوروں کے پالنے کی انجمنیں ہیں جن کا کام طاقت ور جانور پیدا کرنا اور ان کی پرورش کرنا ہے۔ اسی طرح کسانوں کے لئے اچھے بیج، کپڑے، کھیتی کے اوزار کھاد، جانوروں کا چارہ مہیا کرنے والی انجمنیں بھی ہیں اسی طرح ایک کسان آسانی سے آٹھ دس انجمنوں کا ممبر رہ سکتا ہے۔

اب تم سمجھ گئے ہوگے کہ ڈنمارک کے لوگ اتفاق ہی کی وجہ سے تھوڑے خرچ اور کم محنت میں زیادہ سے زیادہ مال پیدا کر سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہاں کا مکھن ہمارے بازاروں میں آکر فروخت ہوتا ہے اور ہمارے گھوسی فاقوں مرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اپنا دودھ حلوائی کے ہاتھ اونے پونے بیچ ڈالتے ہیں اور آپس میں مل کر کام کرنا نہیں چاہتے۔

نصیحت کے پھول

(۱) دوست کو دشمن نہ بناؤ۔

(۲) آگ، مرض اور عداوت کو کم نہ سمجھو۔ کیونکہ ان کا تھوڑا ہونا ہی بہت کے برابر ہے۔

(۳) بغیر بلائے کسی کے دسترخوان پر نہ بیٹھو۔

(۴) دو آدمیوں کی بات میں دخل مت دو۔

(۵) دوست کو ضرورت کے وقت پہچانو۔

(۶) جلتا ہوا پانی سر پر مت ڈالو۔ اس سے آنکھ کی روشنی کم ہوتی ہے۔

(۷) جو چیز کھو جائے اس پر افسوس مت کرو۔

(۸) قہقہے کے ساتھ نہ ہنسو۔ اس سے وقار کم ہوتا ہے۔

(۹) فضول باتیں نہ کرو۔ یہ بے وقوفی کی دلیل ہے۔

(۱۰) آدمی کی اچھی اور بری خصلتوں کا امتحان سفر میں لو۔

(۱۱) اپنے ہم سایوں سے نیک سلوک کرو۔

عزیز بہوردی

اسسٹنٹ ایڈیٹر "موٹر کار" گورکھپور

امریکہ کی آزادی

محمد حسین حسان ندوی

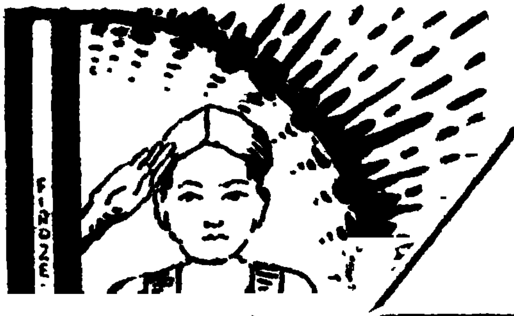
ہمارا دیس انگریزوں کا غلام ہے۔ وہی یہاں ڈیڑھ سو برس سے حکومت کرتے ہیں۔ مدت سے ہم آزاد ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب ڈیڑھ سال سے ہمیں صوبوں کے اندر آزادی ملی ہے۔ رفتہ رفتہ ہم اپنے آپ کو آزاد کرلیں گے اسی طرح اور کئی ملکوں نے لڑ جھگڑ کر اپنے آپ کو غلامی سے نکالا۔ جیسے امریکہ۔ اس ملک میں بھی انگریزوں کا راج تھا مگر اب وہاں اپنی حکومت ہے۔ اس مضمون میں تم پڑھو گے کہ وہاں سے بدیسی راج کیسے ہٹا اور دیسی حکومت کیسے قایم ہوئی اور دیسی حکومت قایم ہو جانے کے بعد امریکہ نے کتنی ترقی کی۔

بہت دنوں کی بات ہے کہ "امریکہ" کو کو اسپین کے مشہور سیاح کولمبس نے معلوم کیا تھا۔ اس کے بعد یورپ کے بہت سے ملکوں کے لوگ یہاں آ آکر آباد ہونے لگے۔ تھوڑے دنوں میں سارا امریکہ آباد ہو گیا اور انگریز اس ملک پر حکومت کرنے لگے۔ وہاں بھی حکومت کرنے کے لئے انگلستان سے گورنر آتے تھے۔ جیسے ہمارے یہاں آتے ہیں۔ یہ گورنر بہت ظلم کرتے تھے۔ اس کے علاوہ تجارت کے قانون انگلستان سے بن کر آتے تھے اور امریکہ والے انھیں ماننے پر مجبور تھے۔ یہ قانون انھیں اپنی مرضی کے مطابق تجارت کرنے سے روکتے تھے۔ بہت سی چیزیں تو وہ اپنے ملک میں بنا بھی نہیں سکتے تھے خاص کر ایسی چیزیں جن سے انگریزوں کی تجارت کو نقصان پہنچتا ہو۔ دوسرے ملکوں سے آنے والے مال پر بھی بھاری محصول لگائے گئے تاکہ

صرف انگریزوں کا مال فروخت ہو۔ ان محصولوں کو امریکہ والے انصاف کے خلاف اور انگریزی حکومت کا ظلم سمجھتے تھے۔ اسی سلسلہ میں چاء پر بھی محصول لگایا گیا۔ غرض لوگوں کی آزادی اور ان کی خواہشوں کو کچلنے اور انھیں طرح طرح سے لوٹنے میں انگریزی حکومت نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ جب رعایا پر حکومت کی زیادتیاں بڑھ جاتی ہیں تو ان میں غلامی سے نجات پانے اور آزادی حاصل کرنے کا جذبہ بہت شدت سے پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی حال ہمارے دیس کا ہے اور امریکہ میں بھی یہی ہوا۔ وہاں لوگوں میں انگریزی راج کے خلاف نفرت تو پہلے سے تھی چاء کے محصول نے آگ پر تیل کا کام کیا۔ انہوں نے چاء کا بائیکاٹ کر دیا اور بوسٹن کی بندرگاہ پر جتنے بنڈل جہازوں پر لد کر آئے تھے سب پانی میں ڈبو دئے۔ بھلا حکومت کو ان باتوں کی کہاں تاب تھی۔ اس نے اس کی بہت سخت سزا دی اور اس بندرگاہ کو اس وقت تک بند رکھنے کا حکم دیا جب تک چاء کی قیمت ادا

نہ کر دی جائے۔ اس مصیبت نے تمام امریکہ والوں کو ایک کر دیا۔ انہوں نے اپنی ایک انجمن بنائی تاکہ حکومت سے وہ اپنی آزادی کے لئے لڑ سکیں۔ پھر اپنی فوج تیار کی۔ لڑائی کا سامان اکٹھا کیا۔ جارج واشنگٹن کو اپنی فوج کا سردار بنایا اور اپنے آزاد ہونے کا اعلان کر دیا۔ انگلستان کا بادشاہ اب ان کا بادشاہ نہیں رہا تھا اس کی تصویریں پھاڑ دی گئیں اور نیویارک شہر میں اس کے مجسّے کو اکھاڑ کر اسے پگھلایا گیا اور لڑائی کے لئے اس کی گولیاں بنائی گئیں۔ اب آزادی کی چاروں طرف سے جنگ شروع ہو گئی اور کوئی چھ سال تک جاری رہی۔

حکومت نے اس لڑائی کو دبانے کی بہت کوشش کی مگر آخر کار حق کی فتح ہوئی۔ انگریز ہار گئے ۱۷۸۲ء میں صلح نامے پر دستخط ہوئے اور انگریزوں نے امریکہ کی آزادی تسلیم کر لی اور اب دیکھو کہ اس ملک نے آزادی ملنے کے بعد اتنی ترقی کر لی ہے کہ اپنے اوپر حکومت کرنے والوں سے بھی آگے بڑھ گیا ہے۔



دیس کا سپاہی

از جناب برکت علی صاحب فراق بی اے

ہمارے دیس ہندوستان کی طرح کبھی اٹلی بھی غلام تھا۔ ایک دوسرا دیس ہے آسٹریا اس کے لوگ اٹلی پر راج کرتے تھے۔ اٹلی والے بے بس تھے اور بے بسوں کا جو حال ہوتا ہے ان کا بھی وہی حال تھا۔ کڑیاں جھیلتے تھے ظلم سہتے تھے۔

آدمی کا حال بہت کچھ اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ یہ چاہے تو اپنی دنیا بدل ڈالے۔ اٹلی والوں نے جب یہ ٹھان لی کہ پردیسیوں کے غلام نہ رہیں گے تو بس تھوڑے ہی دن میں سارے دیس پر بدیسی راج کی جگہ اپنا راج کر لیا۔

اس آزادی کے لئے اٹلی والوں اور آسٹریا والوں میں بڑی لڑائی ہوئی۔ اٹلی کے غریب کسان اور مزدور ایک طرف تھے اور آسٹریا کی بڑی بڑی پلٹنیں ایک طرف۔ اپنا لشکر تو آسٹریا والوں نے اٹلی کو دبانے کے لئے بھیجا ہی تھا۔ خود اٹلی میں بھی غریبوں کو روپیہ کا لالچ دے دے کر اپنی فوج میں بھرتی کرنا چاہا۔ جب وہ لالچ سے بھرتی نہ ہوئے اور اپنے دیس والوں پر ہاتھ اٹھانے سے منہ موڑتے تو ان پر ظلم کیا جاتا اور زبردستی انھیں فوج میں بھرتی کر لیا جاتا تھا۔ ان ہی بے بس لوگوں میں ایک لڑکا تھا۔ اس نے جی میں سوچا کہ اب مجھے پکڑ کر بھرتی کر ہی لیا ہے۔ میں کیا کروں۔ اس نے یہ ٹھان لی کہ کچھ ہو میں اپنے دیس والوں پر گولی نہ چلاؤں گا۔

لڑائی چھڑی یہ لڑکا بھی آسٹریا کی فوج کے ساتھ رن میں گیا پر اس نے اپنی بندوق میں ایک

گولی بھی نہیں بھری ۔ دیس کی نوجوں کی طرف سے گولیاں آئیں اور سنسناتی ہوئی اس کے پاس سے نکل جائیں پر یہ ایک قدم نہ ہٹتا آخر کو ایک گولی آئی اور اس کی چھاتی سے کے پار ہوگئی ۔

لڑائی بند ہوئی تو میدان میں یہ لڑکا بھی مرا پڑا تھا ۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ یہ کیوں مسکرا رہا تھا ۔ اس لئے کہ اس نے اپنے دیس والوں پر جو دیس کی بھلائی چاہتے تھے گولی نہیں چلائی اور اپنی جان دے دی ۔ دیس کی بھلائی کے لئے جان بھینٹ دینے میں جو مزا ہے وہ غلامی کی زندگی میں کہاں ۔

تمہارے چہرے پر رونق نہیں ہے

اس لئے کہ

تم تمباکو پیتے ہو

تمباکو پینے کی وجہ سے تمہارا معدہ کمزور ہوگیا ہے ۔ پھیپھڑے خراب ہوگئے ہیں ۔ بھوک کم لگتی ہے ۔ اکثر قبض رہتا ہے، کھانا اچھی طرح ہضم نہیں ہوتا اور تمہاری صحت روز بروز خراب ہوتی جا رہی ہے ۔ تمباکو کے دھوئیں سے تمہارے دانت بھی پیلے پڑ گئے ہیں ۔ تمہارے منہ سے بدبو آتی ہے ۔

اگر تمہیں اپنی صحت کا خیال ہے تو سب سے پہلے

تمباکو پینا چھوڑ دو

اگرچہ کچھ شروع میں تکلیف ضرور ہوگی لیکن پھر ہمیشہ کے لئے اس سے نجات حاصل کر لوگے ۔

ایڈیٹر



ہمارے ملک کے بہت سے پیچیدہ مسئلوں میں ایک مسئلہ پڑھے لکھے لوگوں کا محنت سے جی چرانا بھی ہے جو بہت اہم ہے۔

لڑکپن ہی سے بچوں کے دل میں یہ اتار دیا جاتا ہے کہ جسمانی محنت کرنا بڑے آدمیوں کا کام نہیں سیر بھر کی پوٹلی ہاتھ میں لے کر جانا شان کے خلاف ہے۔ جب تک کسانوں کے بچے گاؤں کے مدرسے میں چھوٹے درجے میں پڑھتے رہتے ہیں تب تک مویشی چرانا، گھاس چھیلنا، لکڑیاں ڈھونا اور تھوڑا بہت کدال چلانے کا کام کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جیسے ہی اوپر کے درجوں میں جاتے ہیں اپنے ساتھ کے امیر لڑکوں کی نقل کرنا ان کے لئے ضروری ہو جاتا ہے۔

دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں جہاں جسمانی محنت کو ذلیل نگاہ سے دیکھا جاتا ہو۔ جاپان میں پہاڑوں کی سیر کرنے والے نوجوانوں کی ٹولیوں کو دیکھئے ان کی پیٹھ پر ضرور ہی بستر، کھانے پینے کا سامان، اور پانی پینے کا تاملوٹ بندھا ہوگا۔ ساتھ ہی سفری خیمہ اور چائے بنانے کا سامان بھی ہوگا۔ تیس بتیس سیر کا بوجھ پیٹھ پر لادے وہ بڑی خوشی کے ساتھ پہاڑوں پر چڑھتے دوڑتے ہیں۔ ہمارے یہاں تو دس سیر کا سامان بھی اسٹیشن سے دو فرلانگ لے جانے کے لئے قلی کی ضرورت پڑتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سامان کو ڈھو کر پیسوں کی بچت کی جائے لیکن جسمانی محنت کی عادت ڈالنا بھی ضروری ہے۔

جسمانی محنت انسان کے لئے موقع پڑنے پر زندگی کا اچھا سہارا ہو سکتی ہے۔ پڑھے لکھے لوگ نوکریوں کی طرف دوڑتے ہیں۔ جن کے پاس دس ایکڑ زمین ہے وہ بھی محنت کے ڈر سے کھیتی کرنا

پسند نہیں کرتے اور دس، روپیے کی نوکری کے لئے
دردر مارے پھرتے ہیں۔ اس کے لئے برسوں
ناامید ہونے کے بعد بھی ان کا دل مایوس نہیں ہوتا
اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہاتھ میں کدال لینے کو
وہ اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں۔ ایک پڑھا لکھا شخص
اگر کھیتی کے ڈھنگوں کو کچھ جانتا ہو تو کھیتی سے زیادہ
پیدا کر سکتا ہے۔ وہ بیج کے انتخاب، نئے ہلوں و
نئی طرح کی کھاد کے استعمال یا جگہ جگہ سرکار کی طرف
سے مقرر کئے ہوئے ماہرین زراعت کے مشوروں
سے فائدہ اٹھا کر کھیتی کو زیادہ فائدہ مند ہی نہیں بنا
سکتا بلکہ شہد کی مکھیوں کو پالنا، ریشم کے کیڑوں کی
پرورش کرنا، ولایتی مرغیاں پالنا وغیرہ کتنے ہی
اور کام کر سکتا ہے۔ جن سے اس کی مالی حالت نوکری
کی بہ نسبت زیادہ اچھی ہو سکتی ہے۔ اس ہچکچاہٹ کا
سبب بھی ایک حد تک ہمارا جسمانی محنت سے نفرت
کرنا ہے۔

یہی بات نہیں ہے کہ جسمانی محنت ہماری زندگی
میں زیادہ کام آ سکتی ہے بلکہ اچھی صحت کے لئے
بھی وہ بہت زیادہ مفید ہے۔ ایک ہزار ڈنڈ اور
بیٹھک سے جو جسم کو فائدہ ہوگا۔ وہی آدھا کٹھا زمین
جوتنے سے ہوگا۔ زمین جوت کر ہم کھیت کو زیادہ زرخیز
بھی بنا سکتے ہیں۔ ساتھ ہی آنے والی نسلوں کے دل
میں ایسی محنت کے لئے نفرت کا خیال ہٹا دیتے ہیں
ہمارے ملک میں تو یہ مرض بہت بڑھ گیا ہے۔ ملک
کے لیڈروں اور سرکار کو اس بارہ میں زیادہ کوشش
ہی نہیں بلکہ زبردستی کرنے کی ضرورت ہے۔

کتابوں کے سبق میں جیسے اور باتیں پڑھنی پڑتی
ہیں اور ان میں امتحان دینا پڑتا ہے۔ اسی طرح ابتدائی
کتابوں سے لے کر میٹرک اور بی، اے تک ہر ہفتے
کچھ گھنٹے جسمانی محنت کے رکھنے چاہئیں۔ یہ مضمون
اختیاری نہیں بلکہ لازمی ہونا چاہئے۔ کسی نوجوان
کو میٹرک کے امتحان میں بیٹھنے کی اجازت نہ دینا
چاہئے جب تک کہ وہ دو گھنٹے زمین کھود کر یعنی جوت
کر نہ دکھائے۔ اسی طرح یونیورسٹیوں میں بھی یہی قانون
ہونا چاہئے۔ پڑھے لکھے لڑکوں کا جسم سست ہو جاتا ہے
کیوں؟ جسمانی محنت کے نہ ہونے سے۔ جب تک سرکار
اپنی جواب دہی کو نہیں سمجھتی تب تک مدرسوں کے
افسروں اور طالب علموں کو اس طرف دھیان دینا چاہئے۔



چاول کے فائدے اور نقصان

فیاض حسین جامعی

چاول ہی انسانوں کے لئے خاص غذا ہے۔ اگرچہ گیہوں کو بھی خصوصیت حاصل ہے لیکن حساب لگاکر دیکھا گیا ہے کہ تمام دنیا میں گیہوں کی بہ نسبت چاول کی پیداوار اور کھپت زیادہ ہوتی ہے۔ دنیا میں ہر سال ۱۹۶۴۰ کروڑ ٹن چاول پیدا ہوتا ہے اور گیہوں صرف ۱۲۴۳۲۰ کروڑ ٹن۔ دوسرے ملکوں کی بات تو جانے دو ہندوستان اور ہندوستان کے آس پاس کے جزیروں میں تو چاول ہی کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ ہندوستان میں کھانے کے لئے ہر سال ۳۳۰ لاکھ ٹن چاول کی ضرورت ہوتی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چاول سے گیہوں اچھا ہوتا ہے۔ چاول میں زندگی بخشنے والی طاقت نہیں ہوتی۔ لیکن سائنس کی تحقیقات سے یہ بات غلط ثابت ہو چکی ہے۔ گیہوں کی بہ نسبت چاول میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے۔ چاول بہت ہی طاقت دینے والی فائدہ مند غذا ہے۔ تمام کھانے کی چیزوں میں ایک خاص قسم کا جوہر ہوتا ہے جسے "پروٹین" کہتے ہیں۔ گیہوں میں پروٹین چاول سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ چاول میں ۶۶ فی صدی "پروٹین" ہے۔ لیکن جتنا بھی ہے وہ گیہوں کے پروٹین سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ یہ جلدی سے ہضم ہو کر خون بن جاتا ہے۔ تحقیقات کرنے والے لوگوں کے قول کے مطابق چاول کے پروٹین کا ۸۰ فی صدی حصہ جسم کے لئے مفید بن جاتا ہے اور گیہوں کے پروٹین کا صرف ۴۰ فی صدی حصہ

چاول ہمیں دھان سے ملتے ہیں۔ دھان لفظ سنسکرت کے لفظ "دھا" سے ہے "دھا"

کے معنی ہیں اختیار کرنا - دھان ہی کی بدولت ہم جسم کی پرورش کرتے ہیں - اس سے ہمارے زندہ رہنے کی طاقت قایم رہتی ہے -

چاول کے اوپری حصہ میں لال یا سفید ذرا (مٹ میلا سا) ایک بہت ہی باریک چھلکا ہوتا ہے - اس چھلکے کو اکثر ہم برباد کر دیتے ہیں اسی میں زندہ رہنے اور جسم کو مضبوط بنانے والی طاقت رہتی ہے اسے "وٹامن" کہتے ہیں -

ہوا میں "ایتھر جیسی ایک لطیف چیز ہے کھانے کی چیزوں میں ویسی ہی "وٹامن" ہے وٹامن کی کئی قسمیں ہیں جن کے فائدے بھی الگ الگ ہیں - چاول میں دو قسم کے "وٹامن" پائے جاتے ہیں - الف اور ب - الف "وٹامن" خاص طور سے آنکھوں کو بیماری سے محفوظ رکھتا ہے اس کی موجودگی میں آنکھوں کی بیماری پیدا نہیں ہوتی - دیکھنے کی طاقت (نظر) ایک سی بنی رہتی ہے (ب) وٹامن سے کئی فائدے ہوتے ہیں - بیری بیری بیماری کا نام تو تم نے ضرور سنا ہوگا - بڑی خوفناک بیماری ہوتی ہے - یہ بیماری ب وٹامن کی کمی سے ہوتی ہے اور ب وٹامن ہی سے آرام ہوتا ہے - جسم کی طاقت اور وزن اسی کی قوت سے قایم رہتا ہے - دل کی کمزوری اور بھوک لگنے کی بیماری (قبض) کی شکایت بھی نہیں رہتی -

جس شکل میں ہم لوگ چاول کا استعمال کرتے ہیں وہ فائدہ مند نہیں ہے - چاول کو زیادہ صاف کر دینے سے اس کا اصلی جوہر نکل جاتا ہے پھر اسے دھو بھی دیتے ہیں اور اس کا مانڈ باہر کر دیتے ہیں ب وٹامن پانی میں گل جاتا ہے اور ہمارے پکے ہوئے چاولوں میں وہ صفر کے برابر رہ جاتا ہے - ملوں کے چاولوں میں بھی وٹامن نہیں ہوتا - چاول کے سنہ کی طرف اس کا پھنگی ہوتی ہے - اگر کوشش کی جائے تو یہ بچائی جا سکتی ہے - یہ پھنگی بڑی ہی فائدہ مند ہوتی ہے - لیکن ہمارے یہاں کے کھانا پکانے کے طریقہ کی وجہ سے اس میں کوئی وٹامن باقی رہنے نہیں پاتا -

ب وٹامن کو ضائع ہونے سے بچانا بہت ضروری چیز ہے - یہی تو چاول کی جان ہے - ایک

ڈچ سائنسداں نے اس کو بہت ہی فائدہ مند ثابت کیا تھا۔ کچھ کبوتروں پر اس نے دو طرح کے چاول ایک تو بالکل صاف اور دوسرے بھنگی والے چاول استعمال کرکے اس بات کو معلوم کیا تھا۔

جارج گوکل صاحب نے اپنی کتاب میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ ب وٹامن کی کمی سے ہی بیری بیری بیماری، دل کی کمزوری اور سستی وغیرہ شکایتیں پیدا ہوتی ہیں۔

چاول معمولی طور پر دو طرح کے ہوتے ہیں ۱) اروا اور ۲) اُسنا۔ اروا چاول دھان کو سکھا کر صرف کوٹ لیا جاتا ہے۔ اور اُسنا چاول ابالے دھان کا بنتا ہے۔ پہلے لوگ یہ سوچتے تھے کہ اُسنا چاول میں اس کا جوہر کم ہو جاتا ہے۔ ابال دینے سے اس کی اصل طاقت میں کمی آجاتی ہے۔ پانچ چھ سال پہلے آئکٹ رائڈ نامی ایک شخص نے ثابت کیا تھا کہ اروا چاول سے اُسنا چاول میں ب وٹامن زیادہ ہے۔

اب تو یہ بات بیشک مان لی گئی کہ اُسنا چاول میں ب وٹامن اس سے تگنا ہے لیکن ہم لوگوں کی بیوقوفی سے اس کا جوہر ضائع ہو جاتا ہے۔

ہندوستان کے کچھ صوبوں میں روٹیاں بھی پکائی جاتی ہیں اس میں شک نہیں کہ بیل کے چاول سے روٹی زیادہ مفید ہوتی ہے۔ مگر چاول سے گیہوں میں وٹامن کم نہیں۔

کھانے کی چیزوں میں ہم نئی طرح کے اجزاء پاتے ہیں۔ پانی، نشاستہ، پروٹین، چکنائی اور نمک۔ نیچے کے نقشہ میں ہم چاول اور گیہوں کے حصوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔

چیز	پانی	نشاستہ	پروٹین	چکنائی	نمک
چاول	۱۲٫۰	۷۹٫۸	۷٫۲	۲٫۰	۱٫۰
گیہوں	۱۲٫۰	۷۱٫۲	۱۱٫۲	۱٫۷	۱٫۹

اوپر کے حساب میں تم صاف طور پر دیکھ سکتے ہو کہ دونوں میں بہت ہی کم فرق ہے۔ اور جن ایک آدھ چیزوں میں گیہوں چاول سے زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے وہ بھی ٹھیک نہیں۔ گیہوں کا پروٹین چاول کے پروٹین سے اچھا ہوتا ہے یہ میں اوپر کہہ چکا ہوں۔

لیکن سب قسم کے چاولوں میں یہ اجزاء ایک

ہی طریقے کے نہیں پائے جاتے جیسے۔

چیز	پانی	نشاستہ	پروٹین	چکنائی	نمک
بھات	۷۲٫۵	۱۴٫۹	۵٫۰	۰٫۱	۰٫۳
مل کا چاول	۱۲٫۴	۷۹٫۴	۶٫۹	۰٫۴	۰٫۵
دھان	۱۰٫۵	۶۸٫۱	۶٫۸	۱٫۰۶	۴٫۰

اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہی کہ چاول ہمارے جسم کو مضبوط رکھنے کے لئے بہت اچھی غذا ہے۔ وٹامن کی اس میں کمی نہیں۔ طاقت اور مضبوطی کے لئے جتنی چیزیں ہمیں چاہئیں وہ چاول میں مل جاتی ہیں۔ سفید جوہر اور پانی کے اجزا کی زیادتی کچھ نقصان دہ ضرور ہے لیکن ہم چاول ہی تو نہیں کھاتے۔ ساگ، بھاجی، پھل، پھول، دودھ، گھی، گوشت، مچھلی چاول کی اس کمی کو پورا کردیتے ہیں

ایک بات دھیان میں رکھنا ضروری ہے کہ بھات کے مانڈ کا نکالنا نقصان دہ ہے۔ اتنے ہی پانی میں چاول ابالا جائے کہ چاول کے دانے گل جائیں اور پانی نہ بچے۔ درمیان میں کبھی کبھی اس خیال سے کھچڑی کھاتے رہنا کہ اس سے جسم مضبوط ہو مفید ہے۔

کشور (ہندی)

ہنسی کی باتیں

راحت علی۔ (اپنے ایک دوست سے جو دیر سے الٹا اخبار پڑھ رہا تھا) کیوں صاحب آپ اتنی دیر سے اخبار الٹا دیکھ رہے ہیں۔

ان پڑھ دوست۔ واہ جی واہ۔ آپ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے۔ میں الٹا پڑھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ سیدھا تو میں نے پڑھ لیا ہے۔

شیخ صاحب۔ ہم نے ایسے لوگ بھی اس دنیا میں دیکھے ہیں جو انڈے بیچ بیچ کر اپنی عورتوں کے لئے زیور بناتے ہیں۔

مرزا صاحب۔ جی ہاں ہم بھی اس دنیا میں رہتے ہیں۔ لیکن ہم تو زیور بیچ بیچ کر انڈے کھاتے ہیں۔

زکام

فیاض حسین ہاشمی

زکام ایسا مرض ہے کہ تھوڑی سی بداحتیاطی میں لوگ اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اگر اس کا باقاعدہ علاج نہ کیا جائے تو خوفناک شکل اختیار کر لیتا ہے بخار، کھانسی، دمہ، غدود کا پھول جانا، آنکھ، کان، ناک اور حلق کی بیماریاں، بدہضمی، نمونیہ وغیرہ سب اسی سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر زکام ہو گیا ہو تو کسی اچھے حکیم یا وید سے مشورہ لے کر فوراً اس کا علاج شروع کرا دینا چاہئے۔ زکام یا نزلہ ایک ہی چیز نہیں۔ جو مادہ ناک کی راہ سے نکلے وہ زکام کہلاتا ہے اور جو مادہ حلق پر گرے وہ نزلہ کہلاتا ہے۔ نزلے سے آواز بھاری ہو جاتی ہے یا بیٹھ جاتی ہے اور ناک کے نتھنے بند ہو جاتے ہیں۔

زکام پیدا ہونے کے اسباب

(۱) بہت زیادہ کھا لینا یا بدہضمی (۲) سگرٹ نوشی کی کثرت (۳) زیادہ گرم و سرد ہوا میں ایک دم باہر نکلنا (۴) تیز بدبودار اور خوشبودار چیزوں کا سونگھنا (۵) گرد و غبار کا سانس کے ذریعہ سے ناک میں گھس جانا (۶) گرمیوں میں برف کی کثرت۔ (۷) زکام والے شخص کے قریب بیٹھنا۔

(۱) زیادہ کھانے سے یا دیر میں ہضم ہونے والی چیزوں کے استعمال سے بدہضمی پیدا ہو کر زکام ہو جاتا ہے لہٰذا ہمیشہ جلد ہضم ہونے والی چیزیں کھایا کیجئے۔ اور بیاہ شادی اور دعوتوں کے موقع پر زیادہ کھانے سے پرہیز کیجئے۔

(۲) سگرٹ پینے سے گلے کی نرم بلغمی جھلی میں خراش پیدا ہو جاتی ہے۔ گلا سوج جاتا ہے۔ کھانسی ہو جاتی ہے اور زکام ہو جاتا ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ سگرٹ نوشی آہستہ آہستہ ترک کر دی جائے کیوں کہ

سگرٹ سے اور بہت سی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۳) ایک دم زیادہ سرد اور زیادہ گرم ہوا میں نہیں نکلنا چاہیئے اگر باہر جانا ضروری ہو تو سر پر کپڑا ضرور ڈال لینا چاہیئے تاکہ سخت موسم کا اثر نہ ہو جائے ورنہ چھینکیں آکر فوراً زکام ہو جائے گا۔

(۴) ایسی بدبودار اور خوشبودار چیزیں جو ایک دم دماغ پر جاکر اثر کریں ان کے سونگھنے سے بھی زکام ہو جاتا ہے۔ مثلاً مٹی کا تیل، انگریزی عطریات، عطر خس وغیرہ۔ لہذا ایسے تیز عطریات اور تیز بدبودار چیزوں سے حتی الامکان بچنا چاہیئے۔

(۵) جب سڑکیں جھاڑی جا رہی ہوں اور ان پر گرد وغبار اُڑ رہا ہو تو اُس جگہ سے ناک بند کرکے فوراً گذر جانا چاہیئے۔ ورنہ گرد وغبار سانس کے ذریعہ ناک میں گھس کر زکام پیدا کر دے گا۔

(۶) گرمیوں میں برف کے استعمال سے بھی پرہیز واجب ہے۔ ایک تو برف یوں ہی نقصان دہ ہوتا ہے پھر اس کی کثرت اور بھی بیماریاں پیدا کرتی ہیں۔ لہذا اگر ٹھنڈے پانی کی ضرورت ہو تو کنوئیں کا تازہ پانی۔ صراحی اور گھڑوں کا ٹھنڈا کیا ہوا پانی بہت بہتر ہوتا ہے۔

(۷) زکام کو مرض متعدی (چھوت کی بیماری) مانا گیا ہے۔ ڈاکٹروں نے تحقیقات کی ہے کہ بیمار کی ناک اور منھ سے جرمس نکل کر قریب کے لوگوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور ان کے حلق اور ناک میں گھس کر ان کو بھی زکام کا مریض بنا دیتے ہیں۔ اس لئے جب مریض کو خوب چھینکیں آرہی ہوں اور مادہ ناک سے خارج ہو رہا ہو یا کھانسی کے ذریعہ سے بلغم نکل رہا ہو ایسی حالت میں مریض کے پاس بیٹھنا اور اس کے ہمراہ کھانا پینا مناسب نہیں ہے۔

علاج

ان تمام احتیاط کے باوجود بھی اگر کسی وجہ سے زکام ہو جائے تو آپ فوراً کسی اچھے حکیم سے مشورہ کریں۔ اگر حکیم اس جگہ موجود نہ ہو تو نیچے لکھے ہوئے نسخوں میں سے کوئی ایک نسخہ استعمال کریں۔ یہ نسخے زکام اور نزلہ دور کرنے میں بہت ہی مفید ثابت ہوئے ہیں۔

زکام کا نسخہ

گاؤزباں ۲ ماشہ۔ عناب ۷ دانہ سپستان ۵ دانہ مصری

ان ادویات کو پاؤ بھر کھولتے ہوئے پانی میں ایک منٹ ڈال کر اتار لیں اور چھان کر گرم چائے کی طرح پئیں بچوں کو ان کی عمر کے مطابق دیں۔

نسخہ نمبر ۲۔ گل بنفشہ ۲ ماشہ، گاؤ زبان ۳ ماشہ جوش دے کر اور مصری ملا کر پی لیں۔ یہ نسخہ بھی زکام کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے۔

پرہیز

زکام کے لئے پرہیز سب سے بڑی دوا ہے۔ اگر کسی شخص کو دوا نہ ملے اور وہ باقاعدہ علاج بھی نہ کرا سکے تو پرہیز کرنے ہی سے اس کو آرام ہو جائے گا۔

چائے | اس کے پینے سے زکام بند ہو جاتا ہے اچھی طرح مادہ خارج نہیں ہوتا۔ سر میں درد ہو جاتا ہے۔ اس لئے زکام کے زمانے میں چائے نہیں پینی چاہیے۔ اگر سردی کی وجہ سے چائے پینی ضروری ہو تو مندرجہ ذیل طریقے سے بغیر دودھ کی چائے بنا کر پئیں۔ کھانسی، نزلہ، زکام اور بلغمی بخار کو فائدہ ہوگا۔

چائے عمدہ قسم ۲ ماشہ، دارچینی ۳ ماشہ، بادیان خطائی ۲ ماشہ، زوفائے یابس ۲ ماشہ

کو آدھ سیر پانی میں جوش دیں۔ جب پانی نصف رہ جائے تو مصری حسب ضرورت ملا کر پی جائیں۔ بچوں کے لئے عمر کے مطابق کم پلائیے۔

مکھن تیل گھی | ہر قسم کی چکنائی کی بنی ہوئی چیز سے پرہیز کیجئے۔ ورنہ آپ کو کھانسی ہو جائے گی۔ زکام میں ہر قسم کی چکنائی نقصان دیتی ہے۔

کھٹائی گڑ مٹھائی | زکام اور کھانسی کے زمانے میں حتی الامکان ان چیزوں سے بچنا چاہئے۔ ورنہ آپ کا زکام خراب ہو جائے گا۔ کھانسی زیادہ ہو جائے گی۔ گلا سوج جائے گا اور غدود پھول جائیں گے اور آپ کی تکلیف بڑھ جائے گی۔

گوشت اور کباب | جب تک زکام رہے گوشت اور اس سے بنی ہوئی چیزوں سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کیجئے۔

پانی | حتی الامکان بہت کم استعمال کیجئے۔ جب بھی پانی پینے کی ضرورت ہو نیم گرم پانی پیجئے۔ اور گرمیوں میں ٹھنڈا پانی خصوصاً برف کے پانی سے پرہیز کیجئے۔

ابتدائے زکام میں نہانا نقصان دیتا ہے۔

اس لئے شروع زکام میں غسل نہ کیجئے۔ جب زکام پک جائے تو اس وقت غسل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

سونا زکام کے زمانہ میں دن میں کبھی نہ سوئیے۔ چت سونا نقصان دیتا ہے۔ اس لئے کہ زکام کا زہریلا مادہ اندر چلا جاتا ہے اور تکلیف دیتا ہے۔ اس لئے کروٹ سے سوئیے۔

کیا کھانا چاہئے؟

معمولی چپاتیاں مونگ کی دال، یا مونگ کی دال اور پالک کا ساگ۔ فاقہ کریں تو سب سے بہتر ہے۔

یہ تمام باتیں جو میں نے اوپر لکھی ہیں یہ سب تجربے کی ہیں اور مشہور حکیموں کی رایوں کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ بلا ناغہ کم از کم تین دن یا زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ تک اس پر عمل کرتے رہے تو انشا اللہ آپ کا نزلہ، کھانسی، بخار سب جاتے رہیں گے۔ بلکہ صحت پہلے سے بھی بہتر ہو جائے گی۔ یاد رکھئے۔

"پرہیز سب سے بہتر دوا ہے۔"

انمول موتی

(۱) خدا کے خوف سے ہمیشہ ڈرو اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

(۲) اندھے کو راستہ بتانا ثواب کا کام ہے۔

(۳) حسد بری چیز ہے اور رشک اچھی چیز ہے۔

(۴) کسی کے مذہب کی برائی نہ کرو۔

(۵) لڑائی جھگڑا خدا کو پسند نہیں۔

(۶) مظلوم کی دعا اثر ضرور کرتی ہے۔

(۷) بدگمانی بری چیز ہے۔

(۸) اخلاق سب سے بڑا جادو ہے۔

(۹) مہمان کی تواضع میں کسر نہیں کرنا چاہئے۔

(۱۰) علم و ہنر سے محروم رہنا سب سے بڑی بدقسمتی ہے۔

(۱۱) جہالت کے برابر کوئی غریبی نہیں۔

(۱۲) ادب کے مانند کوئی میراث نہیں۔

(۱۳) آداب و اخلاق انسان کے زیور ہیں۔

(سید منظور علی وارثی آگرہ)

ہمارا گاؤں

جناب ابوالقاسم صاحب وفاؔ

پتاجی! تسلیم

میں اچھی طرح ہوں۔ دسمبر کی چھٹیوں میں گھر آرہا ہوں۔ میرے ساتھ میرے ایک دوست بھی آئیں گے۔ انھوں نے گاؤں کے رہنے سہنے کے طریقے نہیں دیکھے ہیں۔ انھیں بڑا شوق ہے آپ ان کے رہنے کا بندوبست کر رکھئے گا۔

آپ کا پیارا بیٹا
کیلاش

کیلاش :۔ دسمبر کی چھٹیاں آگئیں بھائی رفیق کل تیار رہنا۔

رفیق :۔ اجی میں چار دن سے تیار بیٹھا ہوں۔ بھائی مجھے گاؤں دیکھنے کا بڑا ہی شوق ہے۔

کیلاش ۔ چلو۔ چلو تمہارا شوق پورا ہو جائے گا اور میں اپنے گھر ہو آؤں گا۔

رفیق :۔ میرے خیال میں گاؤں کی عجیب تصویر کھچی ہوئی ہے۔ میں اپنے ایک رشتہ دار کی شادی میں گیا تھا۔ ریل میں چند گاؤں والے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کہتے جاتے تھے۔ وہ دیکھو وہ کھجوروں کے پیڑ۔ بس ان کے آگے مکھن پور گاؤں ہے۔

کیلاش ۔ ہاں۔ ہاں۔ گاؤں والے اپنے گھوڑوں پر۔ بیل گاڑیوں پر اور پیدل ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں آتے جاتے رہتے ہیں۔ انھیں راستے خوب یاد ہوتے ہیں۔ وہ درختوں کو دیکھ کر پہچان جاتے ہیں۔ تم کل دس بجے تک

تیار ہو کر میرے پاس آ جانا۔

رفیق:۔ اچھی بات ہے۔ باقی باتیں راستے میں کریں گے۔ کیوں موٹر لاری سے چلو گے نا؟۔

کیلاش:۔ ہاں! ہاں!!

(رفیق اور کیلاش موٹر لاری میں بیٹھے باتیں کرتے جا رہے ہیں)

کیلاش:۔ رفیق دیکھنا یہ گنّے کے کھیت ہیں۔ ان کھیتوں کے گنّے بہت میٹھے ہوتے ہیں۔

رفیق:۔ اور وہ دور پیلے پیلے پھولوں کا کھیت کاہے کا ہے۔

کیلاش:۔ سرسوں کا۔ اسی کے پاس سولی کا کھیت ہے۔

رفیق:۔ ارے یہ گاڑی کیوں رک گئی؟۔

کیلاش:۔ آؤ اترو۔ گاڑی آگے جائے گی۔ پتاجی نے بیل گاڑی بھیج دی ہے۔ دیکھو وہ سامنے کھڑی ہے۔

رفیق:۔ چلو بھئی چلیں۔ اہاہا۔ کیسی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں ہیں۔ اور یہ ندی تو دیکھو۔

کیلاش۔ یہ ندی ہے؟ نہر ہے۔ جب پانی کم برستا ہے تو کھیت والے اس کے پانی سے اپنے کھیت سینچتے ہیں۔ دیکھو اب گاؤں شروع ہو گیا۔

رفیق۔ بھلا اس کا مالک کون ہے؟۔

کیلاش۔ ہمارے پتاجی مالک ہیں اور کون ہے؟ وہی اس گاؤں کے زمیندار اور مُکھیا بھی ہیں۔

رفیق۔ اچھا یہ مُکھیا کیا چیز ہوتی ہے؟۔

کیلاش۔ چیز نہیں ہوتی۔ بڑے چودھری کو مکھیا کہتے ہیں۔ گاؤں کے جھگڑے بکھیڑے یہی طے کرتا ہے۔ گاؤں کی اچھی بری بات کی دیکھ بھال بھی مُکھیا کرتا ہے۔

رفیق۔ تو اسے سرکار سے تنخواہ بھی ملتی ہو گی؟"

کیلاش نہیں اسے تنخواہ نہیں ملتی۔ تنخواہ تو گاؤں کے چوکیدار اور پٹواری کو ملتی ہے۔

رفیق۔ اچھا تو چوکیدار اور پٹواری مکھیا سے بڑا

ہوتا ہے ؟ -

کیلاش - نہیں بھائی یہ نوکر ہوتے ہیں - مکھیا نوکر تھوڑی ہوتا ہے - جیسے شہر میں پولیس کا سپاہی پہرہ دیتا ہے - ایسے ہی گاؤں میں چوکی دار پہرہ دیتا ہے - لڑائی جھگڑے، چوری، ڈاکے کی خبر پاس کے تھانے میں لے آتا ہے - کبھی کبھی پٹواری کے کاغذات قانون گو یا تحصیل دار کو دکھانے لے جاتا ہے -

رفیق - تو پٹواری کا چپراسی ہوا -

کیلاش - نہیں گاؤں کا چپراسی سمجھو -

رفیق - یہ قانون گو اور تحصیل دار کہاں رہتے ہیں - ان کے گھر تو تمہارے گاؤں میں بہت اونچے اور اچھے ہوں گے -

کیلاش - گاؤں میں تھوڑی رہتے ہیں یہ سرکاری عہدہ دار ہیں - شہر یا تحصیل میں رہتے ہیں

رفیق - اچھا پٹواری کیا ہوتا ہے ؟ -

کیلاش - ہمارے بڑے بھیا گاؤں کے پٹواری ہیں - چلو تمہیں ان کے گھر لے چلیں -

رفیق - بھئی واہ بڑی ہری بھری جگہ ہے - جدھر آنکھ اٹھاؤ ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے -

کیلاش اور یہاں دیکھنا - ایک بات اور بتاؤں - یہ ہے چچا کا بڑا لڑکا نمبر دار ہے -

رفیق - نمبر دار سے کیا مطلب ؟ -

کیلاش نمبر دار کسانوں سے لگان جمع کر کے سرکاری خزانوں میں داخل کرتا ہے - اس لئے سرکار لگان میں پانچ روپیہ سیکڑہ نمبر دار کو دیا کرتی ہے - جیسے نمبر دار سو روپے لگان جمع کرے تو اس میں سے پانچ روپیہ رکھ لے گا اور پچانوے روپئے سرکاری خزانے میں داخل کر دے گا -

رفیق بھئی انتظام تو بہت اچھا ہے - سرکار کو گھر بیٹھے روپیہ پہنچ جاتا ہے -

کیلاش لو بھئی بڑے بھیا کی چوپال آگئی -

رفیق چوپال کسے کہتے ہیں ؟ -

کیلاش گھر کے باہر مہمانوں کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ - جیسے تم بیٹھک کہتے ہو ... ایسے او چھٹو ! بھیا جی گھر ہیں ؟ -

چھٹوا۔ کھیوٹ، خسرہ دے کر قانون گو کے پاس سکتے ہیں۔

رفیق۔ بھئی یہ کیا چیزیں ہیں؟ ۔

کیلاش۔ پٹواری کے رجسٹروں کے نام ہیں۔ خسرہ کھتونی، جمع بندی، سیاہہ، کھیوٹ، فردِ احکام اور روزنامچہ وغیرہ۔

رفیق۔ ان کتابوں میں پٹواری کیا کیا لکھتا ہے؟۔

کیلاش خسرہ میں کسانوں کے کھیت کا نمبر اور رقبہ محال کا نام، پٹی کا نمبر وغیرہ ضروری باتیں ہوتی ہیں۔

رفیق کھتونی اور جمع بندی میں؟ ۔

کیلاش ان میں کاشت کاروں اور زمین جوتنے والوں کے نام۔ ان کے پورے پتے، خسرہ کا نمبر، کھیت کا رقبہ، لگان کی پوری تفصیل۔ یہ سب باتیں درج ہوتی ہیں۔

رفیق۔ اور سیاہے میں؟۔

کیلاش۔ اس میں کل وصول شدہ لگان لکھا ہوتا ہے۔

رفیق۔ اچھا کھیوٹ میں؟ ۔

کیلاش کھیوٹ میں حصے داروں کے نام اور ان کے حصوں کا رقبہ اور دوسری باتیں درج ہوتی ہیں۔

رفیق:۔ اور روزنامچہ اور فردِ احکام میں؟۔

کیلاش۔ روزنامچہ میں پٹواری روز کا کام درج کرتا ہے۔ فردِ احکام میں قانون گو، نائب تحصیل دار اور تحصیل دار کے حکم احکام لکھتا ہے۔

رفیق:۔ نائب تحصیل دار کون ہوتا ہے؟

کیلاش گاؤں کا سب سے بڑا عہدہ دار پٹواری ہوتا ہے۔ اس سے اوپر قانون گو، اور قانون گو سے اونچا نائب تحصیل دار، اور اس سے اوپر تحصیل دار ہے۔

رفیق:۔ تو زمین وغیرہ کا جھگڑا تحصیل دار ہی چکاتا ہے۔

کیلاش۔ سب سے پہلے تمام جھگڑے پنچایت ہی میں طے ہو جاتے ہیں۔ اگر وہاں نہ طے ہوں تو گاؤں کا پٹواری طے کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ سب سے آخر میں تحصیل دار تک نوبت پہنچتی ہے۔

رفیق۔ گاؤں کی پنچایت گاؤں کی عدالت ہے۔

کیلاش۔ ہاں ہاں! اور یہاں وکیل بیرسٹر یا سرکاری اسٹامپ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

رفیق۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔

کیلاش۔ گاؤں میں ایکا بہت ہوتا ہے۔ ایکے سے سب کام بن جاتے ہیں۔ یہی بات تو ہے جو بڑے بڑے آپس میں طے ہو جاتے ہیں۔

رفیق۔ تمہارا گاؤں اور اس کا انتظام بہت اچھا ہے۔ میرا جی بہت خوش ہوا میں نہیں سمجھتا تھا کہ گاؤں کی زندگی ایسی اچھی ہوتی ہے۔

ہنسی کی باتیں

ایک دوست۔ تم اپنے لڑکے کو کوئی اور کام سکھاتے۔ وکیل کیوں بنا دیا۔

دوسرا دوست۔ بھائی اور کیا کرتا اس کے جھوٹ بولنے کی تو بچپن سے عادت ہے۔

اسلم۔ وکیل کس ماہ میں جھوٹ کم بولتے ہیں۔

نذیر۔ فروری کے مہینے میں۔ کیونکہ اس ماہ میں عام طور سے ۲۸ دن ہوتے ہیں۔

ایک معزز شخص۔ تھانے دار صاحب! میں نے جس گھڑی کی چوری کی اطلاع کل آپ کو دی تھی وہ آج میرے تکیے کے نیچے مل گئی اب آپ میری رپورٹ پر کوئی عملی کارروائی نہ کریں۔

تھانے دار۔ جناب آپ بہت دیر میں پہنچے ہیں۔ اب تو ہم نے چور کا چالان عدالت میں کر دیا۔

بڈھا باپ۔ میں حیران ہوں کہ میرا چاقو اتنا کند کیسے ہو گیا۔

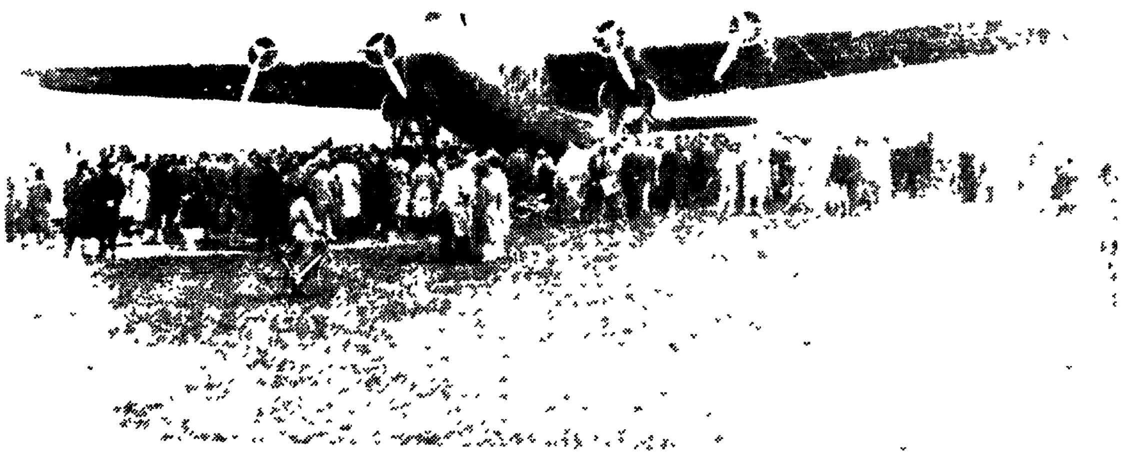
بھولا لڑکا۔ کل جس وقت میں اس سے لکڑی کاٹ رہا تھا تو بہت تیز تھا۔

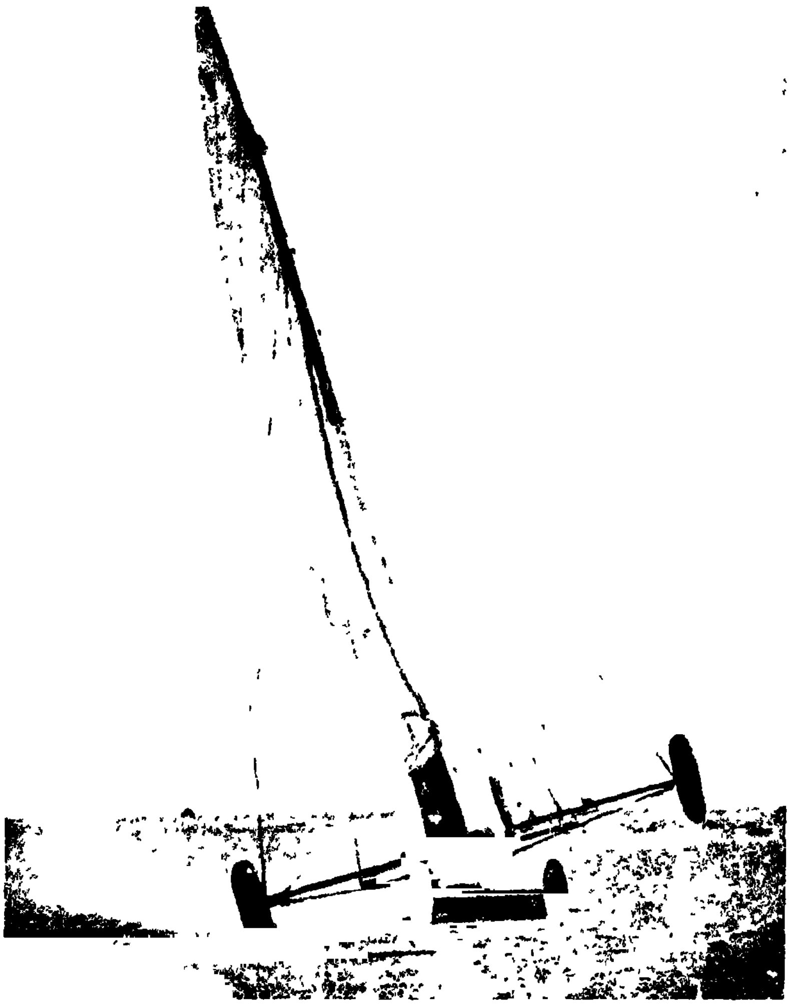
جلسوں میں گانے کے قابل گیت

(از جناب پنڈت وتسہ پرشاد صاحب بی، اے)

اسی شخص کا حق نگہبان ہوگا | جو افعال میں اپنے انسان ہوگا
ستائے گا دنیا میں جو بے کسوں کو | وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوگا
کسی غم زدے پر کروگے جو احساں | دلِ خلق پہ کندہ یہ احسان ہوگا
پریشاں کرے گا جو گلشن کسی کا | خزاں کی طرح خود پریشان ہوگا
چُنے گا بہارِ خرد کی جو کلیاں | وہ رونق میں رشکِ گلستان ہوگا
جو خلق خدا کی تواضع کرے گا | خدا کا وہ جنت میں مہمان ہوگا
رہے گا وہ محرومِ خوانِ کرم سے | نہ حبِ وطن جس کا ایمان ہوگا

فدا جس قدر ہند پیارا ہے اتنا
نہ انگلینڈ ہوگا نہ جاپان ہوگا





محبت کا اثر

از مہاتما گاندھی

ایک بار جب میری عمر پندرہ برس کی تھی۔ میں نے کچھ چوری کی۔ یہ اتنا بڑا پاپ تھا کہ مجھ سے کسی طرح نہ سہا جاتا تھا۔ میں نے دل میں ٹھان لی کہ پھر کبھی چوری نہ کروں گا۔ میرا یہ بھی ارادہ ہوا کہ اپنے پتا جی سے یہ بات صاف صاف کہہ دوں۔ مگر ہمت نہ پڑتی تھی۔ یہ بات نہ تھی کہ مجھے پتا جی کے ہاتھ سے مار کھانے کا ڈر ہو۔ جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے ہم لوگوں کو کبھی نہیں مارا۔ ڈر تو یہ تھا کہ انھیں بہت دکھ ہوگا۔

آخر میں نے یہ طے کیا کہ میں اپنا یہ جرم لکھ کر پتا جی کو دوں اور ان سے سچے دل سے معافی مانگوں۔ میں نے پوری بات ایک کاغذ پر لکھی اور خود لے جا کر انہیں دیا۔ اس کاغذ میں میں نے خالی اپنا قصور ہی نہیں لکھا تھا بلکہ یہ بھی لکھا کہ مجھے اچھی طرح اس کی سزا بھی دی جائے اور ان سے یہ پرارتھنا کی تھی کہ میرے قصور کے بدلے وہ اپنا دل نہ کڑھائیں۔ میں نے اس بات کی قسم کھالی ہے کہ پھر کبھی چوری نہ کروں گا۔

جب میں نے کاغذ انھیں دیا تو میں کانپ رہا تھا۔ وہ ان دنوں بیمار تھے۔ ایک چوکی پر لیٹے رہتے تھے۔ میں نے کاغذ انھیں دے دیا اور چوکی کے سامنے بیٹھ گیا۔

انہوں نے اسے پورا پڑھا اور آنسو ٹپ ٹپ ان کے گالوں پر اور کاغذ پر گرنے لگے۔ دم بھر وہ آنکھیں بند کر کے سوچتے رہے اس کے بعد انہوں نے کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا وہ اسے پڑھنے کے لئے بیٹھ گئے تھے اب وہ

پھر لپٹ گئے۔ میں بھی رونے لگا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ انھیں کیسا دکھ ہے۔ اس کی یاد اب تک میرے دل میں باقی ہے۔

ان محبت کے آنسوؤں نے میرے دل کو پاک کر دیا اور میرے گناہوں کو دھو ڈالا۔ یہ میرے لئے اہنسا کا پہلا سبق تھا۔

کس کھاد میں کون سے پودے کی کتنی غذا موجود ہے؟

نام کھاد	کس کے لئے زیادہ مفید ہے
میلا	خاص طور پر نمکین ترکاریوں اور آلو کو مفید ہے
	عام طور پر ہر قسم کی جنس اور فصل یا پودے کے لئے مفید ہے۔
بھیڑ کی مینگنی	آلو، گیہوں، تمباکو کے واسطے خصوصاً اور عام نباتات کے واسطے عموماً مفید ہے۔
گوبر	ایضاً
ہڈی کا چورا	ہر قسم کی نباتات کے واسطے مفید ہے۔
گلی ہوئی ہڈی	ایضاً
نیم کی کھلی	"
بنولے کی کھلی	آلو کے واسطے خاص طور پر مفید ہے
ارنڈی کی کھلی	ہر قسم کی نباتات کے واسطے مفید ہے۔
سنجے کی کھلی	ایضاً
مہوے کی کھلی	گنے کے واسطے خصوصاً اور ہر جنس کے لئے عموماً مفید ہے۔
قلمی شورہ	گیہوں کے لئے خصوصاً مفید ہے۔
خون	انگور، باغ کے پودوں، گنا، گیہوں، آلو کے

نام کھاد	کس کے لئے زیادہ مفید ہے
	لئے خاص طور پر مفید ہے۔
سپر فاسفٹ	گنا، گیہوں، آلو، تمباکو اور ان پودوں کے لئے زیادہ مفید ہے جن کو پوٹاش کی زیادہ ضرورت ہے
کوڑا	گیہوں کے لئے خاص طور پر مفید ہے۔
راکھ	پوٹاش چاہنے والی فصلوں کے لئے مفید ہے۔
اون	گنے کو خاص طور پر مفید ہے۔
کپاس	کپاس کے لئے خصوصاً مفید ہے۔
گڑ کی میلی	گیہوں آلو اور گنے کے واسطے مفید ہے۔
سینگ کا برادہ	آلو اور گنے کے واسطے خاص طور پر مفید ہے۔
سن کی سبز کھاد	آلو اور گیہوں کے لئے خصوصاً اور ہر جنس کے لئے عموماً مفید ہے۔
مونگ پھلی کی کھلی	ہر قسم کی نباتات کے لئے مفید ہے۔
سوڈیم نائٹریٹ	عام طور پر مفید ہے۔
ہڈی کی راکھ	ایضاً

قانون سب کے لئے برابر ہے

منشی پریم چند مرحوم

ایک دن ایک سادھو رام چندر جی سے ملنے آیا۔ اور کہا میں آپ سے اکیلا میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جب تک باتیں کرتا رہوں کوئی دوسرا کمرے میں نہ آنے پائے۔ رام چندر جی مہاتماؤں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اس خیال سے کہ کسی معمولی دربان کو دروازے پر بٹھادوں گا تو ممکن ہے کہ وہ کسی امیر یا بڑے عہدے دار کو اندر آنے سے نہ روک سکے۔ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی لکشمن کو دروازہ پر بٹھادیا اور تاکید کردی کہ خبردار کوئی اندر نہ آنے پائے۔ یہ کہہ کر رام چندر جی اس سادھو سے کمرے میں باتیں کرنے لگے۔ اتفاق سے اسی وقت دُرباسا رشی آپہونچے۔ اور رام چندر جی سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ لکشمن نے کہا "ابھی تو مہاراج ایک مہاتما سے باتیں کررہے ہیں۔ آپ ذرا ٹھہر جائیں تو میں ملا دوں گا" دُرباسا بہت غصّہ والے تھے۔ غصّہ ان کی ناک پر رہتا تھا۔ بولے "مجھے فرصت نہیں ہے۔ میں اسی وقت رام چندر جی سے ملوں گا۔ اگر تم مجھے اندر جانے سے روکو گے تو میں ایسی بد دعا دوں گا کہ تمہارے خاندان کا ستیاناس ہوجائے گا"

بے چارے لکشمن بڑے دُبدھے میں پڑے۔ اگر دُرباسا کو اندر جانے دیتے ہیں، تو رام چندر جی ناراض ہوتے ہیں۔ نہیں جانے دیتے تو بھیانک بد دعا ملتی ہے۔ آخر انھیں رام چندر جی کی ناراضی

زیادہ آسان معلوم ہوئی اور درباسا کو اندر جانے کی اجازت دے دی - درباسا اندر پہنچے - انھیں دیکھتے ہی وہ سادھو بہت بگڑا اور رام چندر جی کو برا بھلا کہتا ہوا چلا گیا - درباسا بھی ضروری باتیں کر کے چلے گئے - مگر رام چندر جی کو لکشمن کی یہ بات بہت بری معلوم ہوئی - باہر آتے ہی لکشمن سے پوچھا - "جب میں نے تم سے تاکید کر دی تھی تو تم نے درباسا کو کیوں اندر آنے دیا" لکشمن نے شرمندہ ہو کر کہا - "مہاراج میں کیا کرتا وہ بڑی سخت بد دعا دینے کی دھمکی دے رہے تھے"

رام چندر جی نے کہا "تو تم نے ایک سادھو کے مقابلہ میں راجہ کے حکم کی پروا نہ کی - سوچو - یہ مناسب تھا؟ میں راجہ پہلے ہوں، بھائی پیچھے - تم نے اپنے بڑے بھائی کی مرضی کے خلاف کام نہیں کیا ہے، بلکہ تم نے اپنے راجہ کا حکم توڑا اس سزا سے تم کسی طرح نہیں بچ سکتے - اگر تمہاری جگہ کوئی دربان ہوتا تو تم جانتے ہو میں اسے کیا سزا دیتا؟ میں اس پر جرمانہ کرتا لیکن تم اتنے سمجھ دار، اتنے ذمہ دار آدمی ہو، اس لئے وہ گناہ اور بھی بڑا ہو گیا ہے اور اس کی سزا بھی بڑی ہونی چاہئے - میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم آج ہی اجودھیا کا راج چھوڑ کر نکل جاؤ - قانون سب کے لئے ہے وہ رو رعایت نہیں جانتا"

لطیفہ

ایک دانت بنانے والے ڈاکٹر کی نظر کمزور تھی - ایک دن اس کے پاس ایک آدمی دانت نکلوانے آیا -

دندان ساز - دیکھا جناب! کس طرح بغیر تکلیف کے آپ کا دانت نکال لیا - آپ کو تکلیف تو بالکل نہ ہوئی ہوگی -

دانت نکلوانے والا - لیکن حضرت آپ نے دانت کب نکالا - یہ تو میرے کالر کا بٹن آپ نے کھینچ لیا ہے -

مندر کا پاک پانی

جناب شیام سروپ
شرن صاحب مظفر نگر

نہ معلوم کہ اب اس کو کس کی نظر کھا گئی جو وادی کہ چند سال پیشتر ہریالی کا لباس زیب تن کئے رہتی تھی اور لہلہاتی ہوئی معلوم پڑتی تھی جس وادی میں کہ ہر سو ننھے ننھے بھینی بھینی خوشبو والے نازک پھول اُگے رہتے تھے اور جن کی حفاظت کے لئے پہاڑوں نے چاروں طرف ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ جن میں کہ چکور ہر وقت شور مچاتے رہتے تھے۔ جس وادی کی خوبصورتی دیکھ کر طاؤس بھی رقص کرنے لگتے تھے۔ جس وادی میں کہ چشموں کا پانی سانپ کی طرح موجیں مارتا ہوا چلتا تھا اور خوبصورتی میں ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر تھا۔ ان میں سے ایک تو اپنی خوبصورتی کے باعث سنہری دریا کے نام سے موسوم ہو گیا تھا۔ اب اس وادی میں نہ کہیں چشموں کا نشان ہے اور نہ کہیں وہ لہلہاتی ہوئی ہریالی دکھائی پڑتی ہے۔ بجائے موروں اور پپیہوں کی آوازوں کے چیل اور کوّوں کی آوازیں سنائی پڑتی ہیں اور یا ہر طرف ریت ہی ریت نظر آتا ہے۔

اس ایک دم انقلاب کی وجہ یوں بیان کی جاتی ہے کہ اس وادی میں پہلے تین بھائی مل جل کر ایک ہی جگہ رہا کرتے تھے۔ جن میں سے سب سے چھوٹے کا نام سرپال تھا۔ اس کے دونوں بڑے بھائی مغرور، ضدی اور ظالم تھے۔ اس کے ظلم وستم سے ناراض ہو کر سنہری دریا کے دیوتا نے اس وادی کو ایک بہت بڑا طوفان بھیج کر ریگستان کی شکل میں بدل دیا تھا۔

اب وادی کو چھوڑ کر تینوں بھائیوں نے اپنے پیٹ پالنے کی غرض سے ایک سُنار کی دوکان پر نوکری کر لی تھی جو کہ ان سے بہت سخت کام لیتا تھا لیکن اجرت تھوڑی دیتا تھا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ سنہری دریا کا دیوتا ان بھائیوں کے سامنے ظاہر ہوا۔ اس نے ان کو بتلایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص پاک پانی لے جاکر اس دریا کے منبع (نکاس کی جگہ) پر چڑھائے تو اس دریا کا پانی سونے کی شکل میں تبدیل ہو جائے گا۔

پہلے دونوں بھائی جو کہ ظالم تھے پانی چڑھانے کے لئے روانہ ہوئے۔ مگر جب ان میں سے کوئی لوٹ کر نہ آیا تو مہ پال کو جو کہ قدرتی طور پر رحمدل تھا بڑی فکر ہوئی۔ اس نے بھی دریا کے منبع پر جانے کا ارادہ کر لیا کیونکہ وہ سُنار کی دوکان پر سخت کام کرنے کی وجہ سے زندگی سے تنگ آگیا تھا۔

اس نے مندر سے پاک پانی ایک بوتل میں لیا اور اس کے چڑھانے کی غرض سے صبح ہی سے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا۔ چونکہ اس سے قبل وہ کبھی پہاڑ پر نہیں چڑھا تھا اس لئے وہ گرتا پڑتا آگے بڑھا چلا جاتا تھا۔ اتفاقاً اس کو ایک بوڑھا آدمی پہاڑ کے اوپر سے آتا ہوا دکھائی دیا جو بہت کمزور تھا اور لاٹھی کے سہارے سے نیچے اتر رہا تھا تھوڑی سی دیر میں وہ آدمی اس کے قریب آگیا اور کہنے لگا کہ "میں بہت پیاسا ہوں۔ اس لئے تم تھوڑا سا پانی مجھے اس بوتل سے پینے کو دو۔"

مہ پال نے اس کی طرف دیکھا اور جب یہ دیکھ لیا کہ وہ واقعی کمزور اور بوڑھا آدمی ہے تو اس نے اس کو بوتل دے دی اور ساتھ ہی یہ بھی التجا کی کہ "آپ سارا پانی نہ پی جائیں، بلکہ کچھ تھوڑا اس کے اندر ضرور چھوڑ دیں۔" اس پر بھی اس بوڑھے آدمی نے تقریباً دو تہائی پانی تو پی ہی لیا اور مہ پال کو دعائیں دیتا ہوا کہ "تمہارا سفر کامیابی کے ساتھ پورا ہو" آگے بڑھ گیا۔

مہ پال بھی اب اپنے سفر پر روانہ ہو گیا اور اس کو یہ محسوس ہونے لگا کہ اس کا سفر پہلے کی بہ نسبت زیادہ خوش گوار ہو گیا ہے کیونکہ اب اس کے راستے

میں بجائے سخت چٹانوں کے گھاس آنی شروع ہو گئی تھی۔

کچھ دور چلنے کے بعد اس کو خود پیاس محسوس ہوئی۔ اس نے چاہا کہ وہ اپنی بوتل میں سے کچھ پانی پیئے۔ لیکن جیسے ہی اس نے پینے کے لئے بوتل اوپر اٹھائی اس نے دیکھا کہ ایک چھوٹا بچہ سڑک کے کنارے پڑا ہوا پیاس کے مارے تڑپ رہا ہے۔ مہ پال کو اس کی یہ حالت دیکھ کر رحم آگیا۔ اور اس نے کچھ دیر کے لئے اور پیاس برداشت کرنے کا "پکا" ارادہ کرلیا۔ اس نے بوتل کو کھول کر بچے کے ہونٹوں پر لگا دی اور اس نے اس میں صرف تین قطرے پانی کے چھوڑے۔ پانی پی کر لڑکا کھڑا ہو گیا اور مہ پال کی طرف دیکھ کر ہنستا ہوا نیچے پہاڑ کی طرف بھاگ گیا اور اتنا دکھائی دینے لگا جیسے کہ ایک چھوٹا ستارہ ہوتا ہے۔

مہ پال پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا اب اس کو اپنا سفر پہلے کی بہ نسبت اور بھی زیادہ خوش گوار معلوم ہونے لگا۔ کیونکہ اس کے راستے میں اب طرح طرح کے پھول آنے شروع ہو گئے تھے۔ اب مہ پال کی پیاس اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ضبط سے باہر تھی۔ بوتل میں صرف چند قطرے موجود تھے۔ وہ ان کو پینے ہی کے قریب تھا کہ اس نے سامنے کی چٹان پر ایک کتّا لیٹا ہوا دیکھا جو کہ پیاس کی وجہ سے بری طرح سانس لے رہا تھا۔

اس نے کتے کی طرف دیکھا اور اب اس کے ذہن میں دو سوال پیدا ہوئے۔ اوّل تو یہ کہ آیا اس کو کتے سے درگذر کرنا چاہئے اور یہ چند قطرے سنہری دریا کے منبع میں جو وہاں سے تقریباً ۵۰۰ گز کے فاصلے پر تھا چڑھا دینے چاہئیں۔ یا اس کو یہ پانی کے چند قطرے کتے کو پلا دینے چاہئیں اور اس کی جان بچا لینی چاہئے۔

وہ اس وقت ان چند قطروں سے کتے کی جان بچا سکتا تھا اور پھر دوبارہ پانی لا کر منبع پر چڑھا سکتا تھا۔ لیکن یہ سنہری دریا کے دیوتا کے حکم کے خلاف تھا وہ پہلی ہی مرتبہ پانی چڑھانے میں دریا کے پانی کو سونے کی شکل میں تبدیل کر سکتا تھا۔

کچھ دیر کے بعد آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ چولہے میں جائے دریا کا دیوتا اور بھاڑ میں جائے

پانی کو سونا بنانا ۔ میں ضرور اس کتے کی جان بچاؤں گا۔

ایسا سوچ کر اس نے وہ چند قطرے بھی کتے کو پلا دئے ۔ پانی پی کر کتا اپنے پچھلے پیروں پر کھڑا ہو گیا اور اب اس کی شکل تبدیل ہونی شروع ہوئی ۔ پلک جھپکانے میں سرپال کے سامنے بجائے کتے کے سنہری دریا کا دیوتا کھڑا تھا ۔

دیوتا نے اس کے پانی پلانے کا شکریہ ادا کیا اور کہا " میں نے تمہارے دونوں بھائیوں کو پتھر کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے " سرپال نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا ؟ " دیوتا نے جواب دیا کہ " انہوں نے ناپاک پانی میرے دریا کے منبع پر چڑھا دیا تھا " سرپال نے کہا " ان کا پانی ناپاک کیسے تھا انہوں نے تو اسی مندر سے لیا تھا " جواب ملا " یہ ممکن ہے کہ پانی مندر سے لیا گیا ہو ۔ لیکن وہ پانی جو ضرورت مندوں کے کام نہ آسکے وہ ناپاک ہے چاہے جنت کے دیوتا اسے پاک ہی قرار کیوں نہ دے دیں ۔ اور برخلاف اس کے جو پانی کسی ثواب کے لئے استعمال کیا گیا ہو وہ پاک ہے ۔ خواہ وہ کسی مندر سے لیا گیا ہو یا نہ لیا گیا ہو "

یہ کہہ کر سنہری دیوتا نے ایک پھول توڑا جو اس کے سامنے ہی اگا ہوا تھا اور جس پر شبنم کے چند قطرے پڑے ہوئے تھے ۔ اس نے ان قطروں کو بوتل میں جھاڑ دیا اور سرپال سے کہہ دیا کہ وہ ان کو دریا کے منبع پر چڑھا دے یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا ۔

سرپال منبع پر گیا اور پانی کو دریا میں چڑھا دیا جہاں یہ پانی گرا وہیں ایک گڑھا ہو گیا اور تمام دریا کا پانی اس میں آکر سمانے لگا ۔ سرپال بہت رنجیدہ ہوا جب اس نے دیکھا کہ پانی سونے کی شکل میں تبدیل نہیں ہوا لیکن وہ دیوتا کے حکم کے بموجب پہاڑ کی دوسری طرف چلا گیا ۔ جہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ وادی پہلے کی طرح گلزار تھی ۔ سنہری چشمہ پہلے کی طرح لہریں مار رہا تھا ۔ سرپال نے وہیں بود و باش اختیار کر لی ۔ جو کوئی غریب غربا اس کے دروازے پر آتا خالی نہیں جاتا تھا ۔ کچھ دنوں کے بعد پانی بھی سنہری دیوتا کے وعدے کے بموجب سونے کی شکل میں تبدیل ہو گیا ۔ آج کل اس وادی کے رہنے والے اس جگہ کو بتاتے ہیں جہاں کہ اس نے پانی کے قطرے چڑھائے تھے ۔ وہ دونوں پتھر دریا کے منبع پر ابھی تک موجود ہیں جو کہ آج کل " کالے بھائیوں " کے نام سے پکارے جاتے ہیں ۔ (انگریزی سے ترجمہ)

منو کا ٹٹو

(از جناب مبارک الدین صاحب آ

کسی گاؤں میں منّو نامی ایک لکڑہارا رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک ٹٹو تھا۔ جس پر وہ اتنا بوجھ لادا کرتا کہ بے چارے کو چلنا بھی مشکل ہو جاتا تھا۔ پاؤں بوجھ کی وجہ سے ٹیڑھے پڑتے تھے۔ بدن زخمی ہوگیا تھا اس پر بھی وہ رستے بھر ڈنڈے مارتا ہوا شہر لے جاتا تھا۔

ایک دن وہ ایسے رستے سے گیا جدھر ایک فقیر کی جھونپڑی تھی۔ جب منو ٹٹو کو ہانکتا ہوا فقیر کی جھونپڑی کے آگے سے گزرا تو ٹٹو کا یہ حال دیکھ فقیر نے کہا۔

فقیر :۔ "بابا! کیا یہ تیرا ہی ٹٹو ہے؟"

منو :۔ ہاں سائیں جی یہ میرا ہی ٹٹو ہے "

فقیر :۔ بابا اس بے چارے بے زبان جانور پر اتنا بوجھ نہ لادا کر۔ دیکھ تو سہی اس کے پچھلے پاؤں پھر گئے ہیں اور ڈنڈوں سے....

منو۔ بس سائیں جی رہنے دیجئے (ذرا اکڑ کر) جب یہ میرا ٹٹو ہے تو جتنا چاہوں میں اس پر بوجھ لاد دوں آپ کو اس سے کیا؟۔

فقیر۔ (نرمی سے) ہاں یہ سچ ہے۔ مگر تجھ کو اس کی طاقت سے زیادہ کام نہ لینا چاہئے۔

منو ۔ اس سے آپ کا مطلب؟

فقیر ۔میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ اگر تو انہیں لکڑیوں کو دو پھیرے کر کے لے جایا کرے تو اچھا ہے۔ شہر یہاں سے بہت دور بھی نہیں جو تجھے دقت ہو۔ ان میں سے آدھی لکڑیاں میرے پاس رکھ جا اور آدھی لے جا کر بیچ آ۔ آدھی پھر لے جائیو۔

منو ۔اونہہ دو پھیرے کون کرے۔

یہ کہہ کر ایک ڈنڈا زور سے ٹٹو کے مارا اور چل دیا۔ فقیر کچھ دیر تک وہاں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ پھر کچھ بڑبڑاتا ہوا جھونپڑی میں چلا گیا۔

شام کو منّو لکڑی بیچ کر گھر آیا۔ ٹٹو ایک طرف باندھا اور جلدی جلدی کھانا کھا کر بستر پر سونے کے لئے جا لیٹا۔ لیٹتے ہی صبح کے تمام واقعات یکے بعد دیگرے اس کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔ وہ ان خیالات میں کھو سا گیا۔ تھوڑی کے بعد اسے نیند آگئی اور وہ سو گیا۔

خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ وہ تو ٹٹو بن گیا ہے اور ٹٹو منّو ہو گیا ہے اور وہی لکڑیوں کا بھاری گٹھا اس کی پیٹھ پر لدا ہوا ہے اور نقلی منو اسے زور زور سے ڈنڈے مارتا ہوا شہر کی طرف لے جا رہا ہے۔ اسی طرح وہ منڈی تک گیا۔ وہاں اس نے لکڑیاں بیچ کر کچھ آٹا، دال، نمک اور تیل خریدا ہے اور نقلی منّو سب چیزیں اس پر لاد کر خود بھی سوار ہو گیا ہے اور زور زور سے ڈنڈے مارتا ہوا گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔

منّو ٹٹو بنا ہوا بار بار توبہ کرتا تھا کہ اے خدا! اب کے تو معاف کر دے پھر کبھی تمام عمر جانوروں پر ظلم نہ کروں گا۔ اسی حال میں وہ فقیر کی جھونپڑی تک گیا۔ اتنا خواب دیکھ کر اس کی آنکھ کھل گئی۔

صبح ہونے والی تھی۔ آسمان پر کوئی کوئی تارا نظر آ رہا تھا۔ منّو نے چاروں طرف دیکھا۔ اس کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جلد صبح ہو تاکہ وہ فقیر کے پاس جائے اور اپنے قصور کی معافی مانگے۔

ادھر صبح ہوئی ادھر منّو جلدی سے اٹھا۔ صافے کو سر پر رکھا جلدی سے جوتا پہن کر فقیر کی جھونپڑی کے قریب پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ وہ فقیر جھونپڑی کے باہر آنکھیں بند کئے اور سر جھکائے بیٹھا ہے اور کچھ آہستہ آہستہ پڑھ رہا ہے۔

منّو جاتے ہی فقیر کے قدموں پر گر پڑا اور رو کر بولا سائیں جی میں نے اپنے کئے کی سزا پائی اب کے تو معاف کر دو۔ پھر کبھی کسی جانور پر ظلم نہ کروں گا۔

فقیر نے آہستہ سے سر اٹھایا اور آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔ "جا اور اس سزا کو عمر بھر یاد رکھنا۔

پھلوں کی حفاظت

از جناب محمد حمزہ صاحب متعلم بی۔ ایس۔ سی
ایگریکلچر الہ آباد

عام طور پر پھل اور ترکاریاں تھوڑے ہی دنوں تک اچھی حالت میں رکھی جا سکتی ہیں۔ اس کے بعد وہ خراب ہونے لگتی ہیں۔ ان کو سڑنے اور گلنے سے بچانے کے لئے ماہرین علم سائنس نے کچھ ترکیبیں ایسی نکالی ہیں کہ جن کو عمل میں لانے سے پھل اور ترکاریاں زیادہ عرصے تک اچھی حالت میں رکھی جا سکتی ہیں۔ کسی کسی موسم میں پھل اور ترکاریوں کی پیداوار اتنی کثرت سے ہوتی ہے کہ ان کو ہم استعمال نہیں کر سکتے اور اس لئے وہ گل سڑ کر خراب ہو جاتی ہیں۔ اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ پھل اور ترکاریاں پیداوار کم ہونے سے کھانے کو نہیں ملتی ہیں۔ اس لئے اگر ہم اس موسم میں جب کہ پھلوں کی پیداوار کثرت سے ہوتی ہے زیادہ پھلوں کو کسی طرح حفاظت سے رکھ سکیں تو سال بھر ہمیں کافی تعداد میں پھل اور ترکاریاں کھانے کو مل سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی بدقسمتی سے ایسا بھی ہوتا ہے کہ آندھی یا تیز ہوا میں ہمارے پھل اور درختوں کے بہت سے پھل گر کر خراب ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ان تمام مشکلات سے چھٹکارا پانے کے لئے ہمیں چاہئے کہ پھل اور ترکاری کو محفوظ رکھنے کی ترکیبیں سیکھیں۔

اس طریقہ کو انگریزی میں Fruit and Vegetable preservation فروٹ اینڈ ویجیٹبل پریزرویشن کہتے ہیں۔ ہندوستان میں پھلوں کو محفوظ رکھنے کا کام صدیوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کا ذکر طبی اور ویدک کتابوں میں موجود ہے۔ ہمارے گھروں میں بھی بہت سے پھل طرح طرح کی اچار، چٹنی اور مربہ بنانے میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن طریقہ آج کل تجارتی اصول سے زیادہ مفید اور کارآمد نہیں ہے۔ ہندوستان کا پرانا اچار و مربہ

بنانے کا طریقہ بھی رفتہ رفتہ ختم ہو گیا۔ اور اس دوران میں زمانے کے مطابق کوئی ترقی نہیں ہوئی۔ اس کے برخلاف دوسرے ملکوں میں پھل اور ترکاریوں کو زیادہ عرصہ تک محفوظ رکھنے کے کام میں برابر چھان بین جاری رہی۔ فرانس کی سرکار نے سنہ ۱۷۹۵ء میں ۱۲۰۰۰ فرانکس کا انعام کھانے کی چیزوں کو زیادہ دنوں تک اچھی حالت میں عمدگی سے محفوظ رکھنے کا اعلان کیا۔ نکولاس اپرٹ فرانس کا ایک مٹھائی بنانے والا تھا۔ اس نے بڑی محنت و مشقت کے بعد سنہ ۱۸۰۴ء میں کھانے کی چیزوں کو زیادہ دنوں تک اچھی حالت میں صفائی سے رکھنے کی ترکیب نکالی۔ اور سنہ ۱۸۱۰ء میں اس مضمون پر سب سے پہلی کتاب شائع ہوئی۔ سرکاری انعام اپرٹ ہی کو ملا۔ اپرٹ نے اپنے تجربات سے یہ معلوم کیا کہ شیشے کے برتن میں باہر کی ہوا کا بہت کم اثر ہوتا ہے۔ باہر کی ہوا چیزوں کو خراب کرنے کی ذمہ دار ہے۔ ہوا کو گرم رکھنے سے کھانے پینے کی چیزوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن ان کو اس بات کا پتہ نہ تھا کہ ہوا میں چھوٹے چھوٹے نقصان پہنچانے والے جراثیم موجود ہیں جن سے کھانے پینے کی چیزیں خراب ہو جاتی ہیں۔ یہ کیڑے اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ہم بغیر خوردبین استعمال کئے نہیں دیکھ سکتے اسی وجہ سے ان کو انگریزی میں Micro-organism مائکرو آرگنزم کہتے ہیں۔ سنہ ۱۸۶۰ء میں پاسچر نامی ایک فرانسیسی نے پوری طرح ثابت کر دیا کہ کھانے کی چیزوں کو خراب کرنے کے ذمہ دار یہی چھوٹے چھوٹے جراثیم ہیں۔ اور ان کیڑوں سے کھانے کی چیزوں کو محفوظ رکھنے کے لئے انہوں نے ایک طریقہ نکالا جسے انگریزی میں پاسچرائزیشن Pasteurization کہتے ہیں۔

سنہ ۳۰-۱۹۲۹ء کا ذکر ہے کہ ہندوستان میں قریب قریب دو کروڑ روپئے کے جیم جیلی تازہ اور محفوظ کئے ہوئے پھل دوسرے ملکوں سے منگائے گئے۔ افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ملکوں میں پھل اور ترکاریوں کی اس قدر پیداوار ہوتے ہوئے بھی دوسرے ملکوں سے لاکھوں روپئے کے تازہ اور محفوظ کئے ہوئے پھل آتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں جہاں پھلوں کی

زیادہ پیداوار ہوتے ہوئے بھی پھلوں کو محفوظ رکھنے کے کارخانے موجود نہ ہوں۔ لیکن ہمارا ہی ملک ایسا ہے جہاں پر پھل اور ترکاریوں کی کثرت سے پیداوار ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو اس بات کا قطعی احساس نہیں ہوتا کہ وہ اس دلچسپ کام کو سیکھنے کی کوشش کریں۔ میرے خیال میں اس صوبے میں پھل اور ترکاریوں کو محفوظ رکھنے کی تعلیم پر سب سے پہلے فروٹ گروورز ایسوسی ایشن Fruit growers association نے ابھی تک الہ آباد میں طلبار کی دس یا گیارہ جماعتیں نہایت کامیابی کے ساتھ فروٹ پریزرویشن کلاس کے نام سے قایم کی ہیں۔ ہمارے صوبے کی گورنمنٹ نے بھی چند ماہ پیشتر سارے صوبے سے دس طلبار کا انتخاب کیا اور ان کا وظیفہ مقرر کرکے انھیں الہ آباد فروٹ اینڈ ویجیٹیبل پریزرویشن انسٹی ٹیوٹ Allahabad Fruit and vegitable preservation institute میں پھل اور ترکاریوں کو محفوظ رکھنے کا طریقہ سائنٹیفک اصول پر سیکھنے کے لئے بھیجا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے ان لوگوں کے علاوہ ایک صاحب برہما سے اور دوسرے مدراس سے تشریف لائے تھے۔ ان لوگوں نے چھ مہینے تک اپنے پرنسپل مسٹر پریم بہاری ماتھر اور دوسرے استادوں سے تعلیم حاصل کی۔

جاڑے کے موسم میں ایک روز آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو صاحب وزیر زراعت نے اس انسٹی ٹیوٹ کو رونق بخشی۔ تھوڑے ہی عرصے بعد ہمارے صوبے کے ڈائرکٹر آف ایگریکلچر مسٹر رچارڈس نے بھی انسٹی ٹیوٹ کی عزت افزائی فرمائی۔ دونوں حضرات نے اس کا معائنہ فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ الہ آباد فروٹ پریزرویشن کو آپریٹو سوسائٹی لمیٹیڈ کے بنائے ہوئے سامان بھی ملاحظہ کئے۔ ان لوگوں نے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تمام طلبار مدرسین اور نوجوان کام کرنے والوں کی ہمت افزائی کی۔ ہمارے ملک کی معزز ہستیاں اگر اسی طرح دلچسپی لے کر ملک کے تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوانوں کے حوصلے بڑھائیں گی۔ تو ہمیں قوی امید ہے کہ اس نئے اور دلچسپ روزگار میں بہت جلد کامیابی کے آثار نمایاں ہونے لگیں گے۔ ہمارے ملک میں سستی مزدوری اور سستے پھل ملنے کی وجہ سے بہت مال تیار کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ

ہندوستان میں اس کام کے کرنے والوں کو ۲۰ سے
...ھ روپئے سینکڑہ جو بدیشی مال پر ٹیکس دینا پڑتا ہے ایک طرح کی بچت ہے۔ ان تمام باتوں کا خیال کرتے ہوئے ہندوستان میں اچار، چٹنی، مربہ اور جیم جیلی اور محفوظ کئے ہوئے پھلوں کے کارخانے نئے طریقے پر کھولے جائیں تو کافی فائدے کی امید ہے۔ کارخانہ گھریلو ڈھنگ پر ۱۰۰ روپئے سے پانچ سو روپئے تک میں شروع کیا جاسکتا ہے۔ اس روزگار کو کرنے سے (۱) ملک کے ہزاروں بیروزگار نوجوان برسر روزگار ہو جائیں گے۔ (۲) ہندوستان میں لاکھوں من پھل جو گل سڑ کر خراب ہو جاتے ہیں استعمال کئے جاسکیں گے۔ (۳) پھل پیدا کرنے والوں کو اپنے پھلوں کو فروخت کرنے میں آسانی ہوگی۔ مالکان باغات عمدہ پھل پیدا کرنے کی کوشش کریں گے (۴) ہمارے ملک کا روپیہ جو باہر کے محفوظ کئے ہوئے پھلوں کے منگانے میں صرف کیا جاتا ہے باہر نہ جانے پائے گا۔

ملک کی ضرورت سے زیادہ شکر کی پیداوار کا استعمال ہونے لگے گا۔ بہرحال جس صورت سے آپ اس مسئلہ پر روشنی ڈالئے یہ ماننا پڑے گا کہ ہندوستان میں اس وقت پھل اور ترکاریوں کو محفوظ رکھنے کے کارخانوں کی ضرورت ہے۔ اگر بہت سے تعلیم یافتہ اور اس کام سے واقفیت رکھنے والے نوجوان اس روزگار کو اتحادی صورت سے کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیابی حاصل نہ ہو۔ بے شک اس فن کی تعلیم حاصل کرنا ہی کافی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ضروری تجربہ حاصل کرنا ہے۔ پھلوں کو بوتلوں یا ٹین کے ڈبوں میں محفوظ کر کے رکھ لینا ہی کافی نہیں بلکہ سب سے اہم مسئلہ ان کی نکاسی یا فروخت کا ہے۔ لہٰذا اس کام کو شروع کرنے سے پہلے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اپنے کارخانے کی بنائی ہوئی چیزوں کو شہروں میں فروخت کرنے کا انتظام کرنا نہایت ضروری ہے۔

پھل اور ترکاریوں کو محفوظ کرنے کا کاروبار ہمارے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں بخوبی انجام دیا جاسکتا ہے اور اگر محنت اور مستعدی سے کام لیا جائے تو کافی فائدے کی امید ہے۔

دلچسپ خبریں

لکھنو۔ دیہات میں علاج کی آسانیاں بہم پہونچانے تعلیم پھیلانے اور تفریحات کا سامان مہیا کرنے کے لئے ایک کروڑ کی رقم بجٹ میں رکھی گئی ہے حکومت کا ارادہ ہے کہ صوبے بھر کی میونسپل کمیٹیوں اور نوٹیفائڈ ایریا میں بھنگیوں کی مزدوری کی جانچ کرنے اور ان کی حالت درست کرنے کے لئے کمیٹی مقرر کرے۔

پچھلے سال یو، پی میں ۲۰ ہزار مسلمان کانگریس کے ممبر تھے لیکن اس سال ایک لاکھ پانچ ہزار ممبر بن چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ با وجود ہر قسم کی مخالفت کے مسلمان کانگریس کی طرف بڑھ رہے ہیں

کانپور کی یونیٹی کانفرنس ہندو مسلم اتحاد کے لئے ایک خاص تجویز پر غور کر رہی ہے۔ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے سولہ یا سترہ ہندو مسلمان ممبروں کی ایک کمیٹی بنائی گئی ہے۔ تجویز یہ ہے کہ گئو کشی اور مسجد کے سامنے باجہ بجانے پر کوئی پابندی نہ ہو اور مذہبی جلوسوں کو فی الحال بالکل روک دیا جائے۔ اگر ہندوستان میں ہر جگہ ہندو اور مسلمان مل کر اسی قسم کا کوئی سمجھوتہ کریں اور باہمی رواداری سے کام لیں تو فرقہ وارانہ فساد بہت ہی کم ہو جائیں۔

سی، پی کی گورنمنٹ نے مسلمانوں کی "مدینۃ العلم" کے نام سے مدارس جاری کرنے کی تجویز مان لی ہے۔ اب وہاں کے مسلمان اس نام سے مدرسے قایم کرنے کی تجویز کر رہے ہیں۔

دہلی ہندوستان کے عالموں کی سب سے بڑی جماعت جمیعۃ العلما ہند کے سالانہ جلسے ۴-۵-۶ مارچ کو نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہو گئے۔ بعض جلسوں میں پچاس پچاس ہزار آدمی شامل ہوئے۔ داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا۔ اس اجلاس میں بہت باتیں طے ہوئیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ "عام مسلمانوں کو کثرت کے ساتھ کانگریس میں شریک ہونا چاہئے اور اس پر اپنا قبضہ کر لینا چاہئے اور۔ کانگریس کے لوگوں کو اس طرح آزاد نہ چھوڑ دینا کہ وہ مسلمانوں کے مذہب میں دخل دیں یا مسلمانوں پر زیادتی کریں

لاہور - پنجاب یونیورسٹی کے ممبروں نے فیصلہ کیا ہے کہ جن کتابوں میں فرقہ دارانہ اور فحش مضامین ہوں گے انھیں نصاب تعلیم میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

دہلی - مرکزی اسمبلی میں سید محمد احمد کاظمی صاحب کا "خلع بل" پاس ہوگیا۔ اس کی رو سے مسلمان عورتیں بعض مجبوری اور تکلیفوں کی حالتوں میں اپنے ظالم خاوندوں سے طلاق حاصل کرسکیں گی۔ اس قانون کی رو سے آیندہ مسلمان عورتیں ناموافق حالات میں شوہروں سے جان چھڑانے کے لئے دوسرا مذہب اختیار کرنے پر مجبور نہ ہوں گی بلکہ انھیں اسلامی قانون کے ماتحت طلاق مل جایا کرے گی۔

لاہور - لاہور کے معزز لوگ شہر کے گلی کوچوں کی صفائی کے لئے جتھے بنا کر نکلتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے صفائی کرتے ہیں تاکہ محکمہ حفظان صحت پر اثر پڑے اور وہ شہر کی صفائی کی طرف متوجہ ہو۔

ریاست راج کوٹ کے ٹھاکر صاحب نے مہاتما گاندھی کی شرطوں کو نہیں مانا۔ اس لئے مہاتما گاندھی نے برت رکھ لیا کہ جب تک ٹھاکر صاحب کانگریس کی شرطوں کو نہ مانیں گے گاندھی جی کچھ کھائیں گے پئیں گے نہیں۔ اس سے سارے ملک میں سنسنی پھیل گئی لیکن گورنمنٹ نے بیچ میں پڑ کر معاملہ طے کرادیا اور گاندھی جی نے برت کھول دیا۔

کٹک - اڑیسہ اسمبلی میں وزیر تعلیم نے کہا ہے کہ حکومت کا خیال ہے کہ تعلیم کا موجودہ طریقہ پرانا ہوچکا ہے۔ اس سے اس کے سوائے اور کوئی فائدہ نہیں ہوا ہے کہ ایک بڑی تعداد میں کلرک اور ایسے طالب علم پیدا ہوگئے ہیں جن کی زندگی کا واحد مقصد دوسروں کی غلامی کرنا ہے۔ وارھا تعلیمی سسٹم ایک نہایت اچھا طریقہ ہے اس سے بچے ایسی تعلیم حاصل کرسکیں گے جس کے حاصل کرنے کے بعد وہ اپنی روزی بلا کسی کے سہارے پیدا کرسکیں۔

ڈیرہ غازی خاں - زمینداروں کے ایک جلسے میں سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے اپنی تقریر میں کہا کہ قرضہ قوانین کے سلسلے میں پنجاب گورنمنٹ ایک قانون بنانے والی ہے جس کی رو سے دودھ دالی گائیں اور بھینسیں قرق نہ ہوسکیں گی۔

باہتمام ڈاکٹر سید عابد حسین جامعہ ملیہ دہلی - پرنٹر و پبلیشر نے محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا۔

Regd L. No 1961

Printed & published by Dr. Sayed Abid Husain at the Mahboob-ul-matabia Press, Delhi

Only Cover Printed at the Calcutta Art Press, Delhi

پیام تعلیم

بڑی عمر کے کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے خاص ایڈیشن۔



پیام تعلیم دہلی

پیام تعلیم :- یوپی ، سی پی ، برار ، میسور اور حیدرآباد کے محکمہ ہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔

ایڈیٹر :- محمد حسین حسان ندوی

قیمت سالانہ دو روپے چار آنے۔ فی پرچہ ۳ آنے

جلد ۱	مارچ ۱۹۳۲ء	نمبر ۳

فہرست مضامین

اچھی باتیں

از جناب محمد اسحاق صاحب کلکتہ

قسم ہرگز نہ کھاؤ - یہ بازاری لوگوں کی عادت اور جھوٹوں کی پہچان ہے -

گالی یا کوئی فحش لفظ زبان سے نہ نکالو ورنہ تم میں اور کمینے لوگوں میں کوئی فرق نہ رہے گا -

ہمیشہ **خوش** اور **بشاش** رہو ہنس مکھ اور خندہ پیشانی ہونا خوش نصیبی کی علامت ہے -

فضول خرچی سے بچو اور جب بازار جاؤ تو وہی چیز خرید و جس کی تمہیں ضرورت ہو یعنی جس کے بغیر تمہارا کام نہ چل سکے -

قرض سے بچو اور جتنی چادر دیکھو اتنے ہی پیر پھیلاؤ -

کسی پر **حسد** نہ کرو - دوسروں کی کامیابی کو اپنی کامیابی سمجھو -

جب کسی سے بات کرو تو نہایت **نرمی** اور **شائستگی** سے کرو - زبان میں اللہ نے وہ اثر رکھا ہے کہ دشمن کو دوست بنا سکتے ہو -

جب کوئی شخص تمہاری معمولی سے معمولی خدمت بھی کرے تو اس کا **شکریہ** ادا کرو -

اگر تم سے کوئی جرم سرزد ہو جائے تو اس کا **اقرار** کر لیا کرو جرم کرنا بہت برا ہے - لیکن اس سے برا اس کا چھپانا اور اقرار نہ کرنا ہے -

اگر تم سے کسی کو اتفاقیہ کوئی نقصان پہونچے یا کوئی غلطی ہو جائے یا کچھ بھول ہو جائے تو فوراً **معافی** مانگ لو -

کسی کی **غیبت** نہ کرو اور نہ **چغلی** کھاؤ ورنہ لوگ تم سے نفرت کریں گے اور تم کو اپنی صحبت میں نہ بٹھائیں گے - اس لئے کہ شاید ان کے عیب دوسروں کے سامنے بیان کر دو -

اتفاق کی برکت

باپ نے بیٹوں سے یہ اک دن کہا
اے مرے بچو! اِدھر آؤ ذرا

بیٹھ جاؤ آ کے سب میرے قریب
تم پہ اک ظاہر کروں رازِ عجیب

راز کیا ہے ایک لعلِ بے بہا
خوبیاں ہیں جس کی بس لا انتہا

اس پہ جو کوئی رہے گا کاربند
اس کو ہوئے کا نہیں مطلق گزند

اس کے پیرو فاتحِ اہلِ جہاں
اس کے حامی بے بدل عالی نشاں

اس کے حامی کی نظر میں کوہ، کاہ
بادشاہ وقت تک مانگے پناہ

اس کے حامی ستو بھی بھاری لاکھ پر
فوج سے خائف، نہ کچھ توپوں کا ڈر

دوسروں پر ان کا رعب و دبدبہ
اپنی قوت کا انھیں ہر دم نشہ

اس کے حامی بنا تم جیا ہو اگر
اور چاہو اس سے ہونا باخبر

تو بتاؤں میں تمہیں اس کا عمل
تجربہ کرلو تم اس کا برمحل

سب نے کی خواہش پدر جلدی بتاؤ
یہ طریقہ خوب ہے ہم کو سکھاؤ

باپ نے یہ سن کے اک تنکا دیا
پھر کہا لو اس سے جھاڑو دو ذرا

دیکھو یہ ٹکڑا پڑا ہے اینٹ کا
اپنے تنکے سے اسے دو تم ہٹا

لے کے تنکا ہاتھ میں جھاڑا اگر
کچھ نہ جنبش دے سکے اس سے پسر

اور دی ایک سینک ان کے ہاتھ میں
وہ بھی پہلی کے ملائی ساتھ میں

پھر بھی کچھ مطلب نہ حاصل ہو سکا
اینٹ کا ٹکڑا نہ ان سے کچھ ہلا

اور دی پھر اور دی پھر اور دی
رفتہ رفتہ پوری جھاڑو بن گئی

پھر جو جھاڑا۔ اینٹ فوراً جھڑ گئی
جھڑ کے اک نالی کے اندر پڑ گئی

بولا بچوں سے پدر یہ راز ہے
میل جول آپس کا چارہ ساز ہے

ایک ہو کر یوں رہو گے گر سدا
خلق پر بھاری رہو گے باخدا

مل کے آپس میں بنا کرتے ہیں کام
اتفاق باہمی اس کا ہے نام

نشتی بلرامی

آزادی کی لڑائی

از جناب محمود علی خاں

یورپ میں ایک چھوٹا سا ملک ہالینڈ ہے یہ ملک سمندر کے بالکل کنارے پر ہے۔ لیکن اس کی زمین سمندر سے نیچی ہے۔ اور سمندر کا پانی اس سے اونچا بہتا ہے۔ تم کہوگے پھر یہ ملک ڈوب کیوں نہیں جاتا؟ سنو۔ بات یہ ہے کہ جینے کے لئے آدمی سارے جتن کرتا ہے۔ یہاں کے آدمیوں نے بھی محنت کر کے سمندر کے کنارے بند باندھ دئے۔ اور سمندر کو اندر آنے سے روک دیا۔

یہ ملک ہالینڈ بھی پہلے غلام تھا۔ یورپ میں ایک دوسرا ملک ہے اسپین۔ اسی اسپین کا وہاں راج تھا۔ لیکن ہالینڈ اس سے لڑ بھڑ کر آزاد ہوگیا۔ یورپ میں یہ سب سے پہلی آزادی کی لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کی بہت اچھی اچھی کہانیاں سننے میں آئی ہیں۔ آؤ آج تمہیں بھی اس کی ایک کہانی سنائیں۔

ہالینڈ کا ایک شہر ہے لیڈن۔ یہ شہر سمندر سے پرے ہے۔ بیچ میں کچھ اور گاؤں اور شہر ہے۔ ایک دشمن کی فوجوں نے اسے گھیر لیا۔ شہر والوں نے شہر کے پھاٹک بند کر لئے شہر کی دیواروں کے پیچھے سے وہ دشمن سے لڑا کرتے تھے اور اسے بھگانے کی کوشش کیا کرتے تھے لیکن دشمن زبردست تھا وہ برابر ڈٹا رہا۔ خیر یہ بے چارے یہ آس لگائے رہے کہ باہر سے کوئی مدد آجائے تو ہم دونوں مل کر دشمن کو بھگا دیں۔ نہ تو اس شہر کا کوئی آدمی باہر جاسکتا تھا اور نہ باہر کا آدمی اندر آسکتا تھا۔ ہوتے ہوتے شہر کا سارا اناج پانی ختم ہوگیا۔

کھانے پینے کو کچھ نہ رہا۔ لوگ بھوک پیاس سے مرنے لگے۔ جب دشمن نے یہ سنا تو کہلا بھیجا۔ کہ کیوں مصیبت جھیلتے ہو، ہار مان لو، اور ہمارے غلام بن جاؤ۔ لیکن یہ بہادر آزادی کے متوالے تھے۔ غلامی کیسے مان لیتے۔ انہوں نے دشمن کی فوج کو کہلا بھیجا کہ اس خیال میں نہ رہو کہ ہم بھوک پیاس سے تنگ آ کر غلام بننے پر تیار ہو جائیں گے۔ اگر پیڑوں کے پتے بھی ختم ہو جائیں گے تو ہم اپنا الٹا ہاتھ کھالیں گے۔ اور سیدھے ہاتھ سے برابر اپنے دیس کی رکشا کرتے رہیں گے لیکن مرتے دم تک اسے غلام نہ ہونے دیں گے۔

اس کے بعد لیڈن کے بہادروں نے باہر والوں کو جو ان کے اور سمندر کے بیچ میں رہتے تھے چپکے سے کہلا بھیجا کہ جلدی مدد کرو نہیں تو ہم سب مر جائیں گے۔ یہ لوگ بے چارے کیا مدد کر سکتے تھے۔

خود مصیبت میں تھے۔ ہالینڈ کے جہاز کھانے پینے کے سامان اور فوجوں سے بھرے سمندر میں کھڑے تھے۔ لیکن وہ اندر نہ آ سکتے تھے۔ ان لوگوں نے سوچا کہ لیڈن والوں کو غلامی سے بچانے کے لئے اپنی جان دے دینا چاہئے۔ بس انہوں نے سمندر کے بند توڑ دئے۔ سمندر اندر گھس آیا ان کا شہر تو سب ڈوب گیا لیکن ہالینڈ کے جہاز پانی کے ساتھ لیڈن تک پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر اسپین کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے وہ بھاگ کھڑی ہوئی اور لیڈن شہر بچ گیا۔

موت کا ڈر

از جناب برکت علی صاحب فراق بی اے جامعہ

لوگوں نے سوراج کی بہت سی پہچانیں بتائی ہیں۔ ایک پہچان سوراج کی یہ بھی ہے کہ دل سے موت کا ڈر نکل جائے۔ جو قوم موت کے ڈر سے کانپا کرتی ہے وہ سوراج نہیں لے سکتی اور اگر کسی طرح مل بھی جائے تو اسے بہت دن اپنے پاس رکھ نہیں سکتی۔

دیکھو انگریز اپنی جانوں کو ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں، اور پٹھان موت کو بس ایسا سمجھتے ہیں جیسے کوئی چھوٹی سی بیماری۔ کوئی مرجاتا ہے تو وہ روتے بھی نہیں۔ دکھنی افریقہ میں بوئر عورتیں جانتی بھی نہیں کہ موت کا ڈر کسے کہتے ہیں۔ بوئروں کی جو لڑائی ہوئی تھی اس میں ہزاروں جوان جوان عورتیں بیوہ ہوگئیں پر انہوں نے ذرا پرواہ نہ کی۔ وہ سوچتی تھیں کہ پتی یا بیٹا مرگیا تو مرگیا دیس کی لاج تو رہ گئی۔ دیس غلام ہوجاتا تو پتی کا جینا بھی کس کام کا تھا۔ یہ اچھا ہے کہ بیٹا مرجائے اور اس کی یاد اس طرح جی میں رکھیں کہ کبھی نہ بھولیں۔ پر یہ اچھا نہیں کہ اسے غلام بنانے کے لئے پالیں پوسیں۔ بوئر عورتیں اپنے دل کو ایسے سمجھا لیتی تھیں اور اپنے پیاروں کو ہنسی خوشی موت کو سونپ دیتی تھیں۔

یہ تو میں نے ان لوگوں کا حال کہا ہے کہ جو مرتے ہیں تو مارتے بھی ہیں۔ پھر ان لوگوں کا کیا پوچھنا جو دوسروں کی جان نہیں لیتے سدا اپنی جان دینے کو تیار رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو تو ساری دنیا سراہتی ہے۔

انگریز اور جرمن آپس میں لڑے، جانیں لیں اور جانیں دیں۔ پر اس کا پھل کیا پایا یہی کہ

دونوں میں بیر بڑھا۔ دھوکا دھڑی دونوں میں پہلے سے زیادہ ہوگئی۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ دوسرے کو دھوکا دے کر اپنا بھلا کرے۔

ہمیں سوراج اس وقت ملے گا جب ہم دل سے مرنے کا ڈر نکال دیں۔ نہیں تو ہمیں سوراج ملے گا ہی نہیں۔ اب تک بھی سوراج کے لئے جنھوں نے جانیں دی ہیں وہ سب جوان تھے سب کی عمر اکیس برس سے کم کی تھی۔

جب بچے، جوان، بڈھے مرتے ہیں تو ہم بے کل کیوں ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں تو ہر دم کوئی نہ مرتا اور کوئی نہ کوئی پیدا ہوتا رہتا ہے۔ پھر جب یہ تار لگا ہی رہتا ہے تو اس پر خوش ہونا یا رونا پیٹنا کیسا۔ ہندو، مسلمان، عیسائی اور پارسی، ہر دھرم یہ سکھاتا ہے کہ آدمی کی روح (آتما) مرتی نہیں وہ امر ہے۔ تو پھر بدن کے جان سے نکل جانے پر روتے کیوں ہو۔

سب لوگ جانتے ہیں کہ ہندوستان بڑے گیانی لوگوں کا دیس ہے۔ پر دنیا میں ایسا دیس کوئی نہ ہوگا جہاں کسی کے مرنے پر لوگ بے چین ہو جاتے ہوں۔ بس ایک بچہ پیدا ہوگیا تو ہم خوشی سے پھول گئے اسی طرح کوئی مر گیا تو ہم اتنا روتے اور چلاتے ہیں کہ پڑوسی بے چارے سو بھی نہ سکیں۔

اگر ہم سوراج چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے دل سے یہ ڈر نکال دینا چاہئے۔ پھر جو موت سے نہیں ڈرا وہ جیل سے کیا ڈرے گا۔ جو دکھ اپنی خوشی سے جھیلے جائیں وہ دکھ ہی نہیں رہتے۔ سکھ بن جاتے ہیں۔ جو لوگ دکھ درد بپتا سے ڈرتے ہیں وہ بپتا کے آنے سے پہلے ہی آدھے مر چکتے ہیں۔ اور جب وہ بپتا آن پہنچتی ہے تب تو جیسے جان ہی نکل جاتی ہے۔ پر جو لوگ دکھ کی پروا نہیں کرتے اور جو سامنے آجاتا ہے اسے ہنسی خوشی جھیلتے ہیں۔ ان کو چھوٹا بڑا دکھ سب ایک سا ہوتا ہے۔ انھیں پتا بھی نہیں چلتا کہ بپتا کب آئی کب گئی۔ وہ بڑی سے بڑی بپتا میں بھی ہنستے ہی رہتے ہیں۔ اور جب موت کا سامنا ہوتا ہے تب بھی مسکراتے ہوئے اس سے نپٹتے ہیں۔

اچھے اشعار

عزّت

وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا
عزّت اسے ملی، جو وطن سے نکل گیا

محبّت

محبت ہو نہ جس دل میں نہ ہو درد آشنا جس کا
نہ اس کی موت ہی اچھی نہ اس کی زندگی اچھی

دنیا

دنیا ہے فانی بے خبر، کرنا ہے جو وہ آج کر
کل کی بھلا کس کو خبر، درپیش ہے تجھ کو سفر

اتفاق

چیونٹیوں میں اتحاد اور مکھیوں میں اتفاق
آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے

تجارت

پاتی ہیں قومیں تجارت سے عروج
بس یہی ان کے لئے معراج ہے

پیشہ

کوئی پیشہ ہو زراعت یا تجارت یا کہ علم
چاہئے انسان کو حاصل کرے اس میں کمال

رازِ دلی

بشر رازِ دلی کہہ کر ذلیل و خوار ہوتا ہے
نکل جاتی ہے جب خوشبو تو گل بیکار ہوتا ہے

آج کل کے دوست

"آج کل کے دوست" ہیں کاغذ کے پھول
دیکھنے میں خوش نما، بوئے وفا کچھ بھی نہیں

جھوٹا

نگیں ہو، آدمی ہو، یا گہر ہو
وہ ہے بے آبرو "جھوٹا" اگر ہو

احسان

سن لو کہ کوئی شے نہیں احسان سے بڑھ کر
یہ ہے کہ جھکاتا ہے مخالف کی بھی گردن

ہمّت

کام ہمت سے جواں مرد اگر لیتا ہے
سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے

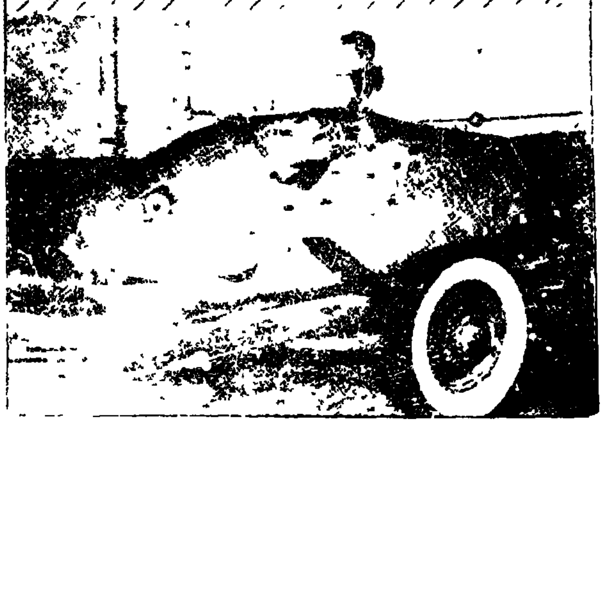


[redacted]



[illegible] سٹیشن جو دوران جنگ میں ہوائی جہازوں کی مرمت کیلئے بنایا گیا ہے

دنیا کی سب سے چھوٹی کار [illegible] بیٹھ سکتی ہے



ہماری ترقی

از جناب محمد حسین

تم نے ریل کا سفر تو کیا ہوگا اور ہاں ــ ہوائی جہاز بھی اترتا ہوا دیکھا ہوگا ۔ اور جب تم بازار گئے ہو گے تو کیا موٹریں اور ٹرام تمہاری سے نہیں گذریں ؟ کبھی اس پر بھی غور کیا کہ وہی انسان جو جنگلوں میں رہا کرتا ۔ پتوں سے اپنا بدن ڈھانکا کرتا تھا ۔ جو نہ کبھی بازار لگاتا اور نہ کوئی رسالہ نکالتا ۔ اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ کھانا پکانا بھی نہ جانتا تھا ۔ کس طرح اتنی بڑی بڑی چیزیں بنانے لگا ۔ لوہے کے دیو چھوٹی چھوٹی پٹریوں پر دوڑا دیئے ۔ آسمان کی سلطنتوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں ۔ ہوائی جہاز میں بیٹھ کر اترانے لگا ۔ اور اس کا پاگل پن تو دیکھو کہ چاند کے اندر بھی جانا چاہتا ہے تاکہ اس ننھی منی دنیا کو بھی دیکھ لے ۔ اس کے فوٹو کھینچے اور واپس آکر دنیا والوں کو سب باتیں بتائے ۔ فوٹو دکھائے اور حیرت میں ڈال دے ۔ وہی انسان جو سمندر کے نیلے پانی سے ڈر کر میلوں دور بھاگ جایا کرتا تھا آج اسی پانی کے سینے پر کھڑے ہو کر اسے روند رہا ہے ۔

آؤ اب ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ کس طرح ترقی کی خواہش اور اسے حاصل کرنے کی کوشش نے ہمیں ترقی کا یہ دن دکھایا ۔

یہ تو تم کو معلوم ہی ہے کہ انسان پرانے زمانے میں بہت اچھی اچھی چیزیں بناتا تھا ۔ اجنٹا کے غار اس بات کا کافی ثبوت ہیں ۔ زمین سے نکلے ہوئے شہروں کی ہر ہر چیز نے موجودہ زمانے

کے لوگوں کی آنکھیں کھول دیں۔ لیکن تم کو تعجب ہو گا کہ جب انسان یہ سب کام کر سکتا تھا تب بھی وہ لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا۔ اور اگر اس وقت ہم اپنے علم اور اپنی معلومات کو تھوڑی دیر کے لئے بھول جائیں تو ہماری آنکھوں کے سامنے دنیا کے لڑکپن کی تصویر پھرنے لگے۔

آؤ۔ اب ہم ذرا شروع شروع دنیا کی سیر تو کر لیں۔ دیکھنا یہ بہت سارے آدمی اس پودے کے نیچے کیوں جمع ہو رہے ہیں۔ ارے یہ تو بھوں سے اس پودے کی جڑیں اکھاڑ رہے ہیں۔ اور دیکھو تو انھیں شرم بھی نہیں آتی بالکل ننگے ہیں۔ لے لو! وہ پودا اکھاڑ ڈالا اور یہ انسان اس کو بانٹ بانٹ کر کھانے لگے۔

تم نے ان لوگوں کو اچھی طرح دیکھ لیا؟ یہ پہلے پہل کے انسان ہیں۔ یہ لوگ پیڑوں کی جڑیں اور پتے کھا کھا کر ہی گذر کرتے تھے۔ بالکل ننگے رہتے اور دل کو ڈرانے والی بات تو یہ ہے کہ یہی آدمی آپس میں لڑتے اور اپنے دشمنوں کی لاشوں کو کھا جاتے۔

لیکن تم جانو خدا بڑا رحیم ہے۔ وہ اپنی اچھی زمین میں ایسی بری بری باتیں کب برداشت کر سکتا تھا۔ آخر اس نے ان کے اندر بھی ایک لیڈر پیدا کیا۔ جس نے ان آدم خور لوگوں کو اشارہ سے سمجھایا، بجھایا اور منع کیا۔ پھر اس لیڈر نے پرندوں کی طرف اشارہ کر کے شکار کی ترغیب دی۔ اور ممکن ہے کہ اسی لیڈر نے آگ جلانے اور گوشت کو پکانے کا طریقہ بھی بتایا ہو۔ بھئی یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

لیکن تم جانو جب سب ایک ہی بات کی طرف جھک جائیں تو کیا ہو؟ بس ویسا ہی پرانی نسلوں کے ساتھ ہوا۔ یعنی جب تمام انسان درخت اور جانور ہی کھانے لگے تو ان چیزوں کی تعداد میں کمی ہونے لگی۔ اب تو یہ لوگ چکرائے کہ کیا کریں؟ کیونکہ پیٹ تو بھرنا ہی پڑتا تھا۔ آخر کو انسان نے بھیڑ، بکریاں اور گائیں جمع کیں اور انھیں حفاظت سے اپنی نظروں کے سامنے رکھنے لگا۔ اب جہاں کی آب و ہوا ان جانوروں کی پرورش اور نشو و نما کے موافق تھی وہاں ان کی تعداد بڑھنے لگی اور

اب وہ جنگلی انسان گلہ بانی کے درجہ تک پہنچ گیا۔

لیکن جب بھیڑ، بکریاں چاروں طرف چلتی پھرتیں تو انھیں جو سبزی ملتی اسے صاف کر دیتیں۔ اس لئے انسان کے لئے رفتہ رفتہ سبزی کی کمی پڑنے لگی اب تم ہی بتاؤ کہ کیا کرتا سوائے اس کے کہ بھیڑ، بکریوں کی چراگاہ الگ بنا دیتا۔ اور اپنے واسطے ایک الگ چراگاہ بناتا۔ اس نے ایسا ہی کیا بھی۔ اور جب پھر اس کی اپنی چراگاہ کا اناج ختم ہونے کو آیا تو اس انسان نے پھر اس کے دانے زمین میں ڈالے اور خدا کی قدرت سے کچھ مدت کے بعد وہ دانے اُگ آئے۔ اب تو وہ جنگلی انسان کاشتکاری کے درجے تک پہنچ گیا۔

لیکن اب ایسا ہوا کہ ایک انسان کے پاس گیہوں زیادہ ہوگیا اور دوسرے کے پاس جو۔ تو ان دونوں نے آپس میں طے کیا کہ بھئی تم تو مجھے جو دے دو اور میں تم کو اس کے بدلے میں گیہوں دیتا ہوں۔ اس طریقہ سے جنس کا تبادلہ جنس سے ہونے لگا۔ آخر یہ کب تک ؟ رفتہ رفتہ انسان نے دھات لی اور اس کے وزن کے لحاظ سے اس کی قیمت مقرر کی۔ پس اب تو اس انسان کے پاس روپئے پیسے بھی ہونے لگے۔ لیکن وہ اتنے اچھے تھوڑی تھے جتنے ہمارے پاس اس وقت ہیں۔

اور۔ آؤ اب ایک بہت ہی مزے دار بات بتائیں۔ دیکھو انسان میں کچھ کچھ سمجھ آئی تو گلہ بانی کرنے لگا۔ پھر ان ریوڑوں کی حفاظت اور دیکھ بھال بھی اپنے ذمے لی۔ پھر اس کے لئے ایک چراگاہ بنائی۔ اور دیکھو یہ وہی محنت رفتہ رفتہ انسان کو کاشتکاری کے درجے تک لے آئی۔ اس کے بعد اسی محنت اور سوجھ بوجھ کی بدولت سکہ بنا۔

پرانے زمانے کے لوگ بہت ہوشیار تھے دیکھو انھوں نے زمین پر ہل چلا چلا کر کیسے اچھے اچھے غلے اور سبزیاں پیدا کیں۔ پر ابھی اطمینان پھر بھی نہ ہوا۔ انھوں نے دیکھا کہ ان کے دو ہاتھ ہیں۔ دو پاؤں، دو آنکھیں اور منہ میں زبان بھی ہے۔ اب ان لوگوں نے پہاڑوں پر نظر ڈالی۔ گھنے اونچے اونچے درختوں کو دیکھا تو نہ ان کے آنکھیں ہی تھیں نہ کان اور نہ زبان۔ اور جب انھوں نے

پانی کے کان، ناک معلوم کرنے کی کوشش کی اور ہوا سے آنکھ لڑانی چاہی۔ تو نہ تو ان کو ہوا کی آنکھ ہی نظر آئی نہ پانی نے ان کے سامنے ہاتھ پاؤں مارے۔ بس اب انھوں نے سوچا کہ کوئی بات ضرور ہے۔ کہ ہمیں تو اللہ میاں نے اتنی اچھی اچھی چیزیں دیں اور کسی کو بھی عطا نہ فرمائیں اس لئے یقیناً یہ سب چیزیں ہمارے آرام و آسائش کے لئے ہیں۔ اور ہاں دیکھو تو ہوا ہر جگہ ہے۔ اس کے بعد پانی کا نمبر ہے۔ پس ضرور ہے کہ یہ اللہ میاں کا اشارہ ہے کہ "او میرے بندو! ہوا اور پانی سے خوب فائدہ اٹھاؤ۔ اس میں بڑی قوتیں چھپی ہوئی ہیں"۔

بس اتنی بات سمجھ میں آنا تھی کہ انسان نے عقل اور غور کی فوج جمع کی۔ ان میں کوشش اور استقلال جیسے ہتھیار تقسیم کئے۔ اس کے بعد ہوا اور پانی پر حملہ کرنے کی سوچی۔ ہوا نے جب یہ دیکھا تو وہ اوپر کو اڑی تا کہ انسانی فوج کی پہنچ سے اونچی ہو جائے۔ لیکن پانی کیا کرتا؟ اس نے بھی ہوا سے مدد مانگی کہ مجھ کو بھی اپنے ساتھ اڑا لے چل۔ اور ہوا نے اسے تھوڑی دور تک اڑانے کی کوشش بھی کی۔ لیکن آخر تنگ آکر ٹپک دیا۔ اور سچ بات تو یہ ہے کہ ہوا کا یہ سلوک ٹھیک بھی نہ تھا۔ کیوں کہ پانی اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو سکا اور جو اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو سکے دوسروں کی مدد کا محتاج ہو اس کا یہی حشر ہوتا ہے۔

اور پھر ہوا کا غصہ دیکھو آج تک وہ پانی کے ساتھ وہی سلوک کر رہی ہے۔ جمنا کے کنارے جا کر دیکھو لہریں پکار پکار کر اپنی کہانی بیان کر رہی ہیں۔

ہاں تو اب انسان کی توجہ ہوا کی طرف پھر گئی۔ اس نے دیکھا کہ ہموار میدان میں ہوا تیزی کے ساتھ چلتی ہے۔ مثال کے طور پر ہالینڈ ہی کو لو اس لئے ایسی جگہوں پر انسان نے چکیاں بنائیں۔ جو ہوا کے زور سے چلتی ہیں۔ تم نے ہوائی چکیوں کی بابت جغرافیے میں ضرور پڑھا ہوگا۔ لوہے کو پگھلانے اور اس سے طرح طرح کی چیزیں بنانے کے لئے بھٹی بنائی۔ اسی طرح اور بہت سی ضرورت کی چیزیں ایجاد کیں۔

جب یہ کام ختم ہوا تو انسان نے پہاڑوں کے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ ابھی چڑھ ہی رہا تھا کہ آواز آئی ڈھڑ، ڈھڑ، ڈھڑم، ڈھڑم، ارے یہ تو بڑی خوف ناک آواز تھی۔ اسے سنتے ہی وہ ڈر گیا۔ پیچھے کو ہٹا۔ لیکن ہمت نے اس کی ہمت بڑھائی اور آگے کو بڑھا۔ دیکھتا کیا ہے کہ پہاڑ کی چوٹی سے ایک سفید سفید اژدہا نیچے کی طرف بڑی زور شور سے آرہا ہے۔ آخر بہت دیر کے بعد اس کی سمجھ میں آیا کہ یہ آبشار ہے اور وہی پانی ہے جسے ہم پیتے ہیں۔

اب جو انسان نے پانی کا زور شور اور طاقت دیکھی تو اسے حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ سوچا کہ اگر پانی کے زور سے بھی چلائی، جائے تو بہت فائدہ ہو۔ بس کسی نہ کسی طرح آبشار کے نیچے ایک پہیہ لگایا۔ جس میں چھوٹے چھوٹے ڈبے بھی لگے تھے اور اس طرح جب پانی ڈبوں میں جاتا تو اس کے زور اور طاقت کی وجہ سے پہیہ بھی چلنے لگتا۔

اس قسم کی چھوٹی چھوٹی ایجادیں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ جیمس واٹ نے ان سب چیزوں میں ترمیم کی۔ اس نے کوئلے کی کانیں معلوم کیں۔ اور ان کے منھ میں ایسی مشینیں لگائیں جن کے ذریعہ ذرا سی دیر میں اوپر نیچے جا سکیں۔ انھیں تم "لفٹ" کے نام سے پکارتے ہیں۔ دہلی کے اسٹیشن پر اس قسم کے کئی لفٹ لگے ہوئے ہیں۔

دیکھا بھائی پانی کی بدولت انسان کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ دریاؤں کی وادیوں میں عمر گذاری، جب تھک گیا تو پہاڑ پر چڑھا۔ وہاں آبشار دیکھے ان کی طاقت کا اندازہ لگایا پھر واپس آیا۔ میدان میں آیا اور قدرت کے چھپے خزانوں کا بھید معلوم کرنے لگا۔

پچھلے چالیس سال کے عرصے میں پانی دنیا کی بہت بڑی طاقتوں میں شمار ہونے لگا۔ لیکن یہ عروج پانی کو بجلی کی وجہ سے ہوا۔ اور کیوں نہ ہو بجلی چیز ہی ایسی ہے۔ اس میں پانی کی طاقت بھی ہے، ہوا کا زور بھی ہے اور بھاپ کی قوت بھی ہے۔ ہوا کی طاقت سے چکی چلائی جا سکتی

ہے۔ ہوا بھٹی کی تہوں میں چھپ کر آگ جلا سکتی ہے لیکن بجلی کی طاقت ہزاروں میل تک کام دیتی ہے۔ ایک پتلے، لمبے اور گول تار کے ذریعے ہزاروں میل سے بات چیت کر لیجئے۔ ساڑھے سات بجے شام کو سڑک پر کھڑے ہو جایئے اور بجلی کے کھمبے کی طرف دیکھئے۔ صرف ایک بٹن کا اشارہ ہزاروں کیا لاکھوں قمقمے روشن کر دینے کو کافی ہے۔ وہی ذرا سا بٹن بڑی بڑی مشینوں کو حرکت میں لا سکتا ہے۔ بڑی بڑی ملیں چلنے لگتی ہیں۔ اور تو اور فولاد کے دیو کے دیو کوسوں بھاگے چلے جاتے ہیں اور جب ہم میں سے کوئی اپنی نانی اماں کو یہ باتیں سناتا ہے تو وہ ناک بھوں چڑھا کر پھالیا کو منہ میں پوپلتے ہوئے کہتی ہیں "لے یہ جھاڑ و پھرے فرنگی جنے کیا سے کیا کر کے رہیں گے۔"

تو اب آپ نے دیکھا کہ بجلی میں کتنی طاقت ہے؟ آج کل تو تقریباً ہر کام بجلی ہی کے ذریعے ہونے لگا ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ)

پہیلیاں

(۱) بستی میں پڑا تھا۔ فلک سے باتیں کرتا تھا۔

(پہاڑ)

(۲) کوسوں دور پر آنکھوں کے سامنے۔

(چاند، سورج، تارے)

(۳) کالی کالی صورت تھی۔ پر اس پر بھی پیاری تھی سر پر ہری ہری کلغی تھی۔

(بیگن)

(۴) شیشے کا محل، سونے کا بادشاہ

(چمنی)

(۵) چاروں طرف دیوار بیچ میں ہیرا

(انگوٹھی کا نگ)

(۶) ایک کوڑا ایسا کہ دوسروں کے مارو تو اپنے چوٹ لگے۔

(ہاتھ)

(۷) ظاہر ہے میرا لال۔ باطن ہے میرا پیلا

(سرخ مرچ)

(۸) ہمسایہ بہن خاکی، ہم ہیں آبی۔

(جھیل)

"ایزی"

ملیریا بخار کے اسباب

از جناب مصور فطرت خواجہ حسن نظامی صاحب

برسات کا موسم آخر ہونے کے بعد ملیریا پھیلتا ہے۔ پانی سے مچھر پیدا ہوتے ہیں اور مچھروں کے کاٹنے سے ملیریا پیدا ہوتا ہے۔ بنگال اور صوبہ بہار میں چونکہ پانی زیادہ ہے اس واسطے وہاں ملیریا بھی زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر کسی خشک علاقہ کا آدمی بنگال یا بہار میں جائے تو اس کو یہ دیکھ کر وحشت ہونے لگے کہ ہر طرف چھوٹے چھوٹے تالابوں میں سڑا ہوا پانی جمع ہے اور باشندے ان تالابوں میں نہاتے ہیں اور بعض جگہ انہی گندے تالابوں کا پانی پیتے ہیں۔ ایسے مکروہ اور مرطوب مقامات کو دیکھ کر خیال آتا ہے کہ زمین کی دوزخ یہی ہے۔ کسی شاعر نے کہا تھا جب اس نے کسی بہت ہی خوبصورت جگہ کو دیکھا ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

یعنی اگر جنت زمین پر ہے تو بس یہی ہے یہی ہے۔ اگر یہ شاعر بنگال یا بہار میں چلا جاتا تو کہہ دیتا کہ اگر جہنم زمین پر ہے تو بس یہی ہے یہی ہے۔

بنگال اور بہار میں جب تک مسلمانوں کی حکومت رہی انہوں نے بھی کوئی انتظام اس کا نہیں کیا اور جب انگریزوں کی حکومت ہوئی تو وہ بھی اس ملک کی اصلاح سے غافل رہے۔ اگرچہ بنگال اور بہار کی رطوبت کی اصلاح بظاہر ناممکن معلوم ہوتی ہے لیکن انسان ہر غیر ممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔ پانی کو محدود کر دیا جاتا اور ضرورت کے لئے ہر جگہ پمپ کے کنوئیں بنا دئے جاتے اور باشندگاں سے گڑھوں اور تالابوں کو بھروا دیا جاتا تو دو تین صدی میں ملک کی حالت درست ہو جاتی اور ملیریا وغیرہ بیماریاں پھر

کبھی نہ ہوں۔

مگر سوال یہ ہے کہ پنجاب اور سندھ میں نہیں خشک ہیں پھر وہاں ملیریا کیوں ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ محض رطوبت اور تری ملیریا کا باعث نہیں ہے بلکہ غذا، طریق رہائش اور لباس کو بھی اس میں دخل ہے۔ ہندوستانی رہائش کے لئے لباس پہنتے ہیں جسم کی آسائش کا دھیان نہیں کرتے۔ وہ اپنے رہنے کی جگہ کو صاف نہیں رکھتے اور ان کے مکانوں میں دھوپ اور ہوا بھی صاف نہیں آتی۔ گاؤں والے بھی ایسے مکان بناتے ہیں جہاں ہوا اور روشنی کسی طرح اندر نہ آسکے اس لئے وہ بھی ہر موسم کی تبدیلی کے وقت بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ دیہات کے قریب عموماً تالاب بھی ہوتے ہیں اور پانی پینے کے کنوئیں بھی ہوتے ہیں اور وہ بھی گندے رکھے جاتے ہیں۔ گائے بھینس کا بول و براز بھی گھروں اور گاؤں کے کناروں پر جمع رہتا ہے۔

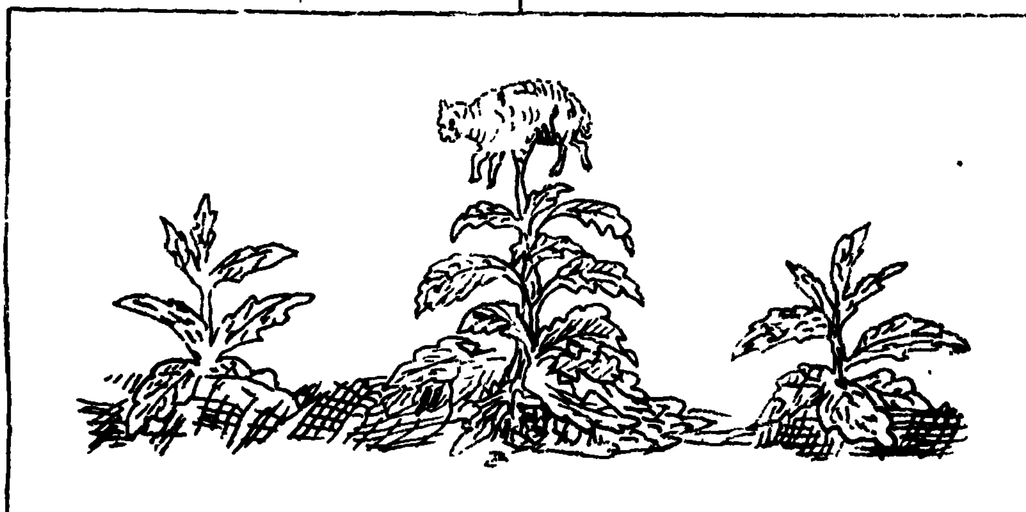
ملیریا کا آسان علاج

جب برسات ختم ہونے لگے تو ہر شخص کو چاہئے کہ وہ ہلکا سا جلاب لے لے تاکہ اس کا پیٹ صاف ہو جائے۔ بچوں کو دو گرین اور بڑوں کو چار گرین کونین کھلانی چاہئے۔ تین چار دن یہ علاج کر لیا جائے تو پھر سارے موسم بخار نہیں آئے گا۔ بشرطیکہ غذا، لباس غسل اور رہائش میں بھی احتیاط کی جائے۔ لباس کی احتیاط کا یہ مطلب ہے کہ ایسے کپڑے نہ پہنے جائیں جن کے اندر برساتی انجرے آسانی سے چھن کر جسم میں پیوست ہو جائیں۔ یعنی دبیز کپڑے کا لباس پہننا چاہئے۔ غذا ہلکی کھانا چاہئے۔ دیر ہضم اور ثقیل چیزیں اور چکنی اور میٹھی چیزیں معدہ کو غلیظ کریں گی اور اس سے بخار پیدا ہوگا۔ رات کو سائے میں سونا چاہئے۔ سایہ ایسی جگہ ہو جہاں ہوا بھی آتی ہو۔ وہاں سونے سے ملیریا نہیں ہوتا۔ کیونکہ آسمان کے نیچے سونا جسم کو بظاہر تو اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن برسات کے آخر میں پچھلی رات ہوا میں ایک ہرلی خنکی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ انسانوں میں بخار کی تخم ریزی کرتی ہے۔

روئی یا کپاس

جناب نور محمد صاحب - استاد تکلی - استادوں کا مدرسہ (جامعہ)

آج کل یورپ، امریکہ اور جاپان کی تجارت کا بہت کچھ دارومدار روئی پر ہے۔ مگر تمہیں یہ سن کر تعجب ہوگا کہ اب سے کوئی دو سو سال پہلے یورپ کے لوگ جانتے بھی نہ تھے کہ روئی کیا چیز ہے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ ایک جانور ہوتا ہے جو ایک درخت سے پیدا ہوتا ہے۔ اوپر کی تصویر دیکھو ایک بھیڑ ایک پودے سے اُگی ہے۔ وہ اون سے واقف تھے اور ودست بھی اون ہی کی ایک قسم سمجھتے تھے۔ یعنی ایسا اون جو درخت سے پیدا ہوا ہو۔ یہ چیز سب سے پہلے ہمارے ملک میں معلوم ہوئی تھی یہیں سے یہ دنیا کے دوسرے ملکوں میں پھیلی۔ حضرت عیسیٰ سے کوئی



تین سو برس پہلے جب سکندر نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس کے سپاہی روئی کا پودا دیکھ کر بہت تعجب کرنے لگے۔ انھوں نے اسے اپنے گھوڑوں کا جامہ بنانے کے لئے بہت مفید اور کارآمد پایا بس اسی وقت سے روئی باہر جانے لگی۔ بحیرۂ احمر کے کنارے کے تمام ملک ہندوستان سے روئی منگاتے تھے۔

یونانیوں کے بعد سے روئی کا پودا بھی ہندوستان سے باہر گیا۔ اور بعض اور جگہوں میں بھی لوگ کپاس بونے لگے۔ لیکن ان جگہوں کی روئی ہندوستانی روئی کی نفاست اور عمدگی کو نہیں پہنچتی تھی۔ اس لئے تمام ملک یہیں سے روئی منگاتے تھے۔ اگرچہ وہ ہندوستان جیسا مہین دھاگا نہ کات سکتے تھے۔ یہاں کی ململ اور تن زیب بننا تو ان کے خواب وخیال سے باہر تھا۔ ایک مورخ لکھتا ہے کہ "ہندوستان میں جب ململ بننے کے بعد گھاس پر پھیلا دی جاتی تھی تو کوئی شخص ململ کو آنکھ سے نہ دیکھ سکتا تھا" یہی وجہ ہے کہ پرانے زمانے میں ہندوستان کی ململ یورپ کے تمام ملکوں میں جاتی تھی اور ہر سال کروڑوں روپئے کا کپڑا ہندوستان سے باہر بھیجا جاتا تھا۔

لیکن روئی ہندوستان سے باہر دنیا کے دوسرے ملکوں میں کیسے پھیلی۔ اس کی داستان عجیب وغریب ہے۔ اب سے کوئی ایک ہزار سال پہلے مسلمانوں نے جب جزائر سسلی پر قبضہ کیا تو انھوں نے اس پودے کی وہاں پر کاشت شروع کی۔ اور جب انھوں نے اسپین فتح کیا تو یہ پودا ان کے ساتھ اسپین میں آیا۔ ایک عرصے تک اسپین میں روئی کی بہت اچھی پیداوار ہوتی رہی انگریزی میں روئی کے لئے جو لفظ ہے (COTTON) وہ اسی لفظ "قطن" سے بنا ہے۔ جس کے معنی روئی کے ہیں۔ سسلی میں جب تک اس کی کاشت تھی اس وقت تک یہاں سے روئی اٹلی، قسطنطنیہ، ایران، مصر، اور شمالی افریقہ کے تمام علاقوں میں جاتی تھی اور صرف یہیں تک نہیں انگلستان بھی پہنچتی تھی۔ اسپین سے یہ یورپ کے باقی حصوں میں بھیجی جاتی تھی۔ اور اس کے علاوہ ۱۴۹۲ء میں جب کولمبس نے امریکہ کا پتہ لگایا تو یہ پودا

اسپین سے امریکہ پہنچا اور پھر اس کے بعد میکسیکو اور برازیل (جنوبی امریکہ) میں آیا۔ جاپان میں یہ پودا یورپ اور امریکہ سے پہلے بھی ۶۸۱ء میں آچکا تھا۔ لیکن پھر دوبارہ اسے کوئی تین سو برس ہوئے

یورپ، امریکہ اور جاپان کی تمام دولت کا اسی پر دار و مدار ہے۔

نیچے لکھے ہوئے عددوں سے ایک نظر میں معلوم ہو جائے گا کہ آج کل دنیا کے کن کن ملکوں میں کتنی

دنیا کا نقشہ :- اس نقشہ میں دکھایا گیا ہے کہ روئی کہاں کہاں پیدا ہوتی ہے۔



نوٹ: جو جگہیں بالکل کالی ہیں وہاں روئی سب سے زیادہ پیدا ہوتی ہے۔

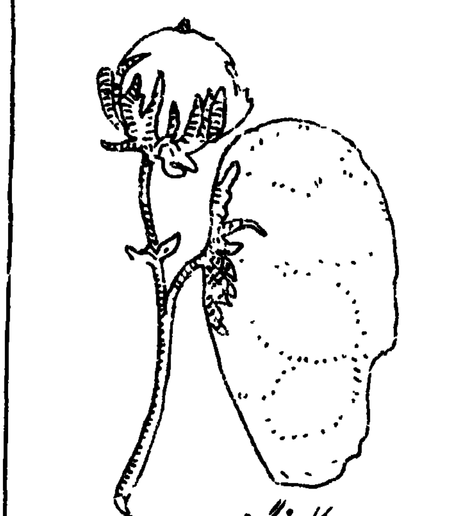
پرتگیز لائے اور اس کے بعد وہاں اس کی بڑے پیمانے پر کاشت شروع ہوئی۔ اس طرح جس چیز کو ہمارے ہندوستان نے سب سے پہلے پیدا کیا مسلمانوں نے اسے تمام دنیا میں پھیلا دیا اور آج

روئی پیدا ہوتی ہے۔ روئی کی مقدار گانٹھوں سے ناپی جاتی ہے۔ ایک گانٹھ ۵۰۰ پونڈ یعنی ۲۵۰ سیر کی ہوتی ہے۔

ہندوستان ۲۶۰۰۰۰۰

ایشیا کے دوسرے ممالک	۳ و ۸۰،۰۰۰
افریقہ	۹۲ و ۰۰۰
برازیل (جنوبی امریکہ)	۴۴ و ۰۰۰
میکسیکو اور جنوبی امریکہ کے دوسرے ممالک	۱۱۳۶۰۰۰
جزائر غرب الہند (امریکہ کے پاس)	۲۴ و ۰۰۰
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۴ و ۰۰۰
دوسرے ممالک	۴۰ و ۰۰۰

اوپر کے عددوں سے تمہیں اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ہمارے دیس میں اب بھی دوسرے ملکوں



روئی کا شگوفہ

کے مقابلے میں کتنی کپاس پیدا ہوتی ہے۔ اس کی وجہ بھی معلوم ہے؟ ہمارے ملک میں زیادہ تر لوگ (کوئی سنّوا میں نوّے) دیہاتوں میں رہتے بستے اور کھیتی کسانی کرتے ہیں۔ روئی ان کی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس لئے ہندوستان کے ہر حصے میں کپاس ہوتی ہے۔ مغربی حصے میں



روئی کا پودا

اس کی کاشت کثرت سے ہوتی ہے۔ گجرات اور سورت، بھڑوچ اور سی۔ پی و برار کا علاقہ کپاس کی پیداوار کے لئے مشہور ہے۔

کپاس کی پیداوار کے لئے نہایت عمدہ

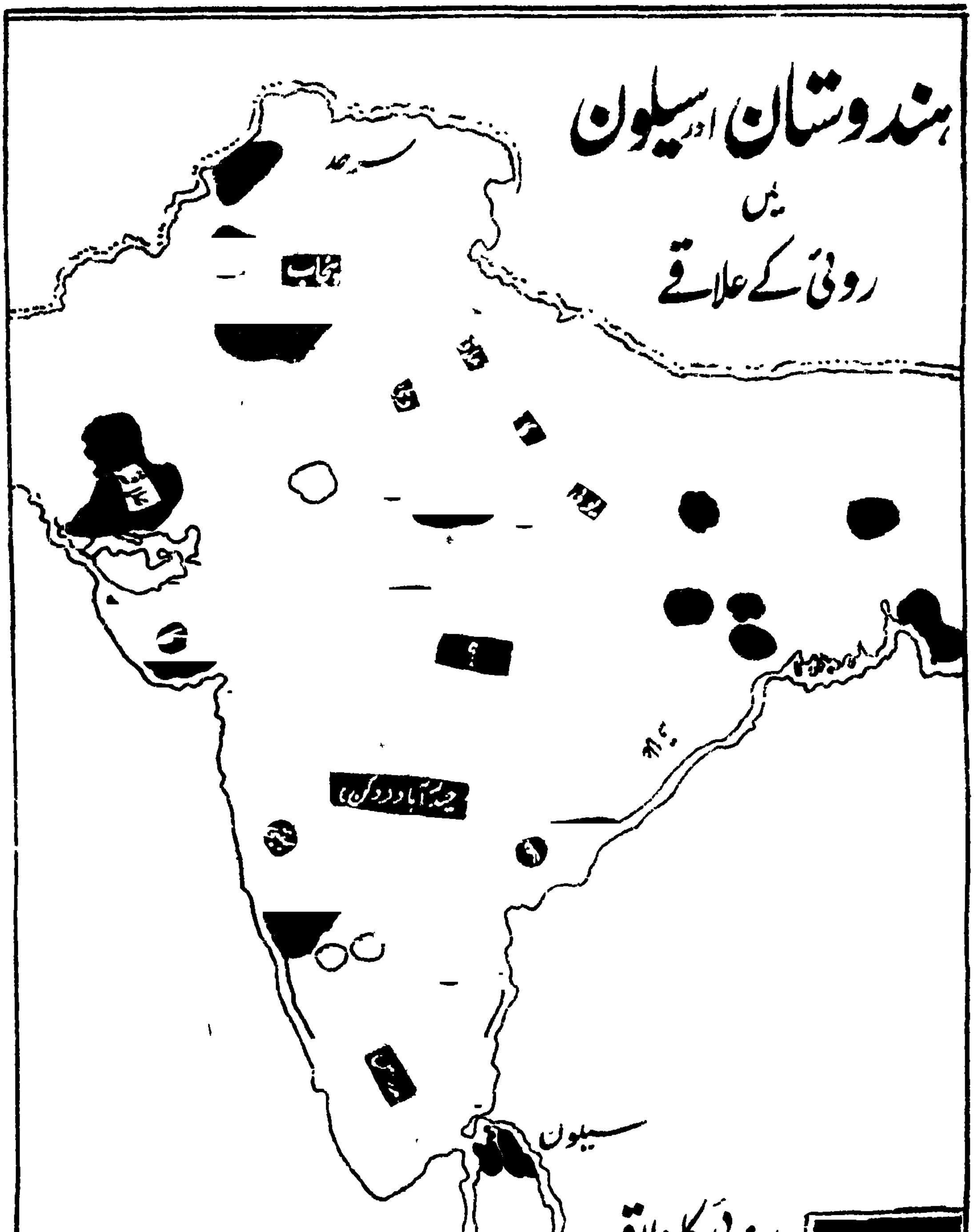
کالی زمین کی ضرورت ہے۔ دریائے تاپتی اور
نربدا کے دہانوں نے بمبئی کے علاقے میں ایسی زمین
پیدا کر دی ہے۔

ہندوستان میں کپاس کا پودا جون اور
جولائی میں بویا جاتا ہے اور اکتوبر، نومبر میں فصل
نکل آتی ہے۔ بیج بونے سے پہلے زمین برابر کر لیتے
ہیں جب ایک دو بار مینہ برسنے سے زمین کی گرمی
نکل جاتی ہے تو بیج بو دیا جاتا ہے۔ زمین میں ڈالنے
سے پہلے بیج کو اچھی طرح صاف کر لیتے ہیں اور بیل یا
گائے کا گوبر ملاتے ہیں۔

ہندوستان کا نقشہ دیکھو۔ کالا حصہ وہ
علاقہ ہے جہاں کپاس کی کاشت ہوتی ہے اس سے
نہیں یہ اندازہ تو ہو جائے گا کہ ہمارے دیس کے
کوئی آدھے حصے میں کپاس کی کھیتی ہوتی ہے۔ کپاس
کی قسمیں اور کئی نام ہیں۔ بھڑوچ، سورتی، ویرم،
جڑی، بنی، رونربہ وغیرہ۔ بھڑوچ اور سورت
میں پیدا ہونے والی کپاس ان ہی شہروں کے
ناموں سے مشہور ہے۔

لمبے ریشے کا کپاس اعلیٰ درجے کا مانا جاتا
ہے۔ جس کپاس میں بیج کم روئی زیادہ نکلے وہ کپاس
بھی اچھا سمجھا جاتا ہے۔ سورت، اور بھڑوچ کی کپاس
سے ۳۵ سے ۴۰ فی صدی تک روئی نکلتی ہے۔
یعنی سو سیر کپاس میں ۳۵ سے ۴۰ سیر تک روئی
اور ۶۰ سے ۶۵ سیر تک بنولے نکلتے ہیں۔ یہ کپاس
ہندوستان میں عمدہ قسم کی مانی جاتی ہے۔ مدراس
کی کپاس گھٹیا قسم کی مانی جاتی ہے۔ اس میں ۲۵ سیر
روئی نکلتی ہے۔

روئی سے کپڑا بنانے کے کارخانے لنکاشائر
(انگلستان کا ایک شہر) میں کثرت سے ہیں۔ لیکن
انگلستان میں کپاس نہیں پیدا ہوتی۔ اس لئے
جب تک امریکہ اور مصر انگریزوں کو روئی نہ دیں
لنکاشائر کی ملیں نہیں چل سکتیں۔ امریکہ والے کپاس
کے معاملے میں انگریزوں کو ہمیشہ تنگ کیا کرتے
ہیں۔ اس مصیبت سے بچنے کے لئے انگریز برابر
اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ بجائے امریکہ
کی کپاس کے ہندوستان کی کپاس لنکاشائر
کے لئے خریدی جائے۔ انگریز ہندوستان پر قبضہ
کئے ہوئے ہیں اور یہاں کی تجارت بھی ان ہی کے


ہندوستان اور سیلون
میں
روئی کے علاقے
سرحد
پنجاب
حیدرآباد دکن
سیلون
روئی کا علاقہ

قبضے میں ہے اس لئے یہ بالکل آسان تھا کہ ہندوستان کی کپاس لنکاشائر بھیج دی جائے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ لنکاشائر کو صرف لمبے ریشے والی کپاس کی ضرورت ہے جو ہندوستانی کپاس کی پوری پیداوار میں صرف پندرہ فی صدی ہوتی ہے اور یہ لنکاشائر کی ضرورتوں کے لئے بالکل ناکافی ہے۔ لنکاشائر کے اکثر مل باریک سوت کا کپڑا بناتے ہیں اور باریک سوت کاتنے کے لئے ایک انچ سے زیادہ لمبے ریشے والی کپاس کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر ہندوستان میں پچھتر فی صدی کپاس کا ریشہ ۳/۴ انچ سے زیادہ لمبا نہیں ہوتا۔ حکومت نے کپاس کی قسم سدھارنے کی بہت کچھ کوشش کی۔ امریکہ اور مصر سے اچھے قسم کے بیج لاکر یہاں بوئے گئے۔ لیکن ان بیجوں کے لئے یہاں کی آب وہوا موافق نہیں آئی۔ پھر بھی کوششیں برابر جاری ہیں۔ امید ہے کہ عنقریب ہندوستان میں چھ کروڑ گانٹھیں ہر سال نکلا کریں گی۔ ان میں دو کروڑ گانٹھیں ہوں گی جن میں ریشہ ایک انچ سے زیادہ ہوگا۔

ہمارے ملک میں دو کروڑ تیتیس لاکھ باون ہزار (۲۳۳۵۲۰۰۰) ایکڑ زمین پر کپاس کی کاشت ہوتی ہے

روئی کا کپڑا بنانے والے کارخانوں کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے۔ ان میں سے اکثر کارخانے بمبئی کے علاقے میں ہیں۔ تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ اسی علاقے میں کپاس کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے قدرتاً کپاس ہی کے علاقے میں کپڑے کی ملیں بن گئیں۔ ناگپور میں بھی کپڑے کی کچھ ملیں ہیں۔ علاوہ اس کے ہاتھ سے کپڑا بننے والے گھرکوں کی تعداد دو کروڑ ہے۔ جس کے ذریعے آٹھ کروڑ ہندوستانیوں کو کام مل رہا ہے۔ اور یہ سالانہ ایک کروڑ گز کپڑا بن لیتے ہیں۔ پھر بھی ہمیں ساٹھ کروڑ کا کپڑا باہر سے خریدنا پڑتا ہے۔ ہندوستان میں کپڑے کا خرچ فی آدمی اوسطاً ۱۴ گز سالانہ ہے۔ دس گز کپڑا ہندوستان کی ملوں سے مل جاتا ہے۔ چار گز کپڑا باہر سے خریدنا پڑتا ہے۔

کئی سال سے ہمارے ملک کے بڑے بڑے لوگوں نے ایک انجمن بھی چرخہ سنگھ کے نام سے بنائی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ باہر سے کپڑا نہ خریدا جائے اور اپنی ضرورتیں ہم خود پوری کرلیں۔

کام کی باتیں

حافظہ تیز کرنے کی دوا

اگر حافظہ کمزور ہو گیا ہو تو برہمی بوٹی تین ماشے لے کر چند کالی مرچوں کے ہمراہ گھونٹ کر چند دن نوش فرمائیں۔

چہرے کی خشکی

اگر گرمی کے سبب سے چہرے پر خشکی ہو تو دیسی لیمو چھیل کر ملیں اور اگر سردی کے سبب ہو تو ادرک تراش کر چہرے پر ملیں۔

چہرے پر مہاسے

اگر چہرے پر مہاسے بکثرت ہوں تو مغز بادام، مغز کدو ہم وزن، تھوڑے کافور ملا کر معمولی پانی میں گھس کر لیپ کریں۔

ہونٹوں کا پھٹنا

ہونٹ گرمی خشکی کے سبب سے پھٹتے ہوں تو مغز بادام، مغز تخم کدو پانی میں گھوٹ کر لگائیں۔

منہ کے آبلے

اگر گرمی سے ہوں تو کتھہ سفید، طباشیر دانہ الائچی خورد پیس کر چھڑکیں۔ اگر رطوبت کی زیادتی کے سبب سے ہوں تو سنگ جراحت، کتھہ سفید صدف آیل سوختہ شب شگفتہ کا سفوف بنالیں اور فائدہ اٹھائیں۔

دانتوں کا میل

اگر دانتوں پر میل جم گیا ہو تو نمک سوختہ اور سمندر جھاگ ملا کر بطور منجن استعمال کریں۔

دانتوں کا سفید منجن

جو دانتوں کے امراض کے لئے مفید ہے نمک لاہوری، کتھہ سفید، خرمہرہ سوختہ، صدف سوختہ، سمندر جھاگ، سب چیزیں بقدر ضرورت لے کر منجن بنائیں اور فائدہ اٹھائیں۔

دانتوں کا سیاہ منجن

جو دانتوں کو آبدار بناتا ہے اور دانتوں کی کوئی بیماری نہیں ہونے دیتا۔ کوئلے درخت ببول ایک چھٹانک فلفل سیاہ ایک تولہ، نمک لاہوری بقدر ضرورت منجن بنائیں اور فائدہ حاصل کریں۔

کھاد بنانے کا طریقہ

از جناب محمد [illegible]

جس طرح انسان کو ہوا، پانی اور روشنی کے علاوہ خوراک کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح پودوں کو بھی ان کے ساتھ ساتھ خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ان کی خوراک کھاد ہے۔ اسی لئے کسان ہر سال کھیت میں کھاد ڈالتا ہے۔ اگر کئی سال تک کھیت میں کھاد نہ ڈالی جائے تو کھیت کمزور ہو جائے گا اور پیداوار کم ہوگی۔

کھاد تین طرح کی ہوتی ہے۔

(۱) حیوانی کھاد:۔ یہ انسانوں، جانوروں اور چوپاؤں کے گوبر اور پیشاب سے بنتی ہے۔

(۲) نباتی کھاد:۔ اسے ہری کھاد بھی کہتے ہیں۔ یہ پودوں سے بنائی جاتی ہے۔

(۳) معدنی کھاد:۔ یہ ان چیزوں سے تیار کی جاتی ہے جو زمین سے نکالی جاتی ہیں مثلاً شورہ، نمک اور چونا وغیرہ

ہندوستان میں حیوانی کھاد عام طور سے استعمال ہوتی ہے۔ اور ہر کسان تھوڑی بہت اپنے اپنے کھیت میں ڈالتا ہے لیکن وہ اسے تیار کرنے کا طریقہ نہیں جانتا۔ اسی لئے اس سے پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

گوبر اور کوڑے سے کھاد تیار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک گڑھا ایسی جگہ کھودا جائے جہاں برسات کا پانی نہ جا سکے۔ اس گڑھے پر اگر چھپر ڈال دیا جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ کیونکہ دھوپ پڑنے سے کھاد کا بہت کچھ حصہ اڑ جاتا ہے۔ جتنا گوبر اور کوڑا کرکٹ ہو اس گڑھے

میں بھرتے رہنا چاہیئے۔ پھر اوپر سے مٹی ڈال کر اسے ڈھانپ دینا چاہیئے۔ کچھ عرصے میں یہی گل سڑ کر اچھی کھاد بن جائے گی۔ جو لوگ ویسے ہی گاؤں کے باہر کوڑے کرکٹ کا ڈھیر لگا دیتے ہیں اور پھر اسے کھیتوں میں ڈال دیتے ہیں وہ کچھ زیادہ نفع نہیں اٹھاتے۔ کیوں کہ اس کا کچھ حصہ تو برسات کے پانی میں بہ کر نکل جاتا ہے اور کچھ سورج کی گرمی سے اڑ جاتا ہے۔ اس لئے ہر کسان کو اسی بتائے ہوئے طریقے سے کھاد تیار کرنا چاہیئے۔

جانوروں کا پیشاب بھی بہترین کھاد ہے جن مکانوں میں جانور باندھے جاتے ہیں وہ اکثر کچے ہوتے ہیں۔ ان کا پیشاب مٹی میں سما جاتا ہے۔ جس سے بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور ہوا خراب ہو جاتی ہے۔ اگر جانوروں کے باندھنے کی جگہ پکی ہو اور کچھ پیچھے کی طرف ڈھلوان ہو تو پیشاب بہہ کر پیچھے آ جائے جہاں ایک نالی بنی ہو وہاں سے پیشاب اٹھا کر کھاد کے گڑھے میں ڈال دیا جائے۔ بعض لوگ پیشاب میں بالو ڈال دیتے ہیں جو پیشاب کو سوکھ لیتا ہے پھر اسے وہ گڑھے میں ڈال دیتے ہیں۔ اس سے مکان بھی صاف رہتا ہے اور ایک اچھی کھاد تیار ہو جاتی ہے۔

ہوشیار کسان اپنے کھیتوں میں بھیڑ بکری اور دوسرے مویشیوں کو بٹھاتے ہیں اس سے ان کا گوبر اور پیشاب کھیت میں سما جاتا ہے اور اچھی کھاد بن جاتا ہے۔

ہڈی سے بھی کھاد بنائی جاتی ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہڈیاں گڑھے میں ڈال دی جاتی ہیں۔ پھر ان کے اوپر بغیر بجھے ہوئے چونے کی تہ جما دی جاتی ہے۔ اس طرح کئی تہیں جما کر اوپر سے مٹی ڈال دی جاتی ہے اور گڑھا بند کر دیا جاتا ہے۔ چھ مہینے میں ہڈیاں گل کر بھربھری ہو جاتی ہیں پھر انھیں پیس کر کھاد بنا لیتے ہیں۔ یہ کھاد پھل دار پیڑوں کے لئے بہت اچھی ہے۔

بناتاتی یعنی ہری کھاد تیار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سن، پٹ سن یا نیل جس چیز کی کھاد دینی ہو اس کو کھیت میں بو دیتے ہیں اور جب پودے

جم کر بڑے ہو جاتے ہیں تو انھیں کاٹ کر ایک بند کھتے میں بھر کر بند کر دیا جاتا ہے۔ نو دس مہینے میں وہ گل سڑ کر کھاد ہو جاتے ہیں۔ اس کھاد کو کھیت میں برابر پھیلا کر ہل سے جوت کر مٹی میں ملا دیتے ہیں۔ تلہن کی کھلیاں بہت زوردار کھادیں ہیں۔ پھلی دار جنس جیسے ارہر، سنئی کو کھیت میں جب وہ پھولنے پر آئیں تو جوت کر اسے زمین میں ملا دیں وہ گل سڑ کر کھاد ہو جاتے ہیں یہ بہت سستی اور آسان کھاد ہے اور اس سے فصل بھی بہت اچھی ہوتی ہے۔ محکمۂ زراعت یعنی کھیتی باڑی کی جانچ پڑتال کرنے والوں نے اس کا اندازہ کیا ہے کہ نباتاتی کھادسے ایک بیگھہ میں ۸من ۳۰ سیر سے لے کر نو من ۱۲ سیر تک غلہ پیدا ہوتا ہے۔

معدنی کھاد بہت اچھی کھاد ہے۔ شورہ تو بوئے ہوئے کھیت پر چھڑک دیا جاتا ہے نمک، چونا، راکھ وغیرہ زمین پر برابر پھیلا کر جوت کر ملائی جاتی ہیں۔

چند عجیب درخت

دودھ کا درخت:۔ جنوبی امریکہ کی پتھریلی زمین میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ یہاں کے باشندے اس سے دودھ حاصل کرنے کے لئے اس کی ٹہنیوں میں سوراخ کر دیتے ہیں۔ تب ان میں سے میٹھا اور طاقت ور دودھ بہنے لگتا ہے۔ لوگ برتنوں میں بھر بھر کر لے جاتے ہیں۔ بعض بازاروں میں لے جا کر بیچ ڈالتے ہیں اور بعضے خود پیتے ہیں اور بچوں کو پلاتے ہیں۔

مکھن کا درخت:۔ یہ درخت افریقہ میں ہوتا ہے۔ یہ زیادہ بڑا نہیں ہوتا۔ اس کے پھل چھالیوں کی طرح خوشبودار اور پُر مغز ہوتے ہوتے ہیں۔ لوگ ان کو دھوپ میں سکھا کر پانی میں ابال لیتے ہیں تب وہ خوش ذائقہ مکھن کی گولیاں بن جاتے ہیں۔ یہ مکھن سال بھر تک بھی رہنے سے خراب نہیں ہوتا۔

چربی کا درخت:۔ یہ درخت چین میں ہوتا ہے اس کے پھلوں میں چربی نکلتی ہے

بیدل انصاری جلیسری

سنچائی

از جناب لطف احمد صاحب انصاری

باغبانی و زراعت کے لئے پانی ایک بہت ضروری اجزا میں سے ہے۔ اس کا پیشتر ہی سے کافی لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ پانی کی آمد و رفت جہاں تک ممکن ہو کافی مقدار میں اور آسان ہو۔ پانی کا کام نہ صرف کہ زمین کو نمی پہنچانا ہوتا ہے بلکہ زمین کی غیر کار آمد غذا کام کے قابل بناتا ہے۔ اور اس کے ذریعے سے بہت سی غذا نباتاتی پودوں کو مختلف جگہ سے مختلف حصوں میں پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ پانی کا نکاس درست رکھا جائے۔ اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کی مدد کے ذریعے پانی پودوں تک پہنچایا جائے۔ دوئم یہ کہ براہ راست خود پودوں تک پہنچ جاتا ہے جو کہ سطح کی بہت اونچائی سے بہ کر چلا آتا ہے۔ جن ذرائع سے زمین کو پانی حاصل ہوتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) بارش۔
(۲) قوتِ کشش۔
(۳) تالاب۔
(۴) چشمہ۔
(۵) کنوئیں
(۶) نہر یا دریا

(۱) **بارش کا پانی۔** براہ راست پودوں کو خود پہنچتا ہے۔ البتہ اس کے نکاس کا انتظام کیا جائے۔ فاضل پانی نہ ٹھہر سکے۔

(۲) **قوتِ کشش:۔** پودا جو نمی زمین سے خود حاصل کرتا ہے اس میں لازمی اور ضروری

ہے کہ اس کی جتائی اور گہرائی وقت پر ہوتی رہے۔ اس سے فائدہ ہوگا ورنہ نقصان کا ڈر ہے۔

(۳) تالاب میدانی علاقوں میں نشیب میں ہوتے ہیں، اور پہاڑی علاقوں میں بلندی پر ہوتے ہیں۔ بعض کا بند باندھ کر پانی روکا جاتا ہے اور بعض نشیب جگہ میں بن جاتے ہیں جن کی بلندی ۲ فٹ سے لے کر ۱۲ فٹ تک ہوتی ہے۔

(۴) چشمے:- یہ سطح زمین سے نیچے ہوتے ہیں ان کی گہرائی تقریباً ۱۰ فٹ کے اندر ہوتی ہے۔ اس جگہ کی سنچائی کا انتظام مشکل نہیں ہوتا۔

(۵) سنچائی کے لئے کنوئیں بہت زیادہ ضروری ہیں اور ان کی گہرائی ۸ فٹ سے لے کر ۵۰ فٹ تک ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے زائد بھی ہوتی ہے۔

(۶) نہر یا دریا۔ یہ چشموں اور کوؤں سے آب پاشی کرتے ہیں اور سطح زمین سے چشمے حاصل کئے جاتے ہیں اور بعض پہاڑی علاقوں میں اونچائی پر دستیاب ہوتے ہیں اور کنوئیں بنا کر اس میں موٹر پمپ لگا کر پانی دوسرے علاقوں میں پہنچایا جاتا ہے۔

جو پانی دریا یا نہر کے ذریعے سے یا کسی ایک مرکز سے پانی ایک دم جاتا ہے اور اس میں قلابے جگہ جگہ نصب کئے جاتے ہیں وہ بڑے چھوٹے یعنی گولائی میں ہوتے ہیں۔ اس لئے پانی کی رفتار قلابے کی موٹائی پر منحصر ہے۔ مثلاً اگر قلابہ ۲ انچ موٹا ہے تو اس سے ۲ گھنٹے ۴۰ منٹ میں ایک ایکڑ زمین سیراب ہوتی ہے۔ اور اس میں کا کچھ حصہ نالی میں بھاپ اور زمین کے جذب ہونے میں ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر ایک انچ بارش ہوگی تو ایک ایکڑ زمین خوب سیراب ہو سکتی ہے باقی پانی کا حصہ بھاپ بن کر ختم ہو جائے گا۔

پانی دینے کے مختلف اوزار اور طریقے یہ ہیں

کہ جن کے ذریعے آب پاشی ہوتی ہے۔

(۱) ڈھیکلی

(۲) چین پمپ

(۳) رہٹ یا چرس

(۴) انجن پمپ

(۵) ٹوکری

(۱) ڈھیکلی :- یہ ایک لمبے بانس یا لکڑی کے ایک سرے میں ڈول باندھ دیا جاتا ہے اور دوسرے سرے میں ایک بہت بڑا وزنی پتھر باندھ دیا جاتا ہے اور ایک لکڑی کنوئیں یا جھیل یا تالاب کے برابر گاڑ دی جاتی ہے اور اس پر یہ لانبی لکڑی رکھ دی جاتی ہے اور پھر پانی بذریعہ نالی دیا جاتا ہے۔

(۲) چین پمپ اس کو کہتے ہیں جو کنوئیں تالاب دریا، نہر اور جھیل میں ڈال کر۔ ایک چین میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چمڑے کے ٹکڑے لگے ہوتے ہیں۔ ایک چرخی اوپر لگی رہتی ہے جس کے ذریعے چین چلتی ہے اور یہ ایک آدمی کے چلانے کی بھی ہوتی ہے اور دو آدمیوں کے بھی۔ اور یہ دو آدمی چلانے والی چین پمپ بذریعہ بیل بھی استعمال کی جاتی ہے۔

(۳) رہٹ یا چرس اس کو کہتے ہیں جس میں لوہے کی چھوٹی چھوٹی بالٹیاں لگی رہتی ہیں اور وہ بذریعہ بیل جوڑی چلایا جاتا ہے۔ اور بالٹیاں کنوئیں وغیرہ کی گہرائی کے مطابق کم و بیش کی جاتی ہیں۔ اور چرس اس کو کہتے ہیں کہ جو دس بارہ فٹ کا ایک گول چمڑا ہوتا ہے اور اس کو ایک بیل جوڑی کھینچتی ہے۔

(۴) انجن پمپ بعض تیل سے چلنے والے ہیں اور بعض بجلی کے ذریعے چلتے ہیں۔ ان کو ہر جگہ استعمال کیا جاسکتا ہے اور جس جگہ پانی گہرا ہوتا ہے وہ یہ مشین کے زور سے پانی دستیاب کر لیتا ہے۔

(۵) ٹوکری۔ یہ ایک بانس کی ٹوکری ہوتی ہے جس کو دو آدمی دونوں سروں سے پکڑ کر

جس میں رسی بندھی ہوتی ہے استعمال کرتے ہیں جو کہ کھیت کے کنارے پر صرف استعمال ہوسکتی ہے۔ یہ چار فٹ گہرے پانی کو سینچنے کے کام میں آتی ہے۔

پانی دینے کا بہت خیال رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ نالیاں باقاعدہ بنائی جائیں اور ترتیب سے بنی ہوں۔ یعنی دو کیاریوں کے بیچ میں ایک نالی کافی ہوتی ہے۔ اور اس سے پانی بھی کم خرچ ہوتا ہے اور اگر ممکن ہوسکے تو پختہ نالی بنانی چاہیئے۔ اس سے کھیت اور باغ کی خوبصورتی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہ طریقہ کھیت اور کیاریوں کا تھا گملوں کا طریقہ اس سے بالکل مختلف ہے۔

گملوں کو پانی بذریعہ فوارہ دینا ضروری ہے اور ضرورت کے لحاظ سے جتنا اس گملے کافی ہو دینا چاہیئے۔ اور پانی دیتے وقت ان کی سبزی، طبیعت، عادت، بالیدگی اور قدو قامت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ نہ کم اور نہ زیادہ ہو۔ اور موسم کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

موسم سرما میں پانی کم دیا جاتا ہے۔ اور موسم گرما میں پانی کافی دیا جاتا ہے۔ پودوں کی جڑوں میں پانی دینا مفید ہے۔ اکثر یہ کرتے ہیں کہ پتوں پر پانی ڈال دیتے ہیں اور جڑوں میں کافی پانی نہیں پہنچتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ پتوں پر جو گرد و غبار جمع ہوتا ہے اس کو بھی بذریعہ پانی صاف کر دینا چاہیئے۔ بعض اشخاص مشک سے پانی ڈلواتے ہیں اس سے جڑیں کھل جاتی ہیں اور اس کی وجہ سے پودے ضائع ہوجاتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ پانی احتیاط سے دینا چاہیئے۔ باغبانی اور زراعت کے لئے پانی کا سوال بہت اہم ہے اس لئے ضروری ہے کہ جگہ جگہ حوض وغیرہ بنائے جائیں اور ضرورت کے وقت ان کو استعمال میں لایا جائے۔ بعض مرتبہ نہریں بند ہوجاتی ہیں جس کی وجہ سے کھیتی کا بہت نقصان ہوتا ہے اور پانی اس کا جزو اعظم ہے۔ بیج بونے کے بعد بہت ہی باریک فوارہ سے پانی دینا چاہیئے۔ وہ خاص بیج کے لئے ہوتا ہے۔

دیس کی سیوا

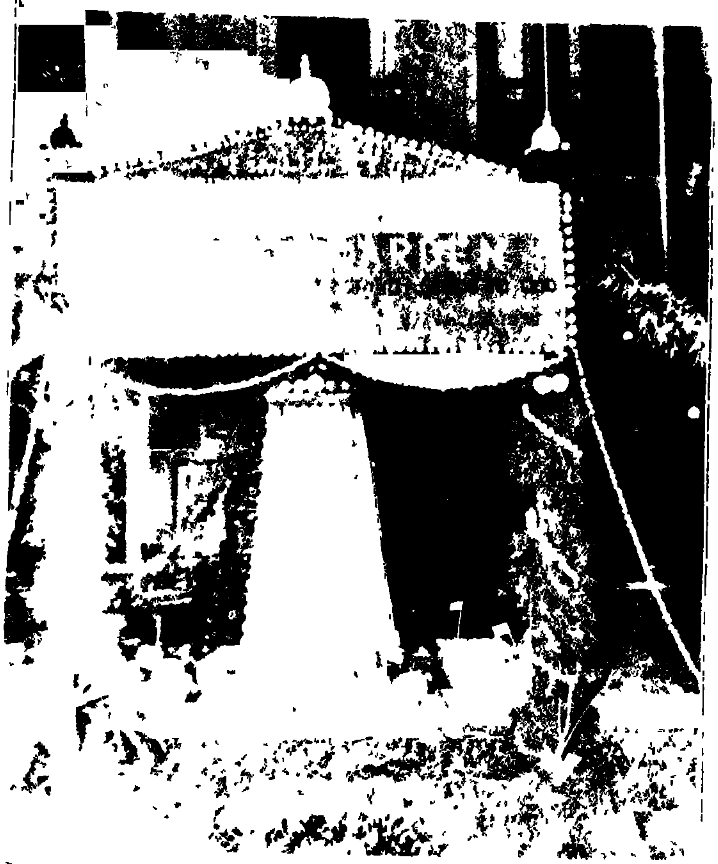
گاؤں کا مدرسہ

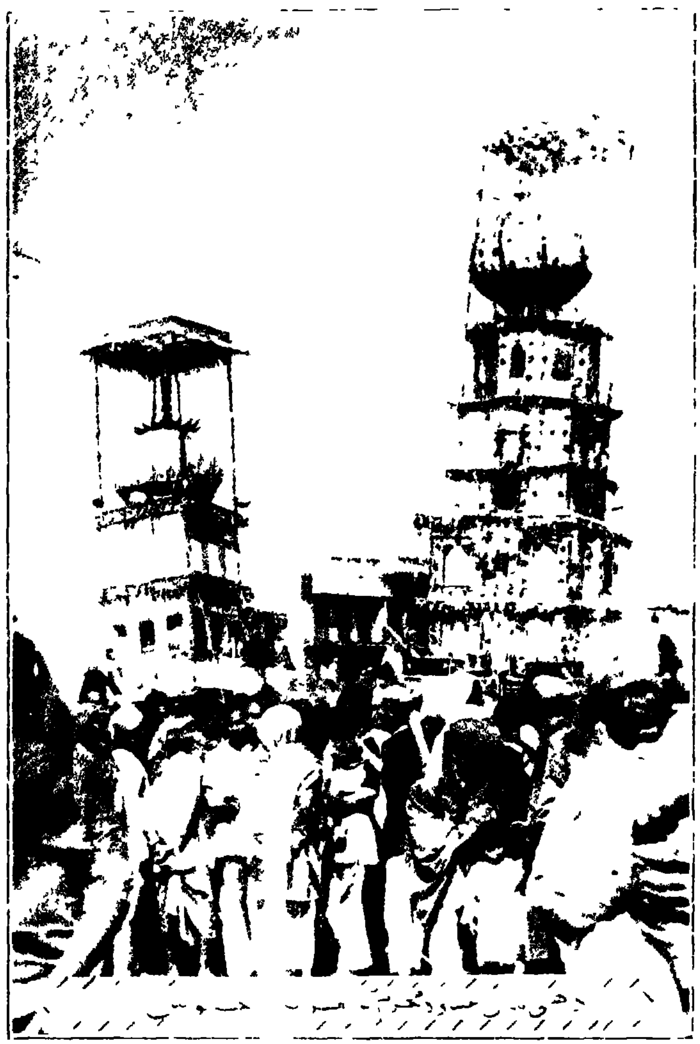
از جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب پرنسپل جامعہ ملیہ دہلی

مدرسے سے نکل کر بڑے ہو کر تم جس دیس میں جاؤ گے وہ بڑا دکھیارا دیس ہے۔ غلاموں کا دیس ہے، بُری بُری ریتوں کا دیس ہے، پھوٹ کا دیس ہے۔ بیماریوں کا دیس ہے، غریبی کا دیس ہے، بھوک اور بپتا کا دیس ہے، ہاں بڑا دکھیارا دیس ہے۔ پھر بھی ہمارا اور تمہارا دیس ہے۔ اسی میں جینا ہے اور اسی میں مرنا ہے۔ اس لئے یہ دیس تمہارے جانچ کی جگہ ہے۔ تمہارے پریم کی کسوٹی ہے۔

اپنے چاروں طرف ایسی بپتا دیکھ کر تم گھبرا نہ جانا۔ دیکھو ہمت نہ ہار بیٹھنا۔ کیوں کر اس وقت تو ہمارے دیس کو ہمارے ماتھے کے پسینے کی سدا بہنے والی ندی کی ضرورت ہے۔ ہمیں کام کرنا چاہئے۔ چپ چاپ دل لگا کر لگاتار کام کرنا چاہئے۔ یہ کام کسان کی ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں بنے گا۔ کاریگر کی دھوئیں سے کالی چھت کے نیچے بنے گا۔ دیہاتی مدرسے کے پھوس کے چھپر تلے بنے گا۔ ان جگہوں کا کام صبر چاہتا ہے۔ اس میں تھکن بھی بہت زیادہ ہے۔ اور نتیجہ بھی جلدی نہیں نکلتا۔ ہاں کوئی دیر تک صبر کرے تو ضرور پھل میٹھا ملتا ہے۔

ربوہ میں پھولوں کی سالانہ نمائش







جناب محمد یسین صاحب ایم اے بی ٹی

نورا ایک نہایت چالاک، مکار، مگر بہت سمجھ دار شخص تھا۔ اتفاقاً سفر کرتا ہوا جب وہ اپنے گاؤں کی جانب آ رہا تھا اس کا سفرخرچ ختم ہوگیا بھوک بہت لگ رہی تھی مگر پاس کچھ نہ تھا۔ بے چارہ آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا تیز دھوپ اسے اور بھی بدحواس کئے دیتی تھی کہ سامنے ایک کھیت میں چار شخص ہل چلاتے ہوئے نظر آئے۔ کسی راہ گیر سے پوچھا کہ بھائی یہ لوگ کون ہیں؟ وہ راہ گیر اسی گاؤں کا رہنے والا تھا، بولا۔ یہ چاروں بھائی ہیں، فلاں شخص سب سے بڑا ہے، اور شادی شدہ ہے۔ علاوہ ازیں اس گاؤں کا نمبردار بھی ہے۔ چنانچہ نورا نے نمبردار کے پاس پہنچ کر سلام کیا اور اسے بہنوئی کر کے مخاطب کیا۔ گاؤں والے عموماً سادہ طبیعت اور مہماں نواز ہوتے ہیں۔ خیال کیا ممکن ہے کہ میری بیوی کا بھائی ہو اور اتفاقاً مجھ سے کبھی ملاقات نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ ہل چھوڑ کر نورا کو ایک سایہ دار درخت کے نیچے بٹھایا۔ حقہ بھرا اور سامنے رکھ دیا۔ مختصر سی گفتگو کے بعد نمبردار بولا بھائی کھانا تو میں کھا چکا ہوں۔ اگر تمہیں بہن کے پاس ابھی جانا ہو تو کسی کے ساتھ بھیج دوں، ورنہ شام کو میرے ساتھ چلنا۔ نورا بولا بھائی مجھے تو ابھی بھیج دو۔ پس نمبردار نے اسے کسی ملازم کے ساتھ گھر بھیج دیا۔ نورا گھر پہنچ کر نمبردار کی بیوی سے بولا۔ بھابھی سلام۔ نمبردار کی بیوی نے سوچا ممکن ہے کہ یہ کوئی رشتہ میں نمبردار کا بھائی ہو لہذا

اس کی خوب خاطر تواضع کی گئی۔ شام کو نمبردار آیا ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور پھر فوراً کھانا کھا کر لیٹ گیا۔ نمبردار اور اس کی بیوی سونے سے پیشتر ایک دوسرے سے نورا کے متعلق گفتگو کرنے لگے۔ اثنائے گفتگو میں معلوم ہوا کہ اس نے دونوں کو دھوکا دیا۔ اتفاق سے نورا بھی سن رہا تھا۔ اب گھبرایا کہ خیر نہیں۔ چنانچہ چپکے سے اٹھ کر بھاگا۔ نمبردار کو بہت غصہ آیا بیوی سے کہا کہ اس مکار کی خبر لوں گا۔ چنانچہ اس کے پلنگ کے قریب آیا۔ دیکھا تو مہمان رخصت ہو چکا تھا گھوڑی پر سوار ہو کر اس کے پیچھے بھاگا۔ نورا نے دیکھا کہ نمبردار اس کے پیچھے آرہا ہے بھاگنا بیکار ہے وہیں ٹھہر گیا۔

نمبردار قریب پہنچا لیکن ابھی کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ نورا خود ہی بولا۔ واہ میاں چودھری! گھوڑے پر سوار ہو کر میرے پیچھے اس لئے بھاگے آئے ہو کہ میں تمہارے یہاں سے کھانا کھا آیا ہوں۔ اور تو کوئی بات نہیں۔ میاں تم ایک دفعہ نہیں پچاس دفعہ میرے یہاں کھانا کھا سکتے ہو۔

نمبردار شرمندہ ہو گیا۔ سوچا بات تو ٹھیک ہے۔ کھانا ہی کھا آیا ہے کچھ اٹھا کر تو نہیں لے آیا۔ بولا۔ نہیں میں اس لئے آیا ہوں کہ تمہارا پتہ تو معلوم کر لوں۔

نورا بولا۔ بھائی میرا نام نورا ہے اور میں چیتری نگر کا رہنے والا ہوں۔ اس گاؤں میں میرا گھر ہے۔ جس سے بھی پوچھو گے تمہیں بتا دے گا نمبردار یہ سن کر چپ چاپ گھر واپس چلا آیا۔

خداوند تعالےٰ کی قدرت دیکھئے ایسا اتفاق ہوا کہ نمبردار کی نمبرداری چھن گئی، زمین بک گئی۔ محض ایک گھوڑی اور ایک مکان باقی رہ گیا۔ جب کھانے کو بھی نہ رہا تو نورا کا خیال آیا۔ بیوی سے بولا تم یہاں رہو میں نورا کے پاس جاتا ہوں شاید کچھ مدد کرے۔ بیوی بولی نہیں یہاں کیوں چھوڑے جاتے ہو۔ ساتھ ہی لے چلو۔ چنانچہ نمبردار نے مکان کو مقفل کیا۔ گھوڑی پر بیوی بچی کو بٹھایا اور خود باگ پکڑ کر چل دیا۔

دو بجے کے قریب چترا نگری گاؤں میں جا پہنچا۔ گاؤں میں پہلی دوکان ایک قصائی کی تھی۔ قصائی بیٹھا چار گاہکوں سے خوش گپیاں ہانک رہا تھا۔ نمبردار کو دیکھ کر کہنے لگا۔ کہو بھائی یہ گھوڑی بمعہ اس عورت اور بچوں کے سَو روپیہ میں کیسی رہے گی۔ سودا مہنگا تو نہیں۔ گاہک بولے عقل ماری گئی ہے۔ کیا یہ سودا بھی ممکن ہے؟ قصائی بولا ابھی لو۔ نمبردار کو آواز دی۔ او بھائی چودھری بول۔ سَو روپیہ میں گھوڑی بیچے گا۔ نمبردار نے ہاں کر دی۔ قصائی نے گھوڑی بمعہ عورت اور بچوں کے گھر میں ہانک دی۔ بے چارہ نمبردار بہت کچھ کہتا سنتا رہا آخر سو روپیہ لے کر چل دیا راستے میں چند لڑکے کھیل رہے تھے ان سے نورا کا گھر پوچھا۔ وہ بولے "ہم گھر تو بتا دیں گے مگر شرط یہ ہے کہ ہمیں بہت سا گڑ کھلانا" چودھری بولا "اچھا" نورا کے مکان کے قریب پہنچ کر لڑکوں نے چودھری کو پکڑ لیا اور کہا "یہ رہا نورا کا گھر اور یہ رہی بنئے کی دوکان۔ پہلے بہت سا گڑ کھلا پھر نورا کے گھر جائیو" اب نمبردار پر اور مصیبت آئی۔ وہ گڑ تلوانا چاہتا ہے۔ یہاں تک سَو روپیہ کا گڑ بچوں کو دینے کو تیار ہے کہ وہ کسی طرح اس کا پیچھا چھوڑ دیں۔ مگر وہ ضد کر رہے ہیں کہ ہم سَو روپیہ کا گڑ نہیں چاہتے ہیں تو بہت سا گڑ چاہتے۔ اس شور وغل کی آواز نورا کے کانوں میں بھی پہنچی۔ وہ باہر نکلا تو چودھری کو دیکھا اس سے خوب تپاک سے ملا اور گھر چلنے کو کہا۔ چودھری نے کہا۔ پہلے اس بلا سے تو نجات دلاؤ۔ نورا نے ماجرا سن کر بنئے سے کہا۔ ترازو کے ایک پلڑے میں دو آنہ کا اور ایک پلڑے میں چار آنہ کا گڑ ڈالو۔ اور لڑکوں سے کہا جو بہت سا ہو وہ اٹھا لو۔ اس طرح نورا کی عقلمندی سے صرف چھ آنے میں نمبردار کا پیچھا چھوٹ گیا۔

اب نمبردار کو گھر کے اندر لے کر گھسا۔ مزاج کے بعد بچوں کا پوچھا۔ تو نمبردار نے کہا بال بچے بھی ساتھ لایا تھا۔ مگر فلاں قصائی نے حیلے سے گھوڑی معہ بیوی بچوں کے گھر میں ہانک دی اور مجھے سَو روپیہ دے کر چلتا کر دیا۔ نورا کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اور کہا میرا مہمان اور

میرے گاؤں میں مہمان کی یہ گت ۔ نمبردار سے کہا میاں لے تو یہاں بیٹھ کر حقہ پی ۔ میں اس وقت بیٹھوں گا جب تیرے بال بچے مع گھوڑی کے لے آؤں گا ۔ چنانچہ نورا سیدھا قصائی کی دوکان پر پہنچا ۔ وہاں پہلے کی طرح گاہک موجود تھے ۔ نورا وہاں پہنچا اور قصائی سے بولا ۔ بھائی مجھے ہر روز ایک سری کی ضرورت ہوا کرے گی بولو کتنے میں دیا کرو گے ۔ قصائی نے عام قیمت دو چار آنے بتا دی ۔ نورا نے کہا کہ میاں پکی بات ہے ۔ قصائی نے کہا ۔ کیوں نہیں ۔ نورا نے بڑھ کر قصائی کا چھرا اٹھا لیا اور دوسرے ہاتھ سے قصائی کی گردن پکڑ لی ۔ قصائی اور دوسرے گاہک ہکا بکا رہ گئے ۔ کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ معاملہ کیا ہے ۔ وہ تو معمولی بکری کی سری سمجھے تھے ۔ مگر نورا بولا ۔ آج تو تیری سری لوں گا ۔ کل کے لئے کسی رشتہ دار کا نام بتاتا جا ۔ تا کہ کل کو اس کی سری اتاروں ۔ قصائی نے کہا ۔ نورا تمہاری عقل بھی ٹھکانے ہے کہ نہیں ۔ دنیا جانتی ہے کہ یہاں سری سے مراد بکری کی سری ہے ۔ نورا نے کہا ۔ تو گھوڑی مع جورو بچوں کے کتنی ہوگی تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ وہ میرا مہمان ہے ۔ گویا تم نے میری بے عزتی کی ۔ بھیا چاہے کچھ بھی ہو میں تو تمہارا سر لے کر جاؤں گا ۔ کل کے لئے کسی کا نام بتا دے ۔ قصائی بے چارہ بہت گھبرایا بولا میاں نورا ۔ گھوڑی، عورت، بچے اور سو روپیے بھی نہیں لیتا ۔ لیکن خدا کے واسطے میرا پیچھا چھوڑ ۔ چنانچہ نورا سب کچھ لے کر مسکراتا ہوا گھر آیا ۔ نمبردار یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا ۔ نمبردار مع بال بچوں کے نورا کے یہاں قریب ایک ماہ کے نہایت آرام سے رہا نورا نے ان کی خوب آؤ بھگت کی اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے دی ۔

آخر نمبردار نے خود ہی ایک دن جانے کی اجازت چاہی ۔ نورا نے کہا ۔ میاں یہ اپنا ہی گھر سمجھو ۔ تمہارے یہاں رہنے سے مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی ۔ لیکن نمبردار نے گھر جانے کے لئے اصرار کیا تو نورا نے اسے بادل ناخواستہ رخصت کی اجازت دے دی ۔ کھانے پینے کا سامان باندھ دیا ۔ پچاس روپئے خرچے کے لئے دئے ۔ اور

رخصت کرنے کے لئے ساتھ ہو لیا۔ تاکہ گاؤں سے باہر تک چھوڑ آئے۔ ایسا نہ ہو کہ گاؤں سے نکلنے سے پیشتر ہی اپنا اثاثہ کھو بیٹھے۔ جب گاؤں سے باہر کچھ دور پہنچ گئے تو نورا نے الوداع کہی اور ہوشیار رہنے کی تاکید کی اور پھر واپس ہو گیا۔ کوئی دو فرلانگ واپس آیا ہو گا کہ اسے معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ پھر کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔ واپسی پر دیکھا تو اس کا اور ایک حجام کا جھگڑا ہو رہا ہے۔ معلوم کرنے پر چودھری نے بتایا کہ میں نے اس حجام سے حجامت بنوائی ہے۔ اور حجامت بنوانے سے پیشتر میں نے اس سے معلوم کیا کہ اجرت کیا ہو گی۔ حجام نے کہا کہ کچھ دے دینا۔ اب میں سو روپئے دینے تک کو تیار ہوں۔ لیکن حجام ہے کہ میرا پیچھا ہی نہیں چھوڑتا کہتا ہے کہ میں تو کچھ ہی لوں گا۔ روپیہ نہیں چاہئے نورا بولا بہت بہتر۔ حجام سے کہا میاں حلوائی کی دوکان سے ایک پاؤ بھر دودھ لانا۔ جب حجام دودھ لایا تو نورا نے چپکے سے دودھ میں تنکے وغیرہ ڈال دئے۔ نورا نے کہا۔ خلیفہ جی دودھ دیکھ کر بھی لائے ہو۔ دیکھنا اس میں کیا ہے۔ حجام نے کہا صاحب دودھ تو بالکل صاف تھا۔ نورا نے کہا۔ دیکھ تو۔ حجام نے دودھ دیکھا تو کہا۔ اجی اس میں تو کچھ ہے۔ نورا نے دوبارہ کہا۔ کیا۔ حجام نے کہا اجی کچھ پڑا ہے۔ نورا نے کہا یہ تو تو ہی لے نا۔ تجھے کچھ کی ضرورت تھی سو تجھے مل گئی۔ حجام سخت شرمندہ ہوا۔ نورا نے چودھری سے کہا میاں تو خواہ مخواہ ہر ایک سے الجھتا ہے چپ چاپ گھر کی راہ لے۔ اتنے میں اس نے مڑ کر دیکھا تو اس کی حیرت کی حد نہ رہی۔ جب کہ نمبردار اسے وہیں کھڑا دکھائی دیا جہاں چھوڑ کر آیا تھا۔ سمجھا کہ چترا نگری کا کوئی اور شریر اس سے الجھ گیا۔ پھر مڑا کہ منہ بولے بھائی کی مدد کرے۔

ادھر کی سنئے۔ جب نورا نمبردار سے گھر جانے کے لئے رخصت ہو رہا تھا تو چترا نگری کا ایک کانا بدمعاش خرانٹ چھپ کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے دور سے بھانپ لیا کہ نمبردار سادہ لوح آدمی ہے اور اس کے پاس رقم بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ نورا کے پیٹھ موڑتے ہی اس نے

نمبردار کو بلالیا اور اس سے کہا۔ میں اور تیرا باپ دینی بھائی تھے تیرا باپ بہت بڑا سوداگر تھا اور آنکھ کے ڈھیلوں کی تجارت کرتا تھا۔ میں غریب تھا ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ تیرے باپ کے پاس ڈھیلے ختم ہوگئے۔ دریائے امیر کو اپنی آنکھ کے لئے ڈھیلے کی بڑی ضرورت تھی۔ چنانچہ تیرے باپ نے زبردستی میرا ایک ڈھیلا نکال لیا اب تو مجھے میرا ڈھیلا واپس کردے یا اس کی قیمت دے۔ نمبردار عجیب کشمکش و پیچ میں تھا۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا جواب دے کہ استنے میں نورا آن پہنچا۔ اپنے دوست کو مصیبت میں پھنسا ہوا دیکھ کر نورا کو سخت غصہ آیا۔ اس نے تمام قصہ سننے کے بعد نمبردار کے کان میں موقع پاکر کہا کہ تو یوں کہہ دے کہ میں ڈھیلا لینے گھر جاتا ہوں۔ چنانچہ نمبردار نے یوں ہی کہا اور روانہ ہوگیا۔ ابھی مشکل سے پچاس قدم ہی گیا ہوگا کہ نورا نے آواز دی کہ چودھری واپس آ۔ نمبردار واپس آگیا۔ نورا بولا۔ چودھری تیرا باپ تو ڈھیلوں کا بہت بڑا سوداگر تھا۔ تجھے یہ کیسے معلوم کہ اس کی آنکھ میں کون سا ڈھیلا ٹھیک آئے گا۔ بہتر ہے کہ اس شخص کی دوسری آنکھ کا ڈھیلا لیتا جا اور اس کے برابر کا لیتا آئیو۔ نورا نے اس کانے بدمعاش کو پکڑ لیا اور نمبردار سے کہا کہ چاقو سے اس کی آنکھ کا ڈھیلا نکال لے۔ اب تو بدمعاش بہت ہی سٹ پٹایا۔ کہنے لگا اچھا میں ڈھیلا نہیں لیتا۔ نورا نے کہا بدمعاش کہیں کے تو لیتا کیسے نہیں۔ تجھے لینا پڑے گا۔ چودھری دیکھتا کیا ہے ”پھوڑ کمبخت کی آنکھ“ بدمعاش نورا کے قدموں پر گر پڑا۔ اور کہا: ”میاں یہ سلطے پانچ سو روپیے ایک ہفتے کی لوٹ کی کمائی مجھ سے لو اور مجھے بخش دو۔ اگر مجھے یہ خبر ہوتی کہ اس آدمی کا دوست نورا ہے تو میں کبھی اس پر ہاتھ نہ ڈالتا“ نورا نے یہ رقم بھی نمبردار کے حوالے کی اور نمبردار کو مزید ہوشیاری کی تاکید کرکے رخصت کیا۔

چنانچہ نمبردار مع بیوی بچوں اور ایک بہت بڑی رقم کے اپنے گھر بخیریت پہنچ گیا۔ اس روپیہ سے کچھ زمین خریدی اور کچھ غلہ۔ پھر پہلے کی طرح نہال ہوگئے

دوستو! ہمدردی بڑی اچھی چیز ہے۔ وقت پر دوسروں کی مدد کرنا ہی حقیقی ہمدردی ہے

دوست وہی ہے جو مصیبت کے وقت کام آئے۔ اگر تمہارے ساتھ کوئی نیکی کرے تو اسے بھولنا نہیں چاہئے۔ اس کہانی سے تمہیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ نورا نے صرف ایک وقت کی روٹی کھا کر نمبردار کے اجڑے گھر کو بسا دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ بہت سی مصیبتوں سے بچایا۔

صبح کا گیت

اٹھ جاگ مسافر بھور بھئی اب رین کہاں جو سووت ہے
جو جاگت ہے سو پاوت ہے جو سووت ہے سو کھووت ہے

اٹھ نیند سے انکھیاں کھول ذرا اور اپنے رب سے دھیان لگا
یہ پریت کرن کی ریت نہیں جگ جاگت ہے تو سووت ہے

جو کل کرنا ہو آج کرے جو آج کرنا ہو اب کرے
جب چڑیوں نے چگ کھیت لیا پھر پچھتائے کیا ہووت ہے

نادان بھگت کرنی اپنی رے پاپی من میں چین کہاں
جب پاپ کی گٹھڑی سیس دھری پھر سیس پکڑ کیوں روت ہے

پیٹو راجہ



پیارے راجا، ہمارے راجا
فقط مٹھائی ہے جن کا کھاجا
چمکتی راتوں میں سیر دریا
سریلے گانے، سریلا باجا

لال دیس کے بازاروں میں آج بہت بھیڑ بھاڑ تھی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ لوگ راجہ کے انتظار میں کھڑے ہوئے ہیں۔ یکایک عالی مرتبت راجہ کی سواری آپہونچی اور اس شان کے ساتھ کہ سو راجپوت عورتیں سرخ وردی اور ننگی تلواروں کے ساتھ آگے آگے چلتی تھیں۔ اس کے پیچھے ایک رتھ تھی۔ سر سے پیر تک سونے میں رنگی ہوئی۔ اور اس میں جا بجا ہیرے جڑے ہوئے۔ جن کی چمک سے آنکھیں بھری جاتی تھیں۔ اس عظیم الشان رتھ میں بیس گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ راجہ بیٹھا تھا۔ پیچھے ایک ہزار سوار تھے۔ اور باجے والوں کا ایک دستہ بھی "ہٹو، بچو" کے شور کے ساتھ سواری کا جلوس آگے بڑھا۔ لوگوں نے جھک جھک کر سلام کیا اور راجہ نے ہاتھ کے اشارے سے ان کے سلام

کا جواب دیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد راجہ نے رتھ بان سے دھیمی آواز میں کہا "گاڑی بہت تیز چلاؤ" سات حبشی غلام رتھ کے دائیں بائیں ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ راجا کا یہ حکم سنا تو ان کی باچھیں کھل کر کانوں کی لو تک پہونچیں۔ بات یہ تھی کہ رتھ تیز چلانے میں جو راز تھا وہ ان کو معلوم تھا۔ "راجہ مٹھائی کے لئے بے تاب ہے" ایک غلام نے دوسرے غلام سے کہا۔ دوسرے غلام نے چپکے سے کہا: "مٹھائی کھاتے کھاتے راجہ کی توند نکل آئی ہے اور کچھ دنوں میں یہ اتنا موٹا ہو جائے گا کہ اپنی جگہ سے بھی نہ ہل سکے گا۔"

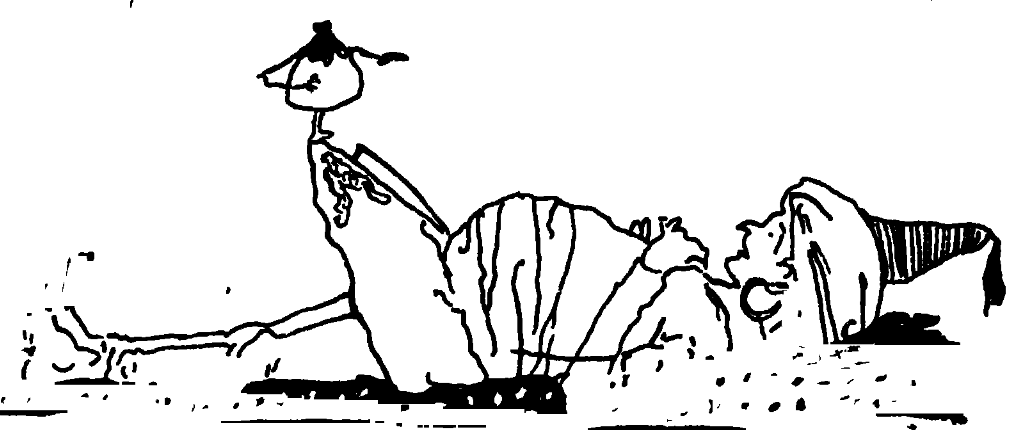
آن کی آن میں رتھ راج محل کے دروازہ پر آ گئی۔ گھوڑے ابھی پوری طرح ٹھہرنے بھی نہیں پائے تھے کہ راجہ رتھ سے کود پڑا۔ اس نے تالی بجائی اور فوراً ہی ایک حبشی غلام حاضر ہوا راجہ نے چلا کر کہا۔ "خدا کے لئے بہت جلد کچھ مٹھائی لاکہ میرا دم ٹھہرے اور میں شام کے کھانے کے لئے تیار ہو سکوں۔"

چند منٹ کے بعد غلام سونے کا ایک تھال لے کر آیا۔ اس میں مکھن بڑے، موتی پاک ملائی کے لڈو اور تیدریں؛ ذائقہ کے لئے کچھ نمکین سودا بھی تھا۔ غلام نے تھال کو رکھا بھی نہ تھا کہ راجہ کھڑے کھڑے سب مٹھائی ایک دم میں صاف کر گیا۔ پھر اس نے منہ سے سیٹی بجائی اور شہزادی کی طرح ایک لونڈی آن کھڑی ہوئی۔ راجہ نے حکم دیا "میرے رنگین غسل کی تیاری کی جائے۔"

راجہ حمام میں داخل ہوا۔ بیسن دانی، کھلی بکس، تولئے اور غسل کا سامان قرینے سے رکھا تھا۔ گلاب کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ اور سنگ مرمر کے ایک شیر دہاں نل سے پانی جاری تھا۔ چند خاص غلاموں کی مدد سے راجہ نے غسل کیا پھر خاص لباس پہن کر ایوان خاص میں میں آیا اور پھر ایک شاندار کرسی پر بیٹھ گیا اتنے عرصے میں پہلا ناشتہ ہضم کر چکا تھا۔ راجہ نے پھر تالی بجائی۔ پہلے کی طرح مٹھائی سے بھرا ہوا ایک تھال آگیا۔ راجہ مٹھائی پر ایسا ٹوٹ کر گرا کہ

معلوم ہوتا تھا چھ وقت سے کم کا فاقہ نہ ہوگا۔
ایک گھنٹے کے بعد راجہ نے کھانے کا لباس بدل کر کھانے کے کمرے کا راستہ لیا اور وہاں پہنچ کر نہایت لذیذ کھانا کھایا۔ دسترخوان پر معمولی کھانوں کے علاوہ طرح طرح کی مٹھائیاں بھی چنی ہوئی تھیں۔ کھانے سے فارغ ہوکر راجہ نے اپنا منہ میٹھا کیا۔

راجہ کھانا کھا کر حسب معمول محل کی چھت پر ٹہل رہا تھا۔ اتنے میں چودھویں کا چاند نکلا۔ اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ تمام باغ، محلات اور آسمان پر کوئی مہتابیاں چھوڑ رہا ہے۔ اس دل کش سماں کو دیکھ کر راجہ کا جی چاہا کہ باغ میں خوبصورت جھیل کی سیر کی جائے۔ شاہی کشتی بان کو حکم ہوا اور فوراً کشتی جھیل میں ڈال دی گئی۔ تمام کشتی پر چاندی کے پترے جڑے ہوئے تھے۔ اس میں قیمتی قالینوں کا فرش تھا اور جابجا زربفت و کمخواب کے تکئے لگے ہوئے تھے۔ راجہ آراستہ کشتی میں سوار ہوا۔ خاص خاص مصاحب دائیں بائیں تھے۔ مٹھائی والا غلام پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ سریلے باجے اور خوش آواز گویوں کی تانیں کانوں کو سوہنے لگیں۔ اور ملاح نے آہستہ آہستہ کشتی کھینی شروع کی۔ ادھر راجہ کے لئے مٹھائی سے بھرا ہوا طشت پیش ہوا۔ ایک ختم ہوا تو غلام نے دوسرا بھر رکھ دیا۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا۔
آسمان پر چاند چلتا رہا اور جھیل میں چاندی کی کشتی۔ یہاں تک کہ چاند مغرب میں نیچا ہونا شروع ہوا۔ اور راجہ نے واپسی کا حکم دیا۔ سب



لوگوں نے اپنے گھروں کا راستہ لیا۔ راجہ محل کی طرف چلا۔ اس کے پیچھے پیچھے مٹھائی والا غلام۔

باغ کی خوش گوار ہوا نے راجہ کو مست کر دیا تھا۔ ادھر راجہ تھکا ہوا۔ اور مٹھائی کھاتے کھاتے اس کے پیٹ میں سانس لینے کی بھی گنجائش نہیں رہی تھی۔ راستہ چلنا دشوار تھا۔ راجہ اونگھ رہا تھا۔ وہ گھاس کے فرش پر گرا۔ اور گرتے ہی اس کی آنکھ لگ گئی۔ بیچارہ مٹھائی والا غلام اپنے آقا سے کچھ دور گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا۔

سارے باغ میں سناٹا چھایا ہوا تھا یکایک مٹھائی والا غلام ہوا میں اڑنا شروع ہوا۔ راجہ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اس کو دیکھا۔ اور وہ رفتہ رفتہ اتنا اونچا ہوا کہ نظر سے غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس سے بھی حیرت انگیز واقعہ یہ ہوا۔ کہ آسمان پر کچھ عجیب وضع کا ایک اداس چہرہ نظر آیا۔ اور وہ آہستہ آہستہ نیچے اترنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ بالکل راجہ کے قریب پہنچ گیا۔ وہ بالکل ملائی کے لڈو سے ملتا جلتا تھا۔ اس کی ٹانگیں، بازو، اور ہاتھ پتلے پتلے اور سر ننھا سا تھا۔ وہ بولا۔ اے راجہ! میں مٹھائی پور سے تمہیں ایک خطرے کی اطلاع دینے آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے ان داتا مہاراج جی تمہاری مٹھائی خوری سے بہت ناراض ہیں۔ اور ان کی ساری پرجا بہت پریشان ہے۔ انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ اگر لال دیس کا راجہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا تو اس کا شہر، اس کی رعیت، باغ، خوبصورت جھیل، اور اس کا شاندار محل سب مٹھائی کی صورت میں بدل دوں گا۔

راجہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔ اور اس نے چیخ کر کہا۔ نہیں نہیں، کبھی نہیں۔ خدا کے لئے یہ میری برداشت سے باہر ہے۔

راجہ نے یہ بات اس قدر چلا کر کہی کہ سارا باغ گونج اٹھا۔ مٹھائی والے غلام نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا۔ اور بدحواس ہو کر ایسا بھاگا کہ باغ کے باہر جا کر دم لیا۔

راجہ نے چاروں طرف دیکھا تو غلام کا پتہ نہ تھا۔ اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا "افسوس یہ بات تو سچ معلوم ہوتی ہے۔ میں نے غلام کو آسمان میں غائب ہوتے دیکھا ہے۔ اور اب واقعی وہ باغ میں کہیں نہیں ہے۔ خیر یہ بھی اچھا ہوا کہ ٹھیک وقت پر مجھے خطرے کی اطلاع مل گئی اور اب میں مٹھائی خوری کو چھوڑتا ہوں۔ یا اللہ توبہ ہے۔ میں اب کبھی مٹھائی نہیں کھاؤں گا۔"

اس واقعہ کے بعد جب کبھی راجہ کے سامنے مٹھائی پیش ہوئی تو اس نے اپنے عہد کا خیال کرکے انکار کر دیا۔ اور رفتہ رفتہ ایسا ہوا کہ خیال سے نہیں بلکہ سچ مچ اسے مٹھائیوں سے نفرت ہوگئی۔ کیوں کہ وہ مٹھائی کھاتے کھاتے بیمار ہو چلا تھا۔ اور جب سے اس نے مٹھائی چھوڑی ہے، وہ بہت تندرست ہے۔

(انگریزی سے)

دلچسپ لطیفہ:- ایک آقا نے اپنے نوکر کو چار آنے پیسے دئے کہ وہ بازار سے تیل خرید لائے۔ نوکر بڑا بے وقوف تھا۔ وہ ایک چھوٹا سا کٹورا لے کر تیلی کی دوکان پر پہنچا۔ تیلی نے چار آنے کا تیل تول کر اس کے کٹورے میں ڈال دیا لیکن تھوڑا سا تیل بچ رہا۔ تیلی نے دریافت کیا کہ "میاں یہ تیل کس طرح لے جاؤگے؟" نوکر نے کٹورا پیٹ دیا اور کہا کہ "باقی تیل اس کی پینِدی میں انڈیل دو"۔ تیلی اس کی بے وقوفی پر بہت ہنسا اور اس نے باقی تیل کٹورے کی پینِدی میں ڈال دیا۔

نوکر جب آقا کے پاس آیا تو اس نے کٹورے کی پینِدی میں تھوڑا سا تیل دیکھ کر کہا کہ "کیا چار آنے کا صرف اتنا ہی تیل آیا ہے"؟ نوکر نے کہا "حضور تیل ادھر بھی تو ہے" یہ کہتے ہوئے اس نے کٹورا پلٹ دیا اور جو کچھ کہ پینِدی میں تیل تھا وہ بھی گر پڑا۔ آقا کو نوکر کی حماقت پر بڑا غصہ آیا اور اس نے فوراً اس نوکر کو اپنے یہاں سے نکلوا دیا۔

جانوروں کی بول چال

فیاض حسین ہاشمی

اللہ میاں نے جہاں بہت سی نعمتیں اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں وہاں ایک قوت بھی دی ہے جس سے ہم اپنے دل کا حال اپنی مصیبت اور تکلیف دوسروں کے آگے بیان کر دیتے ہیں لیکن جانور ہماری طرح بات چیت نہیں کرتے بلکہ اشاروں سے یا چیخ چیخ کر ایک دوسرے جانور کو اپنے حال سے واقف کر دیتے ہیں

مثال کے طور پر بندر ہی کو لے لیجئے۔ اگرچہ وہ ہماری طرح تاریخ اور جغرافیے سے تو واقف نہیں ہوتے لیکن وہ ایسی آوازیں نکالتے ہیں جس کے ہم مختلف معنی لے لیتے ہیں اور وہ اپنے جذبات کو ایک دوسرے پر اچھی طرح ظاہر کر دیتے ہیں۔

ایک دودھ پینے والا بچہ باتیں کرنے سے پہلے اپنے منہ سے، اشاروں سے اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے اسی طرح بہت سے جانور خوشی، غصہ اور اسی طرح کے جذبات کا اظہار اپنی آوازوں سے کرتے ہیں اور ان کے ساتھی ان کی بات سمجھ لیتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی گفتگو ہے۔

کیڑے مکوڑوں کو دیکھئے کتنی جلدی وہ ہر ایک بات محسوس کر لیتے ہیں۔ چیونٹیاں، مکھیاں اور دوسرے کیڑے مکوڑے کیسے مل ملا کر رہتے ہیں جن سے انسان بھی اتحاد کا سبق سیکھ سکتا ہے۔ ذرا مکھی پر غور کیجئے یہ کم بخت ایسی گستاخ ہے کہ ہر ایک جگہ پہنچ جاتی ہے اور جہاں اس کے مطلب کی چیز ملی جھٹ دوسری مکھیوں کو خبر کر دیتی ہے اور آناً فاناً میں ہزاروں مکھیاں جمع ہو جاتی ہیں۔

چیونٹی کو دیکھئے ہے تو ایک ننھا سا جانور لیکن اس کا احساس سب سے تیز۔ ابھی کسی طاق میں یا کسی جگہ کوئی کھانے کی چیز یا شکر رکھ دیکھئے تھوڑی دیر

میں ہزاروں چیونٹیاں جمع ہو جائیں گی۔ چیونٹیاں مکھیاں یا ایسے ہی دوسرے جانور انسانوں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھ کر نہیں بولتے بلکہ اگر ان کو کسی جگہ اپنی خوراک کا ذخیرہ نظر آجاتا ہے تو وہ اپنے دوستوں کو مطلع کر دیتے ہیں اور ہر ایک اپنی بساط کے موافق اس ذخیرے میں سے اپنے لئے خوراک حاصل کر لیتا ہے۔

ان باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ اگرچہ جانور انسانوں کی طرح نہیں بول سکتے لیکن ان کی بھی ایک خاص قسم کی زبان ہوتی ہے جس سے وہ اپنی ہر ایک بات کو اپنی جنس کے جانوروں کو مطلع کر دیتے ہیں۔

طوطے کی باتیں

اب آپ یہ اعتراض کریں گے کہ یہ بات تو غلط معلوم ہوتی ہے کہ جانور انسان کی طرح بول ہی نہیں سکتے۔ ہم نے بہت سی مرتبہ لوگوں کو طوطے اور مینا سے باتیں کرتے سنا ہے اور طوطے کو بولتے دیکھا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ بولنے کا تعلق دماغ سے ہے۔ اس کے علاوہ دانتوں، زبان اور ہونٹوں سے بھی۔ بعض جانوروں کے دماغ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ آوازوں میں تمیز کر لیتے ہیں اور پھر ویسے ہی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں اس قسم کے جانوروں میں طوطا اور مینا ہیں جو کسی آواز کو پہچان کر اس کی نقل کر سکتے ہیں۔

اگر آپ اچھی طرح نہیں سن سکتے تو آپ دوسرے لوگوں کی آوازیں نقل نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ بہرے ہوتے ہیں وہ اکثر گونگے بھی ہوتے ہیں۔

بچہ شروع میں ایسا صاف نہیں بولتا جیسا کہ ایک طوطا بولتا ہے۔ لیکن بچہ جو کچھ کہتا ہے اس کا کچھ نہ کچھ مطلب ضرور ہوتا ہے جس کو ہم سمجھ نہیں سکتے۔ لیکن طوطا جو کچھ کہتا ہے اس کو وہ خود نہیں سمجھتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس کی مثال بالکل فونوگراف مشین کی سی ہے جو گانا آپ اس میں بھر دیں گے وہی آوازیں اس میں سے نکلیں گی۔ اسی طرح جو کچھ آپ اس طوطے کو رٹا دیں گے بس وہی اس کی زبان سے نکلے گا۔ اور اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے کہ اس میں سمجھنے کی قوت

نہیں ہوتی۔

ایک طوطے کا قصّہ مشہور ہے کہ اس کے مالک نے اسے اتنا سکھا دیا تھا کہ وہ صرف "دریں چہ شک" کہہ سکتا تھا۔ یہ ایک فارسی کا فقرہ ہے جس کے معنی ہیں "اس میں کیا شک ہے"۔ وہ طوطا ہر ایک بات کے جواب میں "در ایں چہ شک" کہہ دیا کرتا تھا۔

ایک دن اس طوطے کا مالک اس کو فروخت کرنے کے لئے بازار لے گیا اور اعلان کیا کہ اس کا طوطا فارسی جانتا ہے اور ہر ایک بات کا جواب دے سکتا ہے۔

ایک دولت مند آدمی اس طرف سے آنکلا۔ اس نے یہ بات سنی، مالک سے قیمت دریافت کی، اس نے کہا کہ میں اس کے پانچ سو روپیے لوں گا۔ امیر آدمی نے طوطے سے فارسی زبان میں دریافت کیا "میاں طوطے! کیا تمہاری اتنی قیمت مناسب ہے؟" طوطے نے فوراً جواب دیا "دراں چہ شک"۔ بس پھر کیا تھا۔ امیر آدمی نے اپنا جواب درست پاکر اس کے مالک سے وہ طوطا خرید لیا۔

وہ طوطے کو اپنے گھر لے گیا۔ بڑی حفاظت سے رکھا۔ دوسرے دن اس نے اپنے تمام یار دوستوں کو بلا کر طوطے کو دکھایا۔ اور فارسی زبان میں اس نے بات چیت شروع کی لیکن طوطا ہر ایک بات کا جواب "دریں چہ شک" دیتا تھا۔ اب امیر آدمی کو معلوم ہوا کہ یہ سب دھوکا تھا مفت میں پانچ سو روپیے گئے۔

اس مضمون کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ جانور انسانوں کی طرح سوچ سمجھ کر بات چیت نہیں کرسکتے۔ ہاں ان کی کچھ خاص آوازیں اور اشارے ہوتے ہیں۔ جن سے وہ ایک دوسرے کو اپنا حال بتا دیتے ہیں۔ اور طوطا جو آپ کی طرح بات چیت کرتا ہے وہ آپ کی طرح سمجھ کر نہیں کرتا بلکہ جو کچھ اسے رٹا دیا جاتا ہے وہی کہتا ہے۔ جب ہی تو یہ مثل مشہور ہے:-

"طوطے کی طرح اپنا سبق مت رٹو"

دلچسپ خبریں

الہ آباد :- پنکاج نامی ایک نجومی نے پیشین گوئی کی ہے کہ سنہ ۱۹۴۰ء میں ہندوستان کو سوراجیہ مل جائے گا۔ کانگریسی وزارتوں کو مستعفی ہونا پڑے گا۔ اس سال پنڈت جواہر لال نہرو کے جان لینے کی کوشش کی جائے گی۔ مگر آپ بچ جائیں گے اور آیندہ گاندھی جی کے بعد آپ ہی ملک کی رہنمائی کریں گے۔ یورپ میں لڑائی ہوگی اور بحیرۂ روم برطانیہ کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور جرمنی کو اس کی نوآبادیاں مل جائیں گی۔

لکھنو :- حکومت یو۔پی نے بجنور، بدایوں فرخ آباد اور جونپور کے ضلعوں میں افیون، چرس، گانجا اور شراب وغیرہ استعمال کرنے اور فروخت کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔

بمبئی میں کانگریسی حکومت کی طرف سے شراب وغیرہ استعمال کرنے کے خلاف زبردست پروپگنڈا ہو رہا ہے۔

لاہور :- پنجاب اسمبلی کے اجلاس کے وقت دو ہزار کسانوں کا ہجوم وزیر اعظم کے پاس آیا اور لگان میں اضافہ کرنے کے خلاف شکایت کی اور سڑک پر دھرنا دے کر بیٹھ گئے۔ پولس نے بہت سے کسانوں کو گرفتار کر لیا۔

لاہور :- مولانا عبید اللہ سندھی جن کو حکومت برطانیہ نے جلا وطن کر دیا تھا اپنے وطن میں آگئے ہیں وہ اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح مسلم لیگ اور کانگریس میں سمجھوتہ ہو جائے۔

انگورہ :- حکومت ترکی نے کالج اور یونیورسٹیوں کے تمام لڑکوں اور لڑکیوں کو ممانعت کر دی ہے کہ وہ بغیر استثناء نہیں۔ تمام مصنوعی آرائش مثلاً گھونگر والے بال بنانا، زلفیں رکھنا، پوڈر، کریم، ریشمی موزے اور زیورات استعمال کرنے کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔

قصے اور کہانیوں کی کتابیں

پرہلاد — مصنفہ پروفیسر رام سروپ کوشل۔ اس میں بھکت پرہلاد کی تکلیفوں اور ان کی کامیابی کا حال لکھا ہے۔ قیمت ۶ ر

ارجن — پروفیسر رام سروپ کوشل اس میں ارجن کی زندگی کے حالات بہت مفصل لکھے ہیں ان کی بہادری کا حال جنگ مہابھارت سے معلوم ہوتا ہے قیمت چھ آنے ۶ ر

بھیشم — مصنفہ پروفیسر رام سروپ کوشل اس کتاب میں بھیشم کی بہادری کا حال نہیں لکھا ہے بلکہ ان کی رحم دلی اور رعایا کی خدمت جو بہت مشہور ہے درج ہے۔ قیمت ۶ ر

نرسی — پروفیسر رام سروپ کوشل نرسی بھگت کا واقعہ ہے نرسنگھ کو نصیحت اور غریبوں کی مدد کا بہت دلچسپ حال۔ قیمت ۶ ر

اوتاروں کے قصے — مصنفہ سید منظور علی رضوی اس میں رامچندر جی، کنہیا، مہابھارت وغیرہ کا حال بہت آسان زبان میں لکھا گیا ہے۔
قیمت چار آنے (۴ ر)

دھرو — پروفیسر رام سروپ کوشل۔ شہر متھرا کا حال راجہ [illegible] کی جلا وطنی دھرو کی [illegible] ان [illegible] لکھا ہے۔ قیمت ۶ ر

ہنومان — راج کمار [illegible] اور [illegible] کی زندگی۔ راون سے لڑائی اور ہنومان جی کی مدد بہت دلچسپ ہے۔ مصنفہ پروفیسر رام سروپ کوشل قیمت نو آنے ۹ ر

ہرشچندر — پروفیسر رام سروپ کوشل۔ راجہ ہرشچندر کی [illegible] اور راج تخت دان کی نذر [illegible] رانی اور بیٹا نوکروں کی طرح دوسروں کے گھر خدمت [illegible] آزمائش اور پھر حکومت۔ بہت اچھی نصیحت ملتی ہے۔ قیمت ۶ ر

چندرہاس — پروفیسر رام سروپ کوشل۔ راجکمار چندرہاس کی پیدائش، سلطنت کی تباہی اور [illegible] مقابلہ کے بعد سلطنت واپس لے لینا بہت مزیدار قصہ ہے۔ ۶ ر

بگلا بھگت — اس عیار بگلے کی کہانی جس نے بھگت بن کر بگلوں کو ٹھگا تھا رنگین و خوشنما سرورق اندر کئی سادہ تصویریں۔
قیمت پانچ آنے (۵ ر)

مکتبہ جامعہ

دہلی۔ نئی دہلی۔ لاہور۔ لکھنؤ

Regd. L. No. 1901

Printed & published by Dr Sayed Abid Hussain, at the Mahbob-ul-matabia Press, Delhi

پیام تعلیم

بڑی عمر والے کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے خاص اشاعت



A A STUDIO

دلچسپ معلومات اور مفید کتابیں

علمی کہانیاں — زمانہ حال کی ایجادات مثلاً ہوائی جہاز اور سائنس کے مختلف عجوبوں کے متعلق دلچسپ حکایات۔ قیمت ۸/

علمی پہیلیاں — سائنس اور حساب سے متعلق عجیب و غریب پہیلیاں۔ بیٹھے اور دل بہلانے کے لئے بہترین مشغلہ۔

ہندوستانی پہیلیاں — ہندوستانی پہیلیاں، دوہا وغیرہ کی عجیب و غریب پہیلیاں۔ عقل بڑھانے والی پہیلیاں اور ذہن کو تیز کرنے والے دو سخنے۔ قیمت ۲ آنے (۲/)

آئین حکومت ہند — اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستان پر برطانیہ کس طرح حکومت کر رہا ہے اور حکومت کی عظیم الشان مشین کس طرح چل رہی ہے۔ قیمت ۴/

ناموران سائنس — مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی بی اے ایڈیٹر "صدق" کی لکھی ہوئی کتاب جس میں مشہور سائنس دانوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔
قیمت دس آنے (۱۰/)

سیاحوں کی کہانیاں — امریکہ اور آسٹریلیا کی دریافت، براعظم افریقہ، نیل کے منبع اور تبت کے سفر، قطب جیسے مقام پر انسانی قدم کب اور کس طرح پہنچا۔ قیمت [illegible]

کاری گری — چاقو، پیالے، چائے، برتن بنانے کے حالات۔ قیمت [illegible]

دانایان فرنگ — فلکیات کے ماہروں اور فلسفیوں، بڑے بڑے سائنس دانوں اور موجدوں کے کارنامے۔ قیمت ۱۰/

امداد باہمی — اس کتاب میں انجمن ہائے امداد باہمی اور کوآپریٹو سوسائٹیز کے نظام اور ان کے طریق کار کے متعلق تفصیلی معلومات۔
قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے عہ/

نباتات اور نباتاتی خوراک — پودوں، درختوں، ترکاریوں، میووں، اناج اور زراعت کے متعلق بے حد دلچسپ اور مفید معلومات، سیکڑوں رنگین اور کثرت سے سادہ تصاویر۔
قیمت چودہ آنے گیارہ پائی ۱۴/۱۱ پائی

مکتبہ جامعہ

دہلی۔ نئی دہلی۔ لاہور۔ لکھنؤ

پیام تعلیم

پیام تعلیم یو پی، سی پی، بہار، میسور اور حیدرآباد کے محکمہ ہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے

ایڈیٹر :- محمد حسین حسان ندوی

قیمت سالانہ دو روپے چار آنے - فی پرچہ ۳ر

جلد ۱ | اپریل سنہ ۳۹ء | نمبر ۴



کالی کالی اس کی گھٹائیں ٹھنڈی ٹھنڈی اس کی ہوائیں
پیاری پیاری اس کی فضائیں بانکی بانکی اس کی ادائیں

سب سے اچھا دیس ہمارا
سب سے پیارا دیس ہمارا

اُجلی اُجلی نہریں جاری نرمل جل کی شوبھا نیاری
میٹھے پھل سندر پھلواری پھولوں کا بستر کیاری کیاری

سب سے اچھا دیس ہمارا
سب سے پیارا دیس ہمارا

صبح کا منظر پیارا پیارا سورج جیسے لال انگارا
شام کا چاند کچھ اور بھی نیارا موتی ہیرا اک اک تارا

سب سے اچھا دیس ہمارا
سب سے پیارا دیس ہمارا

گرمی اور سردی کی بہاریں　　برکھا رت کے مینہ کی پھواریں
ساون اور بھادوں کی لاریں　　گنگا اور جمنا کی دھاریں

سب سے اچھا دیس ہمارا
سب سے پیارا دیس ہمارا

خطّہ اک کشمیر یہاں ہے　　خوبی اس کی سب پہ عیاں ہے
خطّہ ایسا اور کہاں ہے　　سچ تو یہ ہے، یہ باغ جناں ہے

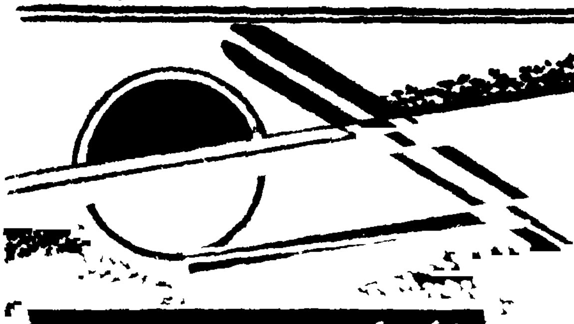
سب سے اچھا دیس ہمارا
سب سے پیارا دیس ہمارا

سب سے اونچا اس کا ہمالہ　　فطرت کی گودوں کا پالا
جھیلوں والا چشموں والا　　سب سے انوکھا سب سے نرالا

سب سے اچھا دیس ہمارا
سب سے پیارا دیس ہمارا

آؤ دیس پہ تن من واریں　　دیس کی حالت دل سے سدھاریں
دیس کے ہر طبقے کو ابھاریں　　نیتر پھر سب مل کے پکاریں

سب سے اچھا دیس ہمارا
سب سے پیارا دیس ہمارا

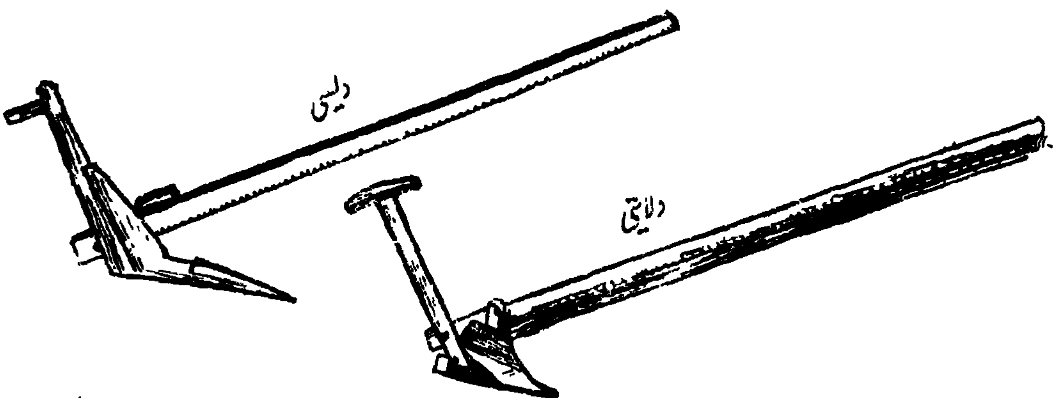


ہل اور جتائی

از جناب محمد یوسف صاحب بی۔ اے جامعہ

تم جانتے ہو کہ ہندوستان ایک غریب ملک ہے۔ یہاں کے بہت سے لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ زمین جوت کر اناج پیدا کرتے ہیں اور اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ لیکن کبھی تم نے یہ بھی دیکھا کہ زمین کس چیز سے جوتی جاتی ہے۔ اسے ہم ہل کہتے ہیں۔ یہ سارے کا سارا لکڑی کا بنا ہوتا ہے۔ صرف اس میں ایک لوہے کی پھار لگی ہوتی ہے۔ جس کی نوک زمین میں دھنستی ہے۔

ہل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک دیسی اور دوسرا بدیسی۔ دیسی ہل تو صرف ایک ہی طرح کا ہوتا ہے۔ لیکن بدیسی ہل کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ کوئی تو صرف زمین کھود کر ڈھیلے الٹتا ہے، کوئی زیادہ گہرائی تک پہنچتا ہے اور کوئی بہت چوڑی نالیاں بناتا ہے جسے ہم کونڈ کہتے ہیں۔

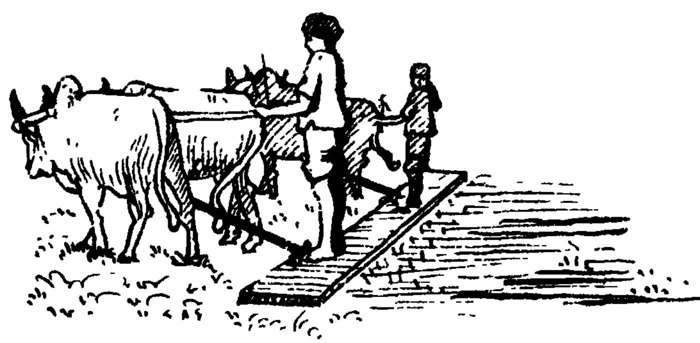


کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونٹر کیسے بن جاتی ہیں اور کیوں بنائی جاتی ہے۔ کونٹر بنانے یعنی جوتائی کرنے کے لئے بیلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ دو بیلوں کے کندھوں میں ماچی یا جوا ڈھا پہنایا جاتا ہے۔ پھر ماچی سے ہل کی لمبی لکڑی جسے ہم ہریس کہتے ہیں باندھ دی جاتی ہے اور ہل کی مٹھیا پکڑ کر بیلوں کو سیدھا ہانک دیا جاتا ہے۔ پھار زمین کو پھاڑتا جاتا ہے اور اسی طرح سارے کھیت میں ہل چلایا جاتا ہے۔

زمین کچھ گہرائی تک نرم اور پولی ہو جاتی ہے اور اس کی مٹی اکھڑ جاتی ہے۔

جب سارا کھیت جوت دیا جاتا ہے تو پھر اس پر پٹیلا یا سراون پھیر دیا جاتا ہے اس سے زمین پھر برابر ہو جاتی ہے

سراون ایک موٹی لکڑی کی چوڑی لکڑی ہوتا ہے۔ اس کے دونوں سروں کے پاس دو کھونٹیاں ہوتی ہیں۔ ہر ایک کھونٹی میں ایک یا دو دو بیل رسی سے باندھے جاتے ہیں۔ یہ بیل ماچی پہنے ہوتے ہیں پھر ہانکنے والا



اچھی پیداوار کے لئے ہم کو چاہیئے کہ کھیتوں کو خوب جوتیں۔ جوتائی سے مٹی اوپر کی نیچے اور نیچے کی اوپر ہو جاتی ہے۔

سراون پر کھڑا ہو کر بیلوں کو ہانکتا ہے۔ سراون کو ہینگا بھی کہتے ہیں۔

اسی طرح بار بار جوتائی اور پٹیلا

دینے سے مٹی بالکل نرم اور بھربھری ہو جاتی ہے۔ نرم اور بھربھری مٹی پر ہوا اور دھوپ کا اثر جلدی ہوتا ہے۔ ایسی مٹی پانی کو خوب اور جلد سوکھتی ہے۔

بھربھری مٹی میں پودوں کی جڑیں جلدی بڑھتی پھیلتی اور زیادہ گہرائی تک جاتی ہیں اور اپنی خوراک حاصل کرتی ہیں۔ اس لئے پودا جلد جلد بڑھتا اور ہرا بھرا ہوتا جاتا ہے۔

اگر زمین کڑی ہو پھر تو ہوا، پانی اور دھوپ کا اثر بہت کم پڑتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زمین کے نیچے دبی ہوئی کھاد نہیں سڑتی اور کھاد کے بنا سڑے ہوئے پودوں کو اچھی خوراک نہیں ملتی۔

جوتائی کی ضرورت اس قصے سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ ایک گاؤں کے کسان اپنے کھیت کو کم جوتتے تھے۔ اناج کم پیدا ہوتا تھا اس لئے غریب تھے۔ دوسرے گاؤں کے کسان اپنے کھیت اچھی طرح جوتتے تھے۔ غلہ خوب پیدا ہوتا تھا اور سب مال دار تھے۔ اتفاق سے ایک غریب گاؤں کے لڑکے کی شادی مال دار گاؤں کی ایک لڑکی کے ساتھ ہوگئی۔ جب وہ لڑکی اپنی سسرال آئی اور کھیتی باڑی کی دیکھ بھال کرنے لگی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے سسرال والے کیوں غریب ہیں؟۔

ایک دن وہ اپنے کھیتوں کو دیکھ کر خوب روئی۔ گھر والوں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ میرا بیاہ آپ جیسوں کے گاؤں میں ہوا۔ آپ لوگ ہمیشہ غریب رہیں گے کیونکہ آپ کھیتی کے لئے زمین تیار کرنا جانتے ہی نہیں۔ ہمارے گاؤں میں تو کھیت اتنے جوتے جاتے ہیں کہ اس میں اگر کوئی لڑکی اپنے سر سے بھرا ہوا مٹی کا گھڑا گرا دے تو وہ کبھی نہ ٹوٹے اور ایسی زمین کے پیدا ہوئے گیہوں کا آٹا اتنا لس دار ہوتا ہے کہ اگر اس میں کوئی کوا چونچ مارے تو اس کی چونچ اسی میں پھنسی رہ جائے اور آٹا نہ اٹھے۔

باغبانی اور زراعت

از جناب لطیف احمد صاحب انصاری

باغبانی اور زراعت میں زمین کے متعلق پیشتر یہ معلوم کرنا کہ زمین کیسی ہے بنجری (۱) زرخیز ہے یا نہیں؟ دوئم اس کا رقبہ معلوم کرنا جس میں کیاریاں بناتے ہیں۔ اور اس کی تیاری کیسے کی جاتے

۔ اول زمین کو پنجاب یا مسٹن ہل سے خوب جتائی کرنا ضروری ہے۔ اور پھر بعد ہل چلانے کے زمین کو اسی طرح کھلی چھوڑ دینی چاہیے۔ بعد ایک ہفتے اس کو اگر ضرورت اور زیادہ ہلائی کی ہو تو پھر ہل چلانا چاہیے۔ پھر اس کے اوپر کے ذریعہ سے جو لکڑی کا ایک بہت موٹا گول لٹھا ہوتا ہے ڈھیلے توڑنے چاہئیں اور اگر اس میں کانٹے اور کباڑ زیادہ ہے اور اس کو نکالنا منظور ہے تو تکونہ ہیرو چلا کر ہموار بھی کیا جا سکتا ہے اور کباڑ بھی نکالا جا سکتا ہے۔ اس کا استعمال بہت مفید ثابت ہوگا۔ پھر گوبر کی کھاد، پیلے کی کھاد مصنوعی کھاد رقبہ کے حساب سے ڈال کر بذریعہ ہل زمین میں ملا دینی چاہیے۔ اور پھر اس کو میٹرے کے ذریعہ برابر کر لینا چاہیے یہ کام تو زیادہ رقبہ کے لئے موزوں ہے۔ اور اگر رقبہ تھوڑا ہے تو اس کو پھاوڑے کے ذریعے زمین کھودنی اور اس میں کھاد ملا کر اس کو برابر کر لینا ضروری ہے۔ کیاریاں زیادہ تر خطوط مستقیم پر ہونی چاہیے اور مشرق و مغرب کے رخ پر بنانی چاہئیں تاکہ ترکاریوں

کی قطاریں شمال جنوب ہوں اور مساوی روشنی حاصل کر سکیں۔ اور کیاریوں کی لمبائی چوڑائی سے تقریباً سہ گنی ہونی چاہیئے۔ تاکہ کیاریوں میں آسانی سے کام کر سکیں۔ اور کھیت کے کونوں پر کھاد کے گڑھے بھی کھودنے چاہئیں تاکہ کھاد کافی مقدار میں اور قریب مہیا ہو سکے۔ بعض کیاریاں اس قسم کی بنائی جاتی ہیں۔ وہ مینڈ والی کہلاتی ہیں۔ بعض پٹری والی یعنی گول ہوتی ہیں۔

کیاریوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مگر زیادہ جو استعمال ہوتی ہیں وہ دو قسم کی ہیں ایک سادی چوکور، دوئم مینڈ والی۔ بہت سبزیاں مینڈ پر لگائی جاتی ہیں جیسے مولی شلجم، گاجر، آلو، اروی وغیرہ۔ سادی کیاریوں میں اور تمام سبزیاں لگائی جاتی ہیں۔ پھول اور فصلیں بھی۔ مگر کیاری بناتے وقت رخ اور پانی کے نکاس کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیئے۔ پانی کا نکاس خراب ہونے سے بہت سی سبزیاں اور فصلیں خراب ہو جاتی ہیں۔

دلچسپ معلومات

صحارا کا ریگستان سب سے بڑا ریگستان ہے۔ اس کا رقبہ ۳۵،۰۰،۰۰۰ مربع میل ہے اور فرانسیسی حکومت کے قبضے میں ہے۔

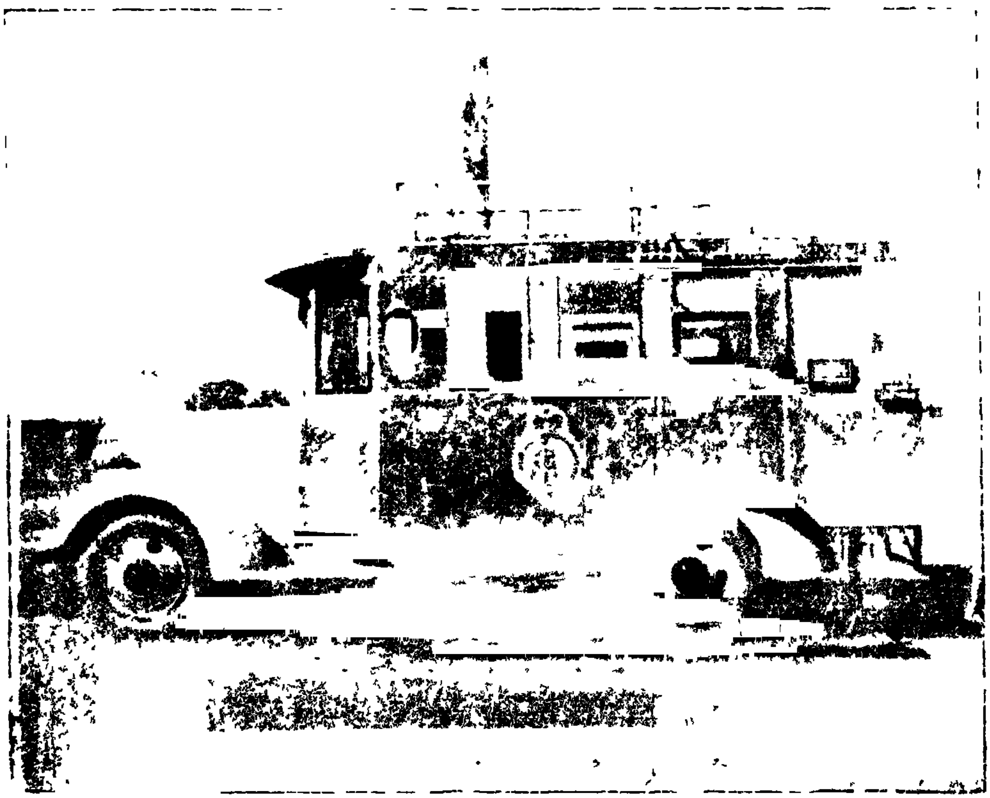
ٹے برج سب پلوں سے بڑا ہے، یہ اسکاٹ لینڈ میں ہے، اس کی لمبائی دو میل کے قریب ہے۔

دریائے مسی سپی دنیا کا سب سے بڑا دریا ہے، یہ ۴۰۹۶ میل لمبا ہے۔

بحرالکاہل سب سے بڑا سمندر ہے اس کا رقبہ ۶۸،۶۹۹،۰۰۰ مربع میل ہے۔

دنیا کی تمام سلطنتوں میں برطانیہ کی سلطنت سب سے بڑی ہے ۲۳،۵۵،۴۲۰ مربع میل ہے اور آبادی ۴۹۴،۸۵،۰۰،۰۰۰ ہے۔

دنیا میں سب سے زیادہ میٹھی چیز سکرین ہے جو کہ معمولی شکر سے پانچ سو گنی زیادہ میٹھی ہے اور یہ کولتار سے بنائی جاتی ہے اور صحت کے لئے بہت مضر ثابت ہوتی ہے۔





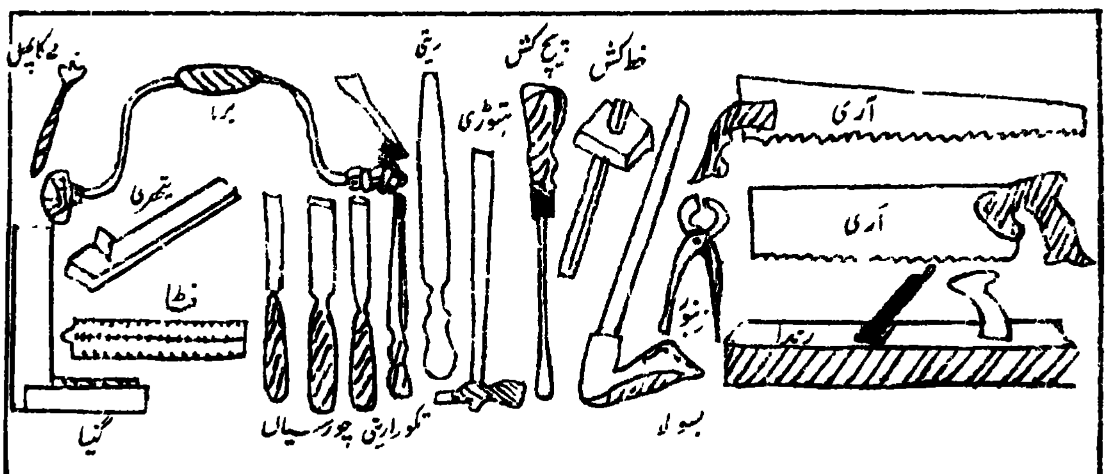
مادرانہ محبت

لکڑی کا کام

جناب ماسٹر عبدالحی صاحب۔ استاد جامعہ



تم میں سے شاید ہی کوئی بڑھئی کو نہ جانتا ہو۔ لکڑی کے کام کرنے والے کو بڑھئی کہتے ہیں۔ یہ بہت اچھا مشغلہ ہے۔ تمہارے لئے تو خاص طور



پر مفید اور دلچسپ ہے۔ دوسرے کاموں کے علاوہ اگر کچھ وقت اس پر بھی صرف کرو تو ایک تو یہ کام دلچسپ ہے دوسرے اچھی خاصی ورزش بھی ہو جاتی

ہے۔ پھر شاید ہی کوئی گھر ہو جس میں معمولی لکڑی چھوٹی موٹی چیزوں کی ضرورت نہ پڑتی ہو جو تمھیں بھی ایک اسٹینڈ، شیلف اور ڈیسک کے بغیر تکلیف ہوتی ہے۔

یوں تو لکڑی کے بڑے بڑے کام بنتے ہیں۔ مگر ہم تمھیں چھوٹی چھوٹی چیزیں بنانے کا طریقہ بتائیں گے جو تمہارے کام بھی آئیں۔ اچھا اب تم اپنے اوزار جمع

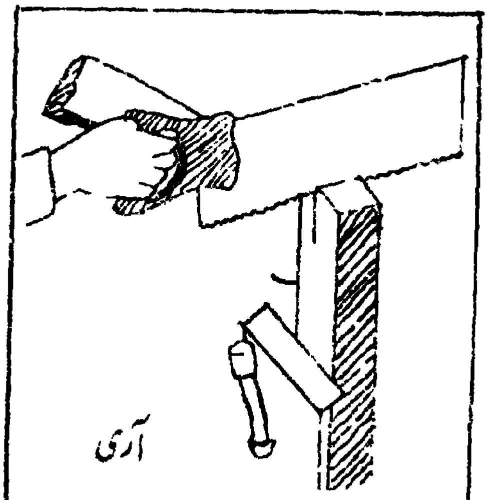
کرلو۔ زیادہ کی ضرورت نہیں بس اپنی ضرورت بھر۔

وہ اوزار یہ ہیں:۔

آری، رندا، بسولا، بنولہ، خط کش، پیچ کش، ہتوڑی، ریتی، برما، چوسیاں، گنیا، فٹا، پتھری

آری:۔

یوں تو آریاں کئی قسم کی ہیں۔ مگر تمہارے لئے



آری

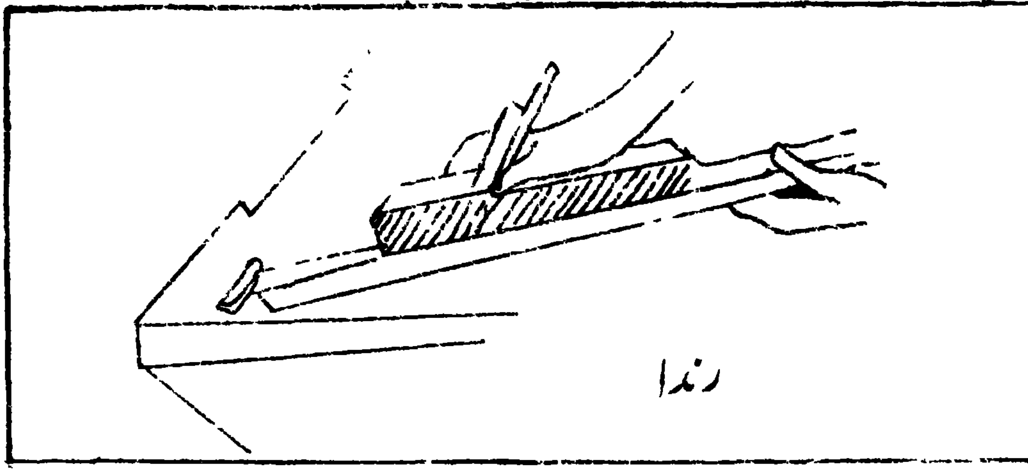
صرف تین آریاں کافی ہوں گی۔ ایک بڑے بیے تختے اور بڑی لکڑیاں چیرنے کے لئے، ایک چھوٹی چول اور باریک کام کرنے کے لئے اور ایک نوکیلی گولائی وغیرہ کاٹنے کے لئے۔

آری چلانے کا طریقہ بہت آسان ہے لکڑی پر نشان لگا کر اس پر بالکل سیدھا رکھو۔ سیدھا رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے دونوں طرف دکھائی دیں۔ اگر ایک طرف تمہاری نظر سے چھپ گئی تو سمجھو کہ تمہارا ہاتھ اور ہاتھ کے ساتھ تمہاری آری بھی پھر گئی۔ آری کو چلاؤ اس طرح کہ آہستہ سے ہاتھ لے جا کر اپنی طرف ہاتھ کھینچو۔ ہاتھ بالکل سیدھا اور ہلکا رکھو زور نہ لگاؤ ورنہ آری ٹیڑھی ہو جائے گی ہاں انگریزی آریاں اپنی طرف آہستہ اور آگے کو زور سے گھسا دینے سے کاٹتی ہیں۔

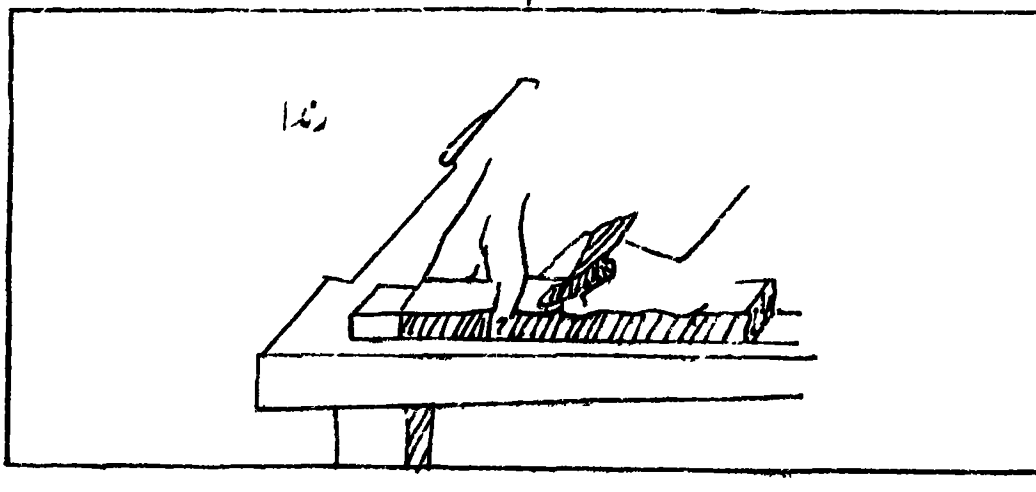
آری تیز کرنے کا طریقہ:۔ تکورا ریتی سے آری تیز کی جاتی ہے۔ دو پتلی لکڑیوں کے درمیان آری کو اس طرح رکھو کہ صرف دندانے باہر نکلے رہیں اب اسے بانک میں باندھ دو اور تکورا ایسے کہ جس طرح ست دندانے ہیں اسی طرح ایک زاویے میں ایک ہی جیسے سب گھستے چلے جاؤ۔ جب تیز ہو جائے تو آری لے کر اس کا ایک دندانہ ایک طرف ذرا سا جھکا دو اس کے بعد بالکل سیدھا چھوڑ دو۔ پھر دوسری طرف جھکا دو۔ آخر تک اسی طرح کرتے چلے جاؤ اس سے آری پھنسے گی نہیں اسے بل کہتے ہیں۔

رندا:-

رندا تین چیزوں سے مل کر بنتا ہے ایک رندے کی لکڑی، ایک تیغ اور ایک لکڑی کی پھنی۔



رندے کی لکڑی میں ایک سوراخ تقریباً ۴۵ درجے کے زاویے کا ہوتا ہے۔ اس سوراخ میں تیغ اور پھر اوپر سے پھنی رکھ کر ہتھوڑی سے ٹھونک دو تو تیغ رندے اور پھنی کے درمیان خوب مضبوط پھنس جائے گی۔ نکالنا ہو تو رندے کے اگلے سرے پر چوٹ دو۔ پھنی ڈھیلی ہو جائے گی اور تیغ نکل آئے گی۔ اس طرح ہر ایک رندا کھولا اور باندھا جاسکتا ہے۔



یہ چلایا اس طرح جاتا ہے کہ ایک ہاتھ آگے اور ایک پیچھے۔ اس طرح رکھو کہ اگلا ہاتھ لکڑی سے آگے بڑھ جائے تو گرے نہیں، اسی طرح پچھلا ہاتھ لکڑی کے پیچھے ہٹے تو نیچے کو نہ جھکے بلکہ دونوں ہاتھوں کا زور برابر رہے۔ اس طرح لکڑی صاف اور سیدھی رندی جائے گی۔ ہاتھ ادھر ادھر گرا تو لکڑی تو صاف ہو جائے گی مگر سیدھی نہ ہوگی۔ یہ رندے کا یہی اصول ہے۔ رندوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ اکثر ضرورت کے لحاظ سے وقت کے وقت بنا بھی لیا جاتا ہے۔ تمہارے لئے بس دو کافی ہوں گے۔ ایک چھوٹا اور ایک بڑا۔ بڑا رندہ عموماً بڑی لکڑی رندنے، سیدھی کرنے اور جوڑ ملانے میں مدد دیتا ہے۔ چھوٹا عام طور سے رندنے اور صاف کرنے کے کام آتا ہے۔

بسولا:۔

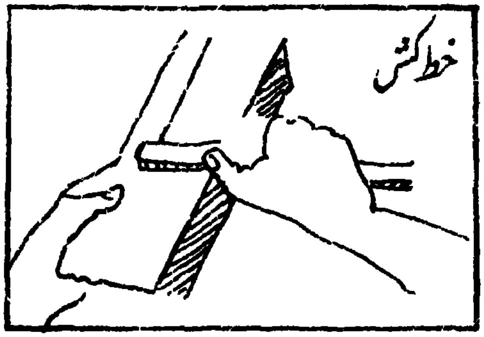
یہ وزن کے حساب سے ملتا ہے۔ تم اتنا ہلکا یا بھاری لو کہ آسانی سے اس کا وزن سنبھال سکو۔ یہ عام طور سے باریک کام میں استعمال ہوتا ہے لکڑی سیدھی کرنے کے لئے نشان لگایا اور بسولے سے گھڑ کر رندا کر دیا۔ لکڑی میں سوراخ کرتے وقت اس سے ٹھوکنے کا کام لیتے ہیں۔ غرض بہت کارآمد چیز ہے۔

زنبور:۔

کیلیں نکالنے کے کام آتا ہے۔

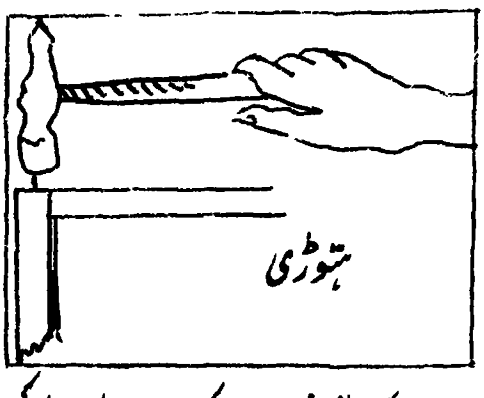
خط کش:۔

اس سے لکڑی پر سیدھے اور متوازی خط



یا نشان لگاتے ہیں۔ اس میں ایک کیل لگی ہوتی ہے اسی سے نشان پڑتا ہے۔ اس کے نشان بگڑتے نہیں

ہتوڑی:۔

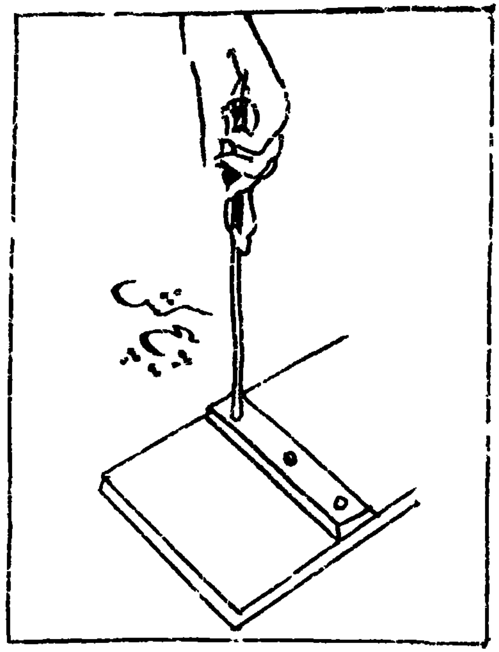


یہ بھی عام ضرورت کی چیز ہے۔ بسولے کی

طرح مختلف وزن کی ہوتی ہے۔ وزن ہی کے حساب سے ملتی ہے۔

پیچ کش :-

یہ بھی بہت کارآمد چیز ہے۔ ہر گھر میں رہتا



ہے۔ پیچ کو کسنے اور کھولنے کے کام آتا ہے۔ یہ مختلف ناپ کے ہوتے ہیں۔

ریتی :-

یہ مختلف قسم اور مختلف ناپ کی ہوتی ہے۔ چورس، نیم گول، بالکل گول، تکونی۔ چھ انچ سے لے کر ایک فٹ، سوا فٹ تک۔

برما :-

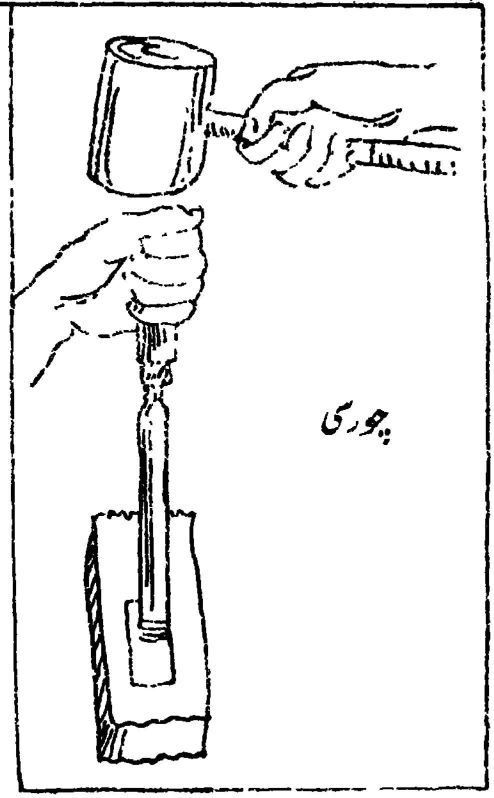
یہ سوراخ کرنے کے کام آتا ہے۔ یہ بھی کئی طرح کا ہوتا ہے۔ ایک لکڑی کی چیز ہوتی ہے اسے کمانی سے چلاتے ہیں۔ ایک لوہے کا ہوتا ہے اسے ہاتھ سے گھماتے ہیں۔ اس کے پھل بھی مختلف ناپ کے ہوتے ہیں، ۱/۸ انچ سے لے کر ایک انچ تک جیسا سوراخ کرنا ہو ویسا ہی پھل لگایا جائے گا۔ لوہے کے برمے میں ایک ڈھبری لگی ہوتی ہے۔ اس کے اندر پھل لگا کر کس دیتے ہیں۔ پھر ایک ہاتھ سے دباتے ہیں اور دوسرے سے گھماتے ہیں۔ اور لکڑی کی چیز میں پھل ٹھونک کر ریتی سے تیز کر کے اسے گھماتے ہیں۔

چورسیاں :-

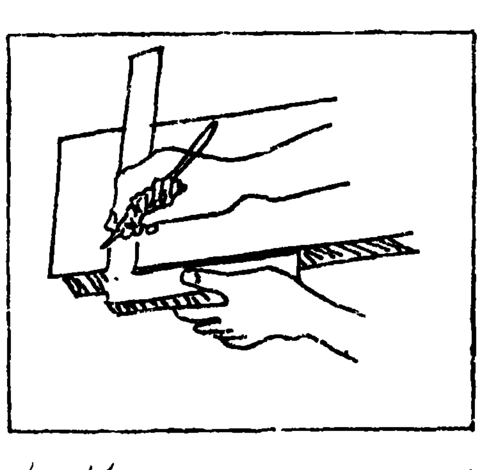
یہ ایک سوت سے لے کر ڈیڑھ انچ تک ہوتی ہیں۔ مختلف ناپ کے سوراخ کرنے ہوتے ہیں۔ جیسا سوراخ کرنا ہو اسی ناپ کی استعمال کرو۔ یہ لکڑی چھیلنے اور کاٹنے کے کام آتی ہے۔

گنیا :-

ایک لوہے کی پتی میں دوسرے لوہے کی



پتی بالکل صحیح زاویہ قائمہ بناتی ہوئی۔ لکڑی کو



ایک طرف رندے سے رند لیتے ہیں تاکہ لکڑی بالکل

چورس ہوجائے۔ اسی سے چول وغیرہ بھی دیکھتے ہیں۔ بہت ضروری چیز ہے۔

فٹا:۔

یہ تو تم روزانہ استعمال کرتے ہو۔ مگر اس فٹے میں ایک انچ میں آٹھ خانے ہوتے ہیں۔ اور انھیں سوت کہتے۔ چونکہ زیادہ لمبا ناپنا پڑتا ہے اس لئے چھ چھ انچ کے چار ٹکڑے فولڈنگ کرلیتے ہیں اور پیتل کے قبضے لگاکر جوڑ لیتے ہیں تاکہ جیب میں آسانی سے آسکے۔

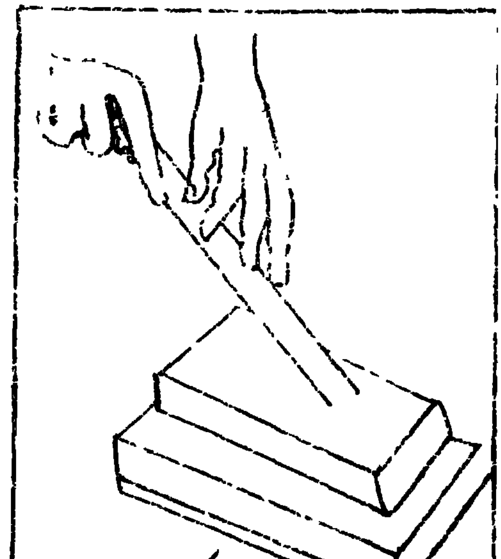
پتھری:۔

یوں تو اوزار پتھر پر بھی تیز ہوجاتے ہیں مگر یہ ایک مصنوعی پتھر ہوتا ہے اسے گرنڈ کہتے ہیں۔ یہ پتھر یا پتھری بازار میں ملتی ہے۔

اوزار تیز کرنے کا طریقہ:۔

آری کے تیز کرنے کا طریقہ تو معلوم ہوگیا باقی سب اوزاروں کی دھار ایک ہی سی ہوتی ہے یعنی ایک طرف بالکل سیدھی اور دوسری طرف ڈھلوان (سلوپ) اگر ایک طرف ذرا سا بھی ہاتھ اٹھ جائے تو دھار خراب ہوجاتی ہے۔ اس سے ایک طرف

پتھر سے بالکل ملا کر گھسنا چاہیئے۔ اور دوسری بات
یہ اٹھا کر۔ دونوں طرف سے گھستے رہنا چاہیئے۔



اوزار تیز کیا جا رہا ہے۔

جب دھار صاف اور چکنی ہو جائے تو سمجھو کہ اوزار تیز ہو گیا۔ تیز کرتے وقت پتھری پر تیل یا پانی ضرور ڈالنا چاہیئے۔ ہر اوزار پر آب ہوتی ہے۔ اگر اسے خالی پتھر پر گھسا جائے تو گرم ہو جاتا ہے اور آب خراب ہو جاتی ہے۔

(باقی آئندہ)

دلچسپ معلومات

تاج محل دنیا کے سب مقبروں سے بڑا اور عظیم الشان ہے۔ اس کے بنوانے میں اس زمانے کے سکے کے تین کروڑ روپے صرف ہوئے تھے۔

دنیا کی سب سے بڑی لائبریری پیرس کی نیشنل لائبریری ہے اس میں تقریباً ایک ارب کتابیں ہیں۔

دنیا کا سب سے بڑا شہر لندن ہے جس کی آبادی ۸۰۴۲،۰۲۱۳۳ ہے

سب سے بڑا پارک ملوسنو نیشنل پارک ہے جو جنوبی امریکہ میں ہے اس کا رقبہ ۳۳۰۵ مربع میل ہے۔

ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ آف نیویارک دنیا کی سب سے بڑی عمارت ہے یہ ۱۲۵۰ فٹ اونچی ہے۔

نہر سوئز سب سے بڑی نہر ہے اس کے بنوانے میں تقریباً ....۲۵۰۰،۰۳۰ پونڈ صرف ہوئے۔

دنیا کے تمام پہاڑوں میں ہمالیہ پہاڑ کی ایورسٹ چوٹی سب سے اونچی ہے۔ جو سمندر کی سطح سے ۲۹۱۴۱ فٹ اونچی ہے۔

اچھے ہوتے ہیں

از جناب امجد علی صاحب میرٹھ

علی گڑھ کے ... ... بسکٹ

الہ آباد کے ... ... امرود

لکھنؤ کے ... ... خربوزے

فرخ آباد کے ... ... تربوز

ملیح آباد کے ... ... آم

ہاپڑ کے ... ... پاپڑ

متھرا کے ... ... پیڑے

ناگپور کے ... ... سنگترے

بمبئی کے ... ... کیلے

قنوج کے ... ... عطر

حیدرآباد کے ... ... بٹن

لدھیانے کے ... ... موزے

دہلی کے ... ... جوتے

آگرہ کے ... ... بوٹ

کانپور کے ... ... چمڑے

مراد آباد کے ... ... برتن

سہارنپور کے ... ... گنے

برے ہوتے ہیں

بدچلن ... ... ساتھی

خوشامدی ... ... دوست

کنجوس ... ... امیر

گھر کے ... ... بھیدی

قرض خواہ کے ... ... تقاضے

گرہ کٹ ... ... چور

درگاہوں کے ... ... مجاور

پولیس کے ... ... ملازم

عدالت کے ... ... اردلی

رئیس کے ... ... خدمتگار

اسٹیشن کے ... ... قلی

کند ذہن ... ... طالب علم

جاہل ... ... پیر

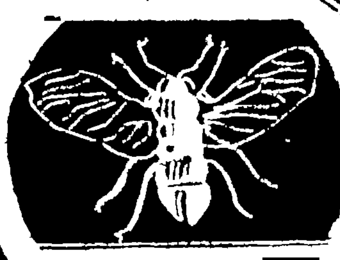
جھوٹے ... ... فقیر

اخلاقی ... ... مجرم

مصیبت کے ... ... ایام

ہندو مسلم ... ... جھگڑے

شہد کی مکھی



از جناب صاحبزادہ سعید الظفر صاحب سابق وزیر تعلیم سابق پرنسپل میڈیکل کالج لکھنؤ

ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے میں کئی قسم کی مکھیاں شہد جمع کرتی ہیں۔ یہ پھولوں پر اڑتی ہیں یا مشکیزے کی طرح کے چھتے پر بیٹھی ہوئی پہچانی جاتی ہیں۔ ان چھتوں سے شہد یا موم مختلف طریقوں سے نکالا جاتا ہے۔ پہاڑی علاقوں میں ان مکھیوں کو پالتے ہیں اور دلہن کے جہیز کے ساتھ انھیں بھی بند کر کے دیتے ہیں۔ بڑی مکھی سے کبھی کبھی ایذا بھی پہنچتی ہے۔ یہاں تک کہ ڈنک کے زہریلے اثر سے کبھی انسان اور جانور ہلاک بھی ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ایک بڑے چھتے میں تقریباً بیس ہزار مکھیاں ہوتی ہیں اس لئے ان کا مقابلہ ایک بڑی فوج بھی مشکل سے کر سکتی ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ شہد کی مکھی گھریلو مکھی کی طرح انسان کی دشمن ہیں۔ اس لئے ان کو نیست و نابود کرنا دور اندیشی ہے۔

گھریلو مکھی سے بہت سخت اور مہلک بیماریاں انسان تک پہنچتی اور پھیلتی ہیں۔ ان بیماریوں سے لاکھوں جانیں ایک سال میں تلف اور بے کار ہو جاتی ہیں۔ اور شہد کی مکھی سے سال میں شاید دس بیس جانیں اتفاقیہ ضائع ہوتی ہوں۔ برخلاف اس کے اگر شہد کی مکھیوں کی عادتوں کو سمجھ لیا جائے تو نقصان کا اندیشہ بہت کم رہ جاتا ہے بلکہ ان کے ایثار[۱]، جفاکشی[۲]، جانثاری[۳] پر عمل کرنے سے

(۱، ۲، ۳) فٹ نوٹ اگلے صفحہ پر دیکھئے۔

اتفاق، دوستوں کے ساتھ بھلائی، جماعتی اتفاق اور ترقی ... جن سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اور یہ معلوم کر کے تو خدا کی حکمت پر حیرت ہوتی ہے کہ یہ مکھیاں اپنی نسل ہی کی ترقی کی کوشش میں منہمک نہیں ہیں، بلکہ ان کی بدولت[۵] درختوں میں بھی پھل پھول آتے ہیں۔

اب شہد کی مکھیوں کی تین قسموں کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔

پچھلے صفحہ کا نوٹ: [۱] ... یہ مکھیاں ہر قسم کا انتظام رکھتی ہیں۔ مثلاً سب سے پہلے ان کے لئے مکانات ایک ہی بنانے کے ... اپنے لعاب دہن سے جو موم سے بناتی ہیں۔ اس کے بعد جو غذا لاتی ہیں اس کا زیادہ حصہ بچوں کے لئے وقف ہوتا ہے۔ ... اور سردی سے جسم کی گرمی سے کم کرتی رہتی ہے۔

[۲] غذا جہاں کہیں میسر ہو ... اس کی تلاش میں جانا پڑتا ہے۔

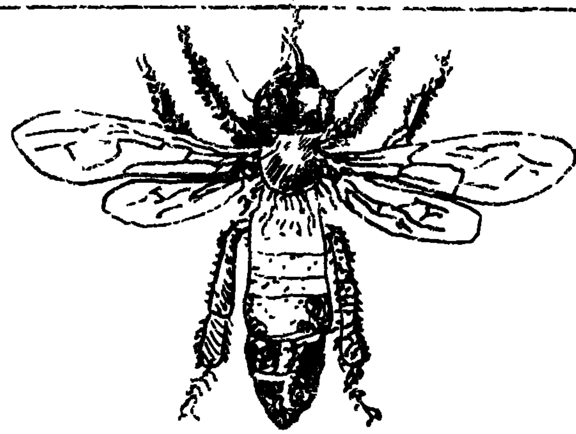
[۳] شہد کی مکھی کی ڈنک ... زہری ہوتی ہے جو دوسرے کے جسم کے اندر گھس جانے پر مکھی کی کوشش سے نہیں نکل سکتی۔ چنانچہ اس کی کوشش سے ... اور اس صدمہ سے وہ جلد مر جاتی ہے۔ خیال رہے کہ ڈنک کی نوک کے قریب ایک چھوٹی سی تھیلی ہوتی ہے جس میں زہر بھرا ہوتا ہے۔ اگر ڈنک کو احتیاط سے دبا کر آہستہ سے اوپر کھینچ لیا جائے تو جسم میں زہر پھیلنے نہیں پاتا، اور اگر یہ تھیلی پھوٹ کر درد اور جلن پیدا کرے تو امونیا یا ہلکا سا چونے کا پانی یا اپنے دہن کا لعاب ہی لگا دیا جائے تو درد اور جلن میں کمی ہو جاتی ہے۔

[۴] اگر مکھیوں کو ستایا نہ جائے بلکہ احتیاط سے شہد نکالا جائے تو ایک چھتے سے کئی بار شہد اور موم نکالا جا سکتا ہے۔

[۵] بہت سے درخت جب پھولتے ہیں تو نر درخت کے پھول وہ مادے جو مادہ درخت کے لئے ضروری ہیں ایک باریک رنگین برادے کی طرح پیدا کرتے ہیں۔ اس کو "پالن" کہتے ہیں۔ چنانچہ جب مکھیاں ان پھولوں پر بیٹھ کر شہد جمع کرتی ہیں تو ان کی ٹانگوں اور پروں پر اس برادے کے ذرے چپٹ جاتے ہیں۔ مکھی ان ذروں کو ایک پھول سے دوسرے پھول تک پہنچا کر درختوں کی پھل لانے میں مدد کرتی ہے۔ ان معلومات کا فائدہ بہت سے باغبان اٹھاتے ہیں اور مکھیاں پال کر اپنی فصلوں کو ترقی دیتے ہیں۔

۱۔ بڑی مکھی

یہ مکھی پہاڑ کی چٹانوں، درختوں کی شاخوں، یا مکانات کے اونچے دالانوں، محرابوں یا چھجوں میں مشک کی صورت کا چھتا بناتی ہے۔ ایک طرف چھتا تیار ہوتا جاتا ہے اور دوسری طرف ان کی ملکہ جو کسی قدر بڑی ہوتی ہے۔ ہر گھر میں انڈا دیتی



بڑی مکھی (۱)

جاتی ہے۔ ہر خانے میں انڈے کے ساتھ تھوڑی غذا رکھتی جاتی ہے۔ اسے موم کی مہر لگا کر بند کر دیا جاتا ہے۔ اگر شہد اچھی فصل میں زیادہ جمع ہو سکا تو چھتے کے گوشے میں علیحدہ جمع کر دیا جاتا ہے۔ چھتا لگنے کے بیس پچیس روز بعد اگر اس کونے کا تھوڑا حصہ چھوڑ کر احتیاط سے کاٹ لیا جائے تو مکھیاں

اپنے چھتوں پر پھر بیٹھ جاتی ہیں اور کام شروع کر دیتی ہیں۔ ایسے چھتے میں سے ایک وقت میں دو تین من تک شہد نکالا جاسکتا ہے۔ اس مکھی کا شہد ہلکے رنگ کا ہوتا ہے اور سال بھر میں پانچ سیر تک نکل سکتا ہے۔ یہ مکھی پالی نہیں جا سکتی۔ کیونکہ ذرا سی بے احتیاطی سے جلد غصے میں بھر جاتی ہے اور بدلہ لینے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ جنگلوں کے محکمے شہد کا ٹھیکہ دے کر اپنی آمدنی میں اضافہ کرتے رہتے ہیں اور ٹھیکہ لینے والوں کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً ہر سال ایک بڑے پیپل پر تقریباً پچیس چھتے دیکھے گئے۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ شہد نکال رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ

مالک آراضی نے تیس روپیے کر ان کو شہد نکالنے کی اجازت دی ہے۔ جب وہ شہد نکال چکے تو سنا گیا کہ ان لوگوں نے تقریباً چار من شہد نکالا اور اس کے ساتھ بہت سا موم بھی ملا۔ اب اگر شہد کی قیمت ایک روپیہ سیر ہی رکھی جائے تو یہ ایک سو ساٹھ روپیے کا ہوتا ہے۔ اس سے

مل سکتا ہے۔ اس مکھی کے بھی ڈنک ہوتے ہیں۔ مگر ان کے ڈنک مارنے سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی اس مکھی کی پیٹھ پر سفید دھاریاں ہوتی ہیں۔

مجھولی مکھی :-

یہ مکھی، مکان کی کھوکھل دیواروں یا درخت کی کھوکھل شاخوں یا بکسوں یا اور کسی اندھیری اور



اندازہ ہو سکتا ہے کہ شہد کی مکھی کو اگر پالا جائے تو یہ کس قدر آسان اور بلا خرچ آمدنی کا ذریعہ ہے۔

چھوٹی مکھی :-

یہ اپنا چھتا بٹوے کے برابر درختوں کی شاخوں پر بناتی ہے۔ کیونکہ یہ بہت ہی کم شہد جمع کرتی ہے اس لئے اس کی زیادہ تحقیقات نہیں کی گئی۔ اس کے چھتے سے ایک بار میں پاؤ بھر شہد

محفوظ جگہ پر چھتا بناتی ہے۔ سطحی نظر سے ایک لمبوترا چھتا بڑے بٹوے کی صورت کا معلوم ہوتا ہے مگر مکھیاں ہٹانے پر پانچ سے آٹھ علیحدہ علیحدہ متوازی چھتے ملتے ہیں۔ سامنے کے دو تین چھتوں میں بچے اور انڈے ہوتے ہیں اور پیچھے کے چھتوں میں خالص شہد جمع کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کی شہد کی مکھیوں میں سے یہی مکھی پائی جاتی ہے اور ایک

بار میں کوئی سوا سیر شہد نکالا جا سکتا ہے۔ یہ مکھی ڈنک مارنے پر بہت کم آمادہ ہوتی ہے۔ اگر انسان ڈرے نہیں تو وہ مزہ ان کے قریب جا کر ہاتھ سے یا مرغی کے پر سے چھتے کی مکھیوں کو ہٹا کر شہد جمع کیا جا سکتا ہے۔

پہاڑی علاقے میں لکڑی کے ڈبوں کے باہری

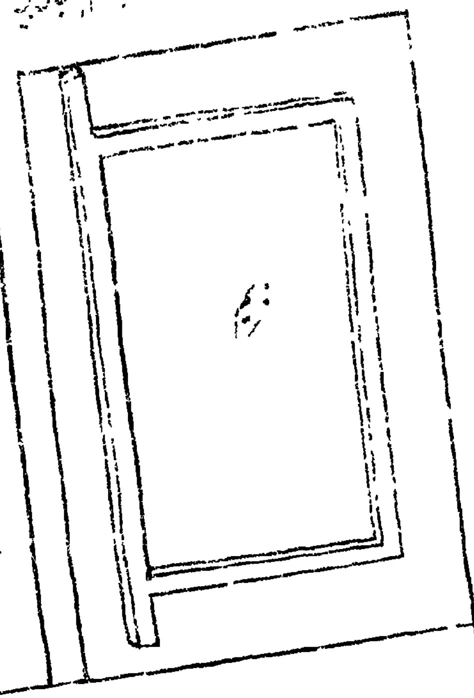


رخ آرپار چھوٹا سا چھید کرکے اندرونی رخ پر بکس رکھ دیا جاتا ہے اور چھتہ لگ جانے پر شہد نکالتے رہتے ہیں۔ مگر سائنٹفک طریقے سے ایک خاص طرح کا بکس بنا کر اس کے اندر فریم لٹکا دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح ضرورت کے وقت ان فریموں کو بکس سے نکال کر ایک مشین کے ذریعے

ان کا شہد نکال لیتے ہیں اور موم کے خالی خانے جو فریم میں لگے رہ جاتے ہیں وہ بکس میں واپس رکھ دیئے جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ مکھیوں کا وقت نئے خانوں کے بنانے میں ضائع نہ ہو بلکہ خانے خالی پا کر ان ہی میں شہد جمع کرتی ہیں۔

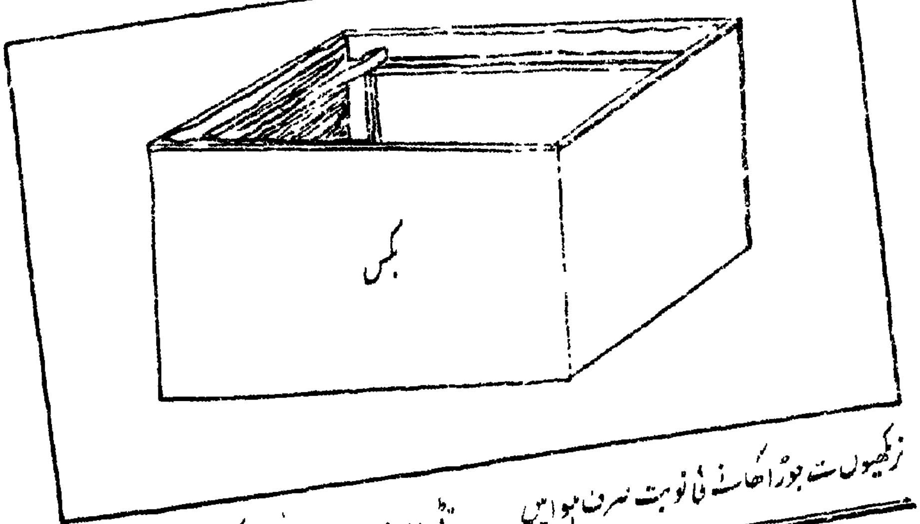
ان سب قسموں میں ایک ملکہ یعنی "کوئین بی" ہوتی ہے۔ جہاں یہ بیٹھتی ہے وہاں اور سب مکھیاں اس کے گرد چاروں طرف جمع ہو جاتی ہیں۔ یہ مکھی اور مکھیوں سے کسی قدر بڑی ہوتی ہے اور اس کے ڈنک نہیں ہوتا۔ اس ایک مکھی پر ساری نسل کی پیدائش کا انحصار ہے۔ اگر یہ مر جائے تو باقی سب مکھیاں ایک ایک کرکے بیکار

ہوتی ہیں ... ... سے سب ختم ہو جاتی ہیں



اڑتے وقت آتی ہے۔ اس کے بعد برابر خانے
میں انڈے دیتی جاتی ہے۔ جب چھتے میں مکھیاں زیادہ
ہو جاتی ہیں یا ملکہ انڈے دینے کے قابل نہیں رہتی
تو خاص قسم کا خانہ بنا کر انڈے کے ساتھ خاص
قسم کی غذا رکھ دی جاتی ہے جس کو "رائل فوڈ"
یا شاہی خاصا کہنا چاہئے۔ جب نئی ملکہ پیدا ہو جاتی
ہے تو اس کے بعد نئی ملکہ چھتے پر قبضہ کر لیتی ہے
اور پرانی ملکہ کچھ ہمراہیوں سمیت دوسری جگہ چلی جاتی
ہے۔

علاوہ ملکہ کے پچاس ساٹھ نرمکھیاں جن کو



نرمکھیوں سے جوڑا کھانے کی نوبت صرف ہوا ہیں

"ڈرون" (DRONE) کہتے ہیں چھتے میں ہوتی ہیں

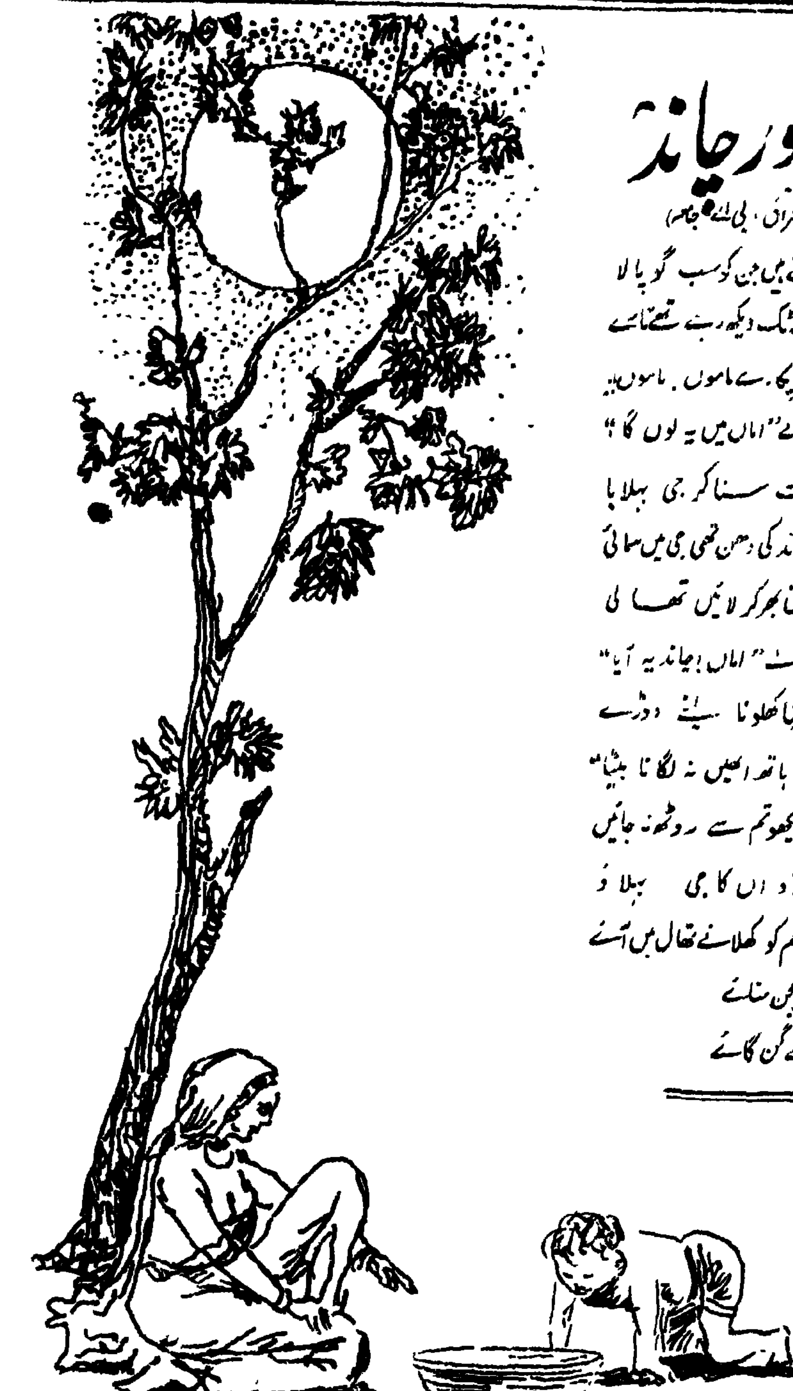
پیام تعلیم ۲۲ ہدیہ

یہ مکھیاں ناکارہ ہوتی ہیں۔ ان کے کوئی ڈنک نہیں ہوتے اور سوائے چھتے پر ادھر ادھر پھرنے اور کھانے کے اور کچھ کام نہیں کرتیں۔ اگر ان کی تعداد زیادہ ہو جائے تو ان کو چھتے سے بھگا دیا جاتا ہے یا لڑ کر وہیں ختم کر دیا جاتا ہے۔ اکثر چھتے کے نیچے زمین پر مری ہوئی مکھیاں دیکھنے میں آتی ہیں یہ زیادہ تر یہی مکھیاں ہوتی ہیں۔

باقی سب مکھیاں "خدمتی" یا "ورکر" کہلاتی ہیں۔ ان مکھیوں کے ڈنک ہوتے ہیں۔ نسل کی پرورش اور چھتے کا انتظام یہی کرتی ہیں۔ اور جب تک ملکہ ایک جگہ موجود ہے یہ کام خوشی سے کرتی رہتی ہیں۔ اگر موسم کی خرابی یا کسی اور وجہ سے جگہ بدلنا منظور ہوتا ہے تو ان میں بعض مکھیاں اسکاوٹ کا کام کرتی ہیں اور اچھی جگہ کی تلاش کرکے خبر دیتی ہیں۔ چنانچہ ملکہ کے ساتھ سب مکھیاں اول اس چھتے کا کل شہد کھا لیتی ہیں۔ اور پھر اڑ کر دوسری جگہ چلی جاتی ہیں۔ آخری فیصلہ ملکہ کی پسند پر موقوف رہتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہوتا ہے یہ چھتے کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانے کا ارادہ نہیں کرتیں۔

شہد کی مکھی کو بہت سی چڑیاں اور چھپکلیاں پکڑ کر کھا لیتی ہیں۔ ریچھ کو شہد کا شوق زیادہ ہوتا ہے جو تمام موسم میں ان کو جمع کیا ہوا شہد کھا لیتا ہے۔ کبھی مکڑی یا خاص تتلی یا بھڑ بھی خانوں میں انڈے دے دیتی ہیں۔ اور جب ان سے بچے پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ شہد کی مکھی کے بچوں کو کھا کر مکھیوں کو چھتا چھوڑنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔





ننھے کرشن اور چاند

(از جناب برکت علی صاحب فراق، بی اے، جامعہ)

ایک تھے بنسی والے لالا | کہتے ہیں جن کو سب گوپالا
اک دن ماں کی گود میں بیٹھے | ٹک ٹک دیکھ رہے تھے تارے
اتنے میں نکلے چندا ماموں | لگے پکارنے ماموں۔ ماموں!
للا نے جب چاند کو دیکھا | بولے "اماں میں یہ لوں گا"
ماں نے بہتیرا پھسلایا | گیت سنا کر جی بہلایا
پر ان کو کچھ بات نہ بھائی | چاند کی دھن تھی جی میں سمائی
ماں نے تب اک راہ نکالی | پانی بھر کر لائیں تھالی
پانی پر جب دیکھا سایا | بولے "اماں! چاند یہ آیا"
دیکھ کے اس کو بگڑے دوڑے | اپنا کھلونا لینے دوڑے
اماں بولیں "نا! نا! بیٹا!" | "ہاتھ کہیں نہ لگانا بیٹا"
چندا ماموں بھاگ نہ جائیں | دیکھو تم سے روٹھ نہ جائیں
بیٹھ کے ان کو گیت سناؤ | آؤ ان کا جی بہلاؤ
چندا ماموں کتنے اچھے | تم کو کھلانے تھال میں آئے

تب للا نے بھجن سنائے
پیاری ماتا کے گن گائے

مذہب دشمنی نہیں سکھاتا

از جناب مسعود اختر صاحب جامعی

آج دنیا میں کتنی قومیں آباد ہیں اور سب کی سب ایک دوسرے کی دشمن بنی ہوئی ہیں ۔ قوموں کے علاوہ لوگ بھی ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے ہیں بھائی بھائی کا دشمن ہے ۔ لیکن بھائی بھائی کی دشمنی کا نتیجہ صرف یہ نکلے گا کہ طرفین کے دو چار آدمی قتل ہو جائیں گے اور دو ایک زخمی ہوں گے ، مگر قوموں کی دشمنی بہت بڑی تباہی اور بربادی کا باعث ہوتی ہے ۔ معمولی معمولی لڑائیوں میں بھی ہزاروں آدمیوں کی جانیں اور لاکھوں روپئے کا خون ہوتا ہے ۔

جنگ عظیم میں جب یوروپ کی تقریباً تمام قومیں آپس میں لڑ رہی تھیں تو ہزاروں آدمی اس کی نذر ہو گئے اور ہزاروں زخمی ہوئے مال اسباب کا تو اندازہ ہی نہیں ہو سکتا کہ کتنا ضائع ہوا ۔ سیکڑوں شہر اور گاؤں بالکل نیست و نابود ہو گئے ۔ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ تمام قومیں اپنے اپنے مذہب سے ہٹ کر ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہو گئی تھیں ۔ اگر وہ لوگ مذہب پر قائم رہتے تو اس نتیجے کو ہرگز نہ پہنچتے کیونکہ کسی مذہب نے یہ نہیں سکھایا کہ روپئے اور ملک کے لئے ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں اور جب موقع ہو تو اس کو قتل کریں یا روپئے چھین لیں ۔ مذہب اس کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتا ہر مذہب نے اس چیز کو برا سمجھا ہے ۔ خاص کر اسلام نے تو اس کی کسی طرح اجازت نہیں دی کہ قومیں یا افراد آپس میں لڑ کٹ کر مر جائیں اسلام

نے تو یہاں تک بتایا ہے کہ اگر کوئی شخص زیادتی کرے تو تم اس سے نرمی اور اخلاق سے پیش آؤ اور اس کے قصور کو معاف کر دو۔ اگر ایک شخص جو حقیقی معنوں میں انسان ہے اور مذہب پر چلتا ہے تو اس میں ضرور ضرور یہ صفات ہوں گی کہ ایک سخت سے سخت آدمی کے دل کو یا ایک دشمن کے دل کو ذرا دیر میں موم کر سکے اور دشمن کو دوست بنا سکے۔

ہم دیکھتے آئے ہیں کہ سب سے قدیم مذہب ہندوں کا ہے اور اس میں بھی میرے خیال میں خواہ مخواہ لڑائی جھگڑے کی اجازت نہیں ہے۔

عیسائیوں کے مذہب میں بھی اس کی اجازت نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو مذہب کی بنیاد ہی صرف محبت پر رکھی ہے اور خدا ہی کا نام محبت رکھا ہے۔ یہ ان کی تعلیم ہے کہ اگر کوئی ایک گال پر چانٹا مارے تو تم دوسرا گال بھی پیش کر دو۔ یہ اور بات ہے کہ امت نے ان کے احکام کو مانا ہی نہیں۔

اسلام کا ظہور سب سے بعد میں ہوا جب اسلام شروع شروع پھیلا تو یہود اور دوسری قوموں نے بہت مخالفت کی۔ آنحضرت صلعم کو بہت دق کرنا شروع کیا اور جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان کو سخت تکلیفیں پہنچانا شروع کیں جب ان کا ظلم حد سے گذر گیا تو آپ کو خدا کی طرف سے حکم ملا کہ اب تم کفار کے مقابلے میں تلوار اٹھاؤ۔ مگر کبھی زیادتی نہ کرنا، ہمیشہ انصاف سے کام لینا۔ اگر تم نے انصاف سے کام لیا تو فلاح پاؤ گے۔ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کو لے کر عمرہ کی نیت سے خانہ کعبہ کو تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں کفار مکہ نے روک دیا اور تمام مسلمان حج کی آرزو لے کر واپس ہوئے اور اہل مکہ سے جنگ نہیں کی۔ آنحضرت صلعم ہمارے لئے پیغمبر اور ہادی بن کر آئے تھے۔ آپ نے کسی کو اپنی ذات سے تکلیف نہیں پہنچائی۔ جب آپ طائف کی طرف تبلیغ کو روانہ ہوئے تو لوگوں نے راستے میں کانٹے بچھا دیے مگر آپ نے ان سے کچھ نہیں

کہا اور جب طائف پہنچ گئے تو طائف کے لوگوں نے دروازے بند کر لئے۔ شہر کے اندر داخل ہونے سے روکا اور چند بدمعاشوں نے دروازے سے نکل کر آپ کے پتھر مارے۔ اس وقت آپ نے ایک باغ میں جا کر پناہ لی۔ آپ کے پتھر بھی لگے مگر آپ نے نہ ان کے پتھر مارے اور نہ ان کے لئے کسی قسم کی بد دعا کی۔ آپ نے کہا کہ "خدا تو انھیں ہدایت دے، کیونکہ یہ مجھے ابھی جانتے نہیں، اور تو ہی انھیں راہ راست پر لا" آپ نے اس وقت بھی ان کے لئے دعا کی۔ ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ مذہب کبھی دشمنی اور لڑائی کو اچھا نہیں سمجھتا۔ مسلمانوں کو تو صاف صاف قرآن کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ تمام دنیا کے انسان ایک ہی کنبہ اور ایک ہی برادری ہیں۔ جب سب خدا کی امت ہیں تو یہ حکم سب پر عاید ہوتا ہے۔ جب ہماری مثال ایک خاندان یا ایک برادری کی ہے تو ہمیں چاہئے کہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اس کے بارے میں ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "لوگو! وہ شخص اچھا ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔"

آج ہماری مثال ان بھیڑیوں یا کتوں کی سی ہے جن کے آگے ایک ہڈی ڈال دی جائے اور وہ اس ہڈی کے پیچھے لڑتے رہیں، ذرا سی ذرا سی ہڈی کے لئے دوسرے کتوں کو مارنے کاٹنے لگتے ہیں۔ اسی طرح آج ہم اگر دو دو چار چار پیسوں پر لڑتے جھگڑتے رہیں تو ہم میں اور حیوانوں میں کیا فرق رہے گا۔ مذہب تو ہمیں اشرف المخلوقات بنانے آیا ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب ہمیں لڑائی جھگڑے کی تعلیم نہیں دلاتا۔

افسوس ہے کہ ہندوستان کے ہندو اور مسلمان معمولی معمولی باتوں پر مذہب کے نام پر آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور بعض مرتبہ لڑائی کے وقت بالکل حیوان بن جاتے ہیں۔ کاش کہ یہ لوگ مذہب کے سیدھے اور سچے راستے پر چلیں تاکہ آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا نہ ہو۔

چاند بی بی

از جناب عبد الرحمن صاحب کاشمیری کوئٹہ

چاند بی بی احمد نگر کے بادشاہ کی لڑکی تھی۔

اس کی شادی علی عادل شاہ والیِ بیجاپور سے ہوئی اور علی عادل شاہ کی شادی چاند بی بی کے بھائی سے قرار پائی اور اس طرح احمد نگر اور بیجاپور میں اتحاد ہو گیا۔

چاند بی بی بڑی قابلیت کی عورت تھی وہ نہایت ہی حسین اور فنونِ جنگ کی ماہر تھی۔ ان اوصاف کے علاوہ وہ ایک زبردست شہسوار اور پڑھی لکھی عورت تھی، فنِ موسیقی سے اسے ایک خاص لگاؤ تھا اور عربی فارسی ترکی، کناری اور مرہٹی زبانوں کو اچھی طرح سے بول سکتی تھی۔ غرض کہ اس میں تمام ایسے اوصاف موجود تھے جو ایک سلطان کی بیٹی میں ہونے چاہئیں۔

خدا کا کرنا کیا ہوا کہ چاند بی بی کا خاوند علی عادل شاہ جو اس پر بہت بھروسہ رکھتا تھا سنہ ۱۵۸۰ء میں فوت ہو گیا۔ چونکہ اس وقت سلطنت کے امیروں میں نا اتفاقی پیدا ہو گئی تھی اس لئے اس نے اپنے بھتیجے ابراہیم عادل شاہ کو نائب السلطنت مقرر کیا اور سلطنت کے تمام کاروبار کو اس کے حوالے کر دیا۔ چونکہ سلطنت انھیں امیروں کے جھگڑوں سے کمزور ہو چکی تھی اس لئے آپس میں جنگ ہوئی جس میں چاند بی بی اپنی جان کے خوف سے ستارہ کو بھاگ گئی لیکن جلدی اپنی رعایا کے بلاوے پر واپس آ گئی اور ملک میں امن و امان ہو گیا۔

ایک دن جب کہ وہ اپنے خدمت گاروں کے ساتھ بیٹھی ہوئی ان کو بہادری اور شجاعت کے قصے سنا رہی تھی کہ ایک پیغامبر آیا اور نہایت ہی عجز و انکسار سے اپنے آنے کا مقصد چاند بی بی کو کہلا بھیجا۔ چاند بی بی نے فوراً اپنے فرزند عباس کو بلوایا اور اس سے رائے لی کہ اب کیا کیا جائے؟ کیونکہ احمدنگر کو فتح کرنے کے لئے شہنشاہ اکبر نے اپنے بیٹے مراد کو بھیجا ہے۔

پیغامبر نے چاند بی بی سے یہ بھی کہا کہ "احمدنگر کی تمام رعایا آپ کی مدد چاہتی ہے، اور وہ یہ بھی کہتی ہے کہ صرف آپ کے آنے سے ہمارا ملک تباہی سے بچ جائے گا۔"

چاند بی بی حب الوطنی کے جوش میں ایک دم اٹھی اور کہا "ہاں میں تیار ہوں چلوں گی اور ضرور چلوں گی اور جب تک میرے دم میں دم ہے مراد کو قلعہ فتح نہ کرنے دوں گی۔" وہ اسی وقت مسلح فوج لے کر مراد سے لڑنے چلی وزیروں اور امیروں نے بھی اپنا اپنا بغض و کینہ دلوں سے نکال کر چاند بی بی کا ساتھ دیا۔ احمدنگر والوں نے اس کا نہایت ہی پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اسی وقت ایک دھوکے باز اور دغا باز گورنر کا حال کھل گیا جس نے مراد کو چاند بی بی کے آنے کی اطلاع دی تھی۔ آخر اسے بے وقت موت کا منہ دیکھنا پڑا۔

شاہزادے مراد نے چاند بی بی کو نہایت تحکمانہ الفاظ میں لکھا کہ قلعہ اس کے حوالے کر دیا جائے۔ لیکن چاند بی بی کا دل ایک شیر کے مانند تھا۔ وہ پکے ارادے والی اپنے ارادے پر اڑی رہی اور اپنی فوج کو حوصلہ دلاتی رہی۔ اس وقت اس کے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور شاہزادے مراد کو کوئی تدبیر قلعے کے فتح کرنے کی معلوم نہ ہوئی تھی۔ اس نے نہایت ہی عقلمندی سے کام لے کر قلعے کی دیواروں کو بارود سے اڑانے کا فیصلہ کیا اور چار سرنگیں کھدوائیں جس میں کہ بارود اور دیگر آتشی مسالے جمع کئے گئے لیکن قبل ازیں کہ وہ اس ارادے میں کامیاب ہو سکے چاند بی بی کو معلوم ہو گیا اس نے رات ہی رات تین سرنگوں سے بارود

نکال لیں لیکن چوتھی کا پتہ نہ لگ سکا۔

مراد نے جب یہ خبر سنی تو غصّے سے لال پیلا ہو گیا اور ایک دم حکم دیا کہ چوتھی سرنگ کو اڑا دیا جائے۔ اس کے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا گیا لیکن اس سرنگ کے اڑنے سے قلعے کی فصیل کا ایک حصّہ اڑ گیا اور ایک بہت بڑا شگاف ہو گیا اور قریب تھا کہ مراد کے سپاہی قلعے میں گھس آئیں لیکن اس وقت چاند بی بی نے جو شجاعت اور بہادری دکھائی وہ قابلِ داد ہے۔ وہ فوراً بذاتِ خود اپنے سپاہیوں کے ہمراہ اس مقام پر پہنچ گئی۔

مغلوں نے قلعے پر حملہ کر دیا تھا لیکن چاند بی بی کے آدمیوں نے انھیں اندر نہ آنے دیا اور ناک چنے چبوا دئے۔ وہ بے چارے اپنا سا منہ لے کر دہلی واپس لوٹ گئے۔ اس طرح چاند بی بی نے مراد کو بے مراد کر دیا۔

(۲)

کچھ عرصے بعد اکبر نے احمدنگر کو فتح کرنے کی ایک اور کوشش کی۔ اس مرتبہ اس نے اپنے بیٹے دانیال کو اس کی تسخیر کے لئے بھیجا

چاند بی بی پھر آئی لیکن اس وقت اس کا دل ٹوٹ چکا تھا۔ لیکن اس نے پھر بھی اپنے دل کو مضبوط کرکے اپنے منتشر سپاہیوں کو اکٹھا کیا۔

مغلوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ چاند بی بی نے اس دفعہ بھی خوب مقابلہ کیا لیکن اس کے امرا میں پھر پرانی مخالفتیں پیدا ہو گئیں اس لئے چاند بی بی نے قلعے کو غیر محفوظ دیکھ کر صلح کا ارادہ کیا۔ اس نے صلح نامہ لکھ کر دانیال کو روانہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس سے قبل اس نے اپنے حاکم قلعہ کو جس پر اسے بہت اعتماد تھا اور اس کا نام حمید خاں تھا۔ یہ خط دکھایا۔

حمید خاں بظاہر بہت اچھا اور وفادار تھا لیکن اس کے دل میں کینہ اور بغض بھرا ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی تدبیر سے چاند بی بی کو قتل کر دیا جائے اور اس کے بجائے میں تخت پر بیٹھ جاؤں۔

وہ اس وقت ایک بہانے سے اٹھ کر چلا آیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ چاند

بی بی نے بلا لڑائی کے قلعہ مغلوں کے حوالے کر دینے کا ارادہ کیا ہے۔ وہ دغا باز عورت ہے۔ اسے زندہ نہ چھوڑا جائے۔ ہاں میرے دوستو! ٹھیک بات ہے نا؟

سپاہیوں کا دل یہ خبر سنتے ہی دہل گیا۔ حمید خاں اپنی فوج کو لے کر چاند بی بی کے پاس آیا اور اسے خود اپنی تلوار سے قتل کیا۔ عباس جو کہ دوسرے کمرے میں تھا جلد اس مقام پر پہنچا اور پوچھا کہ "یہ شرمناک فعل کس کا ہے؟" سب نے کہا "حمید خاں کا" حمید خاں کو ایک درخت سے باندھ دیا گیا۔ اس طرح اذیت اور تکلیف سے تڑپ تڑپ کر اس نے جان دی۔

اگرچہ چاند بی بی ایک افسوس ناک موت مری لیکن آج تک اس کا نام زندہ ہے۔

ہنسی کی باتیں

آقا (جو شکی تھا) بھلا بتاؤ ایسا خراب دودھ کوئی پی سکتا ہے؟

نوکر (دودھ کے گلاس کو منہ سے لگا کر اور تمام دودھ پی کر) جی حضور اس کو بندہ پی سکتا ہے۔

ایک پٹھان نے دیکھا کہ ایک غریب شخص چنے چبا کر خدا کا شکر ادا کر رہا ہے۔ پٹھان سے نہ رہا گیا۔ آنکھیں لال پیلی کر کے کہنے لگا "کیا بکتا ہے۔ چنوں پر شکر کر کے خدا کی عادت بگاڑتا ہے۔ اگر چنوں پر شکر ہونے لگا تو گوشت اور پلاؤ مل چکا۔"

کسی بخیل نے ایک دوسرے بخیل سے دریافت کیا کہ "سب سے بہادر کون ہے؟"

اس نے جواب دیا کہ جو شخص اپنا ایک پیسہ بھی نہ خرچ کرے اور جب بھوک لگے تو کسی امیر کے باورچی خانے میں جا کر دور سے سب چیزوں کی خوشبو لے کر اپنا پیٹ بھرے۔ "محمد عظیم"

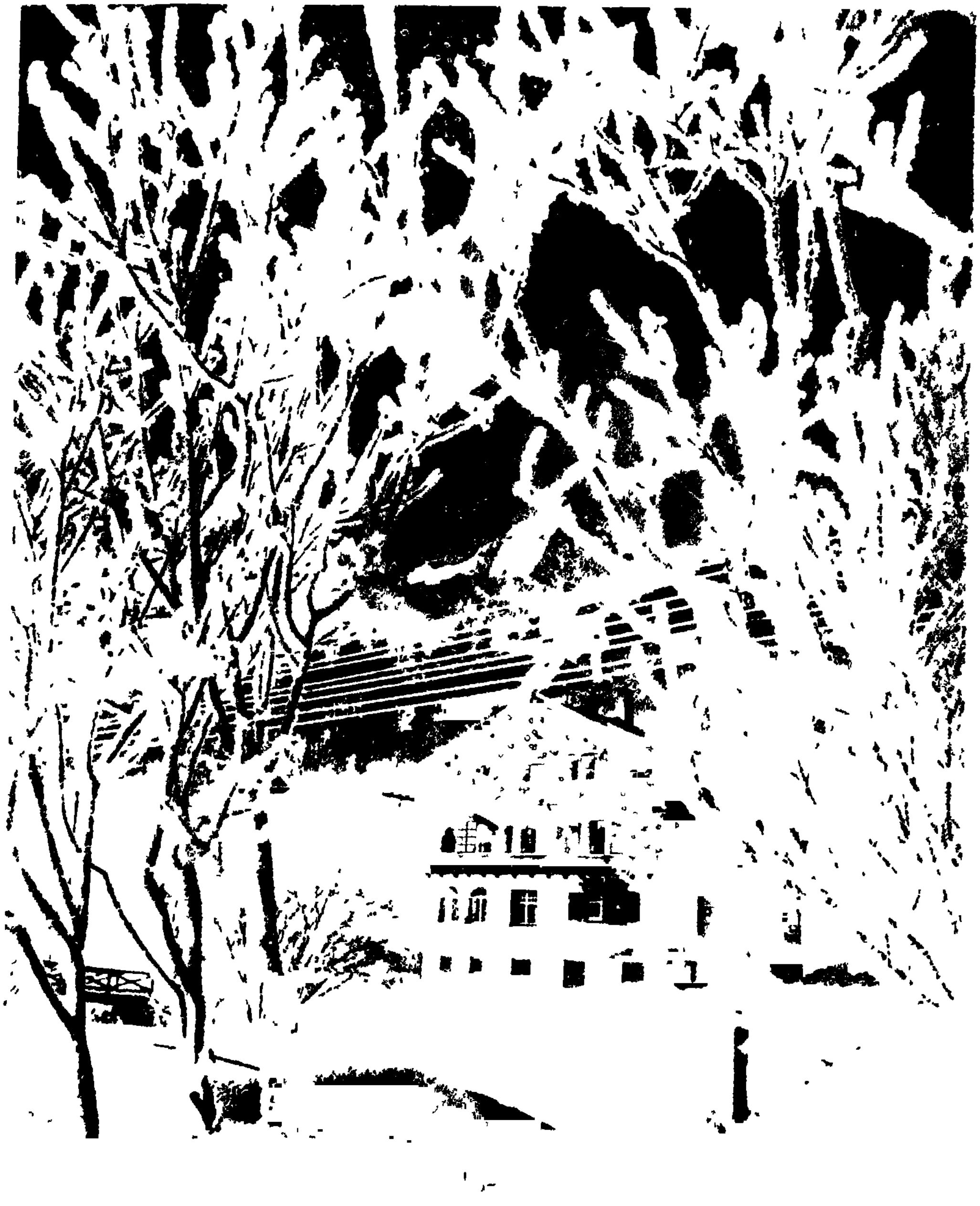
رازداری

محمد مسلم افغانی صاحب دہرہ دون

ایک بادشاہ نے اپنے نوکر سے کہا کہ میں تجھ سے ایک راز کہنا چاہتا ہوں ۔ تجھ کو چاہیئے کہ کسی سے بیان نہ کرے ۔ نوکر نے کہا میں کسی سے نہ کہوں گا ۔ تب بادشاہ نے اپنا راز نوکر سے کہہ دیا کہ "میں اپنے بھائی کی وجہ سے خوف زدہ ہوں اس لئے کہ وہ مجھ پر چڑھائی کا ارادہ کر رہا ہے ۔ اس سے قبل کہ وہ مجھ پر چڑھائی کرے میں اس کا دفعیہ کرنا چاہتا ہوں اور تجھ کو اپنا محافظ مقرر کرنا چاہتا ہوں جو بات چیت میرے بھائی کی طرف سے تجھ کو معلوم ہوا کرے فوراً مجھ کو آگاہ کر دیا کرے" نوکر نے ان باتوں کو قبول کر لیا ۔ نوکر نے یہ تمام باتیں اس کے بھائی سے جو درپردہ اپنے بھائی کا دشمن تھا بیان کر دیں ۔ اس نے اس نوکر کا شکریہ ادا کیا اور کہا "تمہارا مجھ پر بڑا احسان ہوا کہ مجھ کو خبردار کر دیا" بادشاہ کا بھائی بھی اپنی حفاظت کرنے لگا ۔

اتفاقاً بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا بھائی سلطنت کا حق دار ہوا ۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے فوراً اس نوکر کو طلب کیا اور حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے ۔ نوکر فریاد کرنے لگا کہ میری خطا کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ "تو نے میرے بھائی کے راز کو ظاہر کر دیا باوجودیکہ وہ ہر قسم کے انعام و اکرام تجھ کو دیتا ۔ یا یہاں تک کہ تجھ کو اپنا راز دار بنا لیا پھر بھی تو اس کے راز کو نہ چھپا سکا ۔ پھر مجھ کو تجھ پر کیسے بھروسہ ہو سکتا ہے" آخر کار اس کو قتل کرا دیا ۔

بھائیو! رازداری عجیب چیز ہے اگر تمہارے روبرو کوئی راز کی بات کہی جائے تو اس کو کسی کے سامنے مت کہو ورنہ اس سے جھگڑا اور فساد پیدا ہو جائے گا اور نتیجے میں تمہیں بھی نقصان اٹھانا پڑے گا ۔





کا ایک یہودی دہقان بستی کی حفاظت کیلئے پہرہ دے رہا ہے





ہم سے جب کوئی پوچھتا ہے کہ بتایئے ہندوستان کی تاریخ سے کیا سبق حاصل کیا جاسکتا ہے تو ہمیں اپنے ایک عزیز یاد آجاتے ہیں۔ جن کو خدا نے بہت دولت دی تھی اور جن پر وہ ایسا مہربان تھا کہ کئی بار کھو دینے کے بعد بھی ان کو دولت عطا ہوتی رہی۔ جب ان بے چارے کا بڑھاپا آیا تو وہ مفلس کے مفلس ہی رہے اور انھیں کوئی ایسا زمانہ یاد نہ تھا جب وہ چین سے نہ رہ سکے ہوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے کئی بھائی تھے، جو چاہتے تھے کہ دولت کا کچھ حصہ انھیں بھی دیا جائے۔ لیکن یہ خدا کے بندے ایسے تھے کہ مقدمے لڑتے، فوجداری چوروں، ڈاکوؤں، دغاباز نوکروں اور مصاحبوں سے لٹنا گوارا کیا مگر بھائیوں کو ایک حبہ نہ دیا۔ ان کے بھائی طبیعت کے تو اچھے پر ذرا بھولے تھے۔ پہلے وہ نیازمندی سے پیش آئے۔ محبت جتاتے، خوشامد کرتے، پھر خفا ہو جاتے اور طرح طرح کی دھمکیاں دیتے اور جب کسی طرح کام نہ نکلتا تو غیروں سے مشورہ کرتے یا بیچ میں پڑنے کی درخواست کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وکیل اور ساہوکار انھیں مقدمہ لڑنے پر تیار کر لیتے، خود فیس اور سود کے ذریعے خوب کماتے اور بھائیوں کو کچھ نہ ملتا۔ اسی طرح آپس کے بیر نے سب کو برباد کیا اور اب خدا جانے وہ کن حال میں ہیں۔

یہی انجام بارہا ہندوستان کے

رہنے والوں کا ہوتا ہے۔ عزت اور دولت
کی دیوی نے کتنی مرتبہ اس ملک میں جنم لیا۔
حق پرستی اور دین داری نے یہاں کی ہوا کو
صاف کیا۔ ہمت، حوصلے اور ذوق سلیم نے
عجیب عجیب طلسمی محل بنا کر کھڑے کئے مگر خود غرضی
اور نااتفاقی نے سب کچھ مٹا دیا۔ بستیاں ویران
ہوگئیں، آبرو خاک میں مل گئی۔ غلامی اور فاقہ
مستی کی ایسی وبا پھیلی کہ انسان اور حیوان سب
پناہ مانگنے لگے۔ بھوک سے تنگ آکر آدمی جو کچھ
کر بیٹھے کم ہے۔ اسی وجہ سے ہم آج کل دیکھتے
ہیں کہ ہندوستانی اپنی آزادی کی فکر نہیں کرتے
اور ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں۔

دلی کی پرانی عمارتیں اور کھنڈر دیکھنے کو
لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ یہ کھنڈر جس زمانے
کی یادگار ہیں اس زمانے کی تاریخ ہم کو معلوم ہے
ہم جانتے ہیں کہ یہ عمارت فلاں بادشاہ نے بنوائی
یہ شہر فلاں نے آباد کیا۔ یہاں پر شیخ نظام الدین
کا مزار ہے۔ یہ ہمایوں کا مقبرہ ہے اور یہ
خان خاناں کا۔ یہ سب کل پرسوں کی باتیں ہیں
اور ہماری تاریخ ہزار سال کی داستان ہے
آٹھ نو سال ہوئے سندھ میں دو تین ٹیلے کھودنے
سے ایک تہذیب اور تمدن کے آثار ملے جو
آج سے چھ ہزار برس پہلے کی ہے اور معلوم
ہوتا ہے کہ اس تمدن نے بھی کئی رنگ بدلے،
کئی انقلاب دیکھے۔ یہ دراوڑ نسل کا تمدن تھا۔
اسے آریوں نے آکر تباہ کیا اور وہ ہندوستان
پر اس طرح چھاگئے کہ ہمارے مورخ برسوں اس
خیال میں رہے کہ آریوں سے پہلے یہاں کوئی
مہذب قوم آباد ہی نہ تھی۔ دراوڑ عالی شان
عمارتیں، خوب صورت زیور اور مورتیں بنا لیتے
تھے۔ مگر شاید لڑنے میں کچے تھے یا یہ بھول گئے
تھے کہ جو شخص ہر وقت جان دینے کو تیار نہ ہو
اس کا سلامت رہنا مشکل ہے۔ آریوں نے
تھوڑا تھوڑا کرکے سارا ملک ان سے چھین لیا۔
اور انھیں غلام بنا کر رکھا۔

اس وقت اگر ڈھونڈھو تو آریوں
کا بھی کچھ پتا نہیں۔ بس تھوڑی سی مقدس کتابیں
ہیں جو ان کی یادگار ہیں۔ ان کے آنے کے بعد

ہندوستان کئی مرتبہ فتح ہو چکا ہے۔ اور کئی نئی تہذیبیں یہاں قائم ہو چکی ہیں۔ اسی طرح جیسے فصل کٹنے کے بعد کھیت میں پھر سے ہل چلتا ہے اور بیج بوئے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں آریوں کے آنے کے ایک ہزار برس بعد آریوں کی تہذیب کو زوال آنے لگا تب گوتم بدھ نے جو بڑے کامل اور حق پرست تھے اپنی تعلیم اور اپنی شخصیت کی بدولت ہندوستان کو ایک عظیم الشان ریاست اور تہذیب کا گہوارہ بنایا۔ یہ تہذیب مذہب کے ساتھ ساتھ تمام ایشیا میں پھیل گئی اور بہت سی نیم وحشی قوموں کو شائستگی کا سبق پڑھایا۔ انہی قوموں میں سے ایک نے جو کشان کہلاتی تھی شمالی ہندوستان، مغربی تبت، ماوراءالنہر خراسان اور افغانستان کو ایک ریاست میں شامل کر لیا۔ اس ریاست کا دارالحکومت پشاور تھا اور اس وقت کی تجارت، تمدن اور تہذیب کا مرکز تھی۔ کشان بادشاہ ترک تھے۔ شمالی ہند قریب سو برس تک ان کے قبضے میں رہا۔ اس کے بعد یہاں کوئی ایسا شاہی خاندان نہیں تھا جو ملک کو متحد کر کے اس کی قوت کو بڑھاتا اور اسے غیروں کی حکومت سے آزاد کرتا۔ جب کشان سلطنت کو زوال ہو گیا تو ہندوستان میں پھر ایک بڑی سلطنت قائم ہوئی جو گپت سلطنت کہلاتی ہے۔ یہ ہندوستانی اور تمدن کا زمانہ تھا (۳۵۰ء - ۵۰۰ء) اس وقت ہندوستان کے تاجروں نے جاوا، سماترا سے لے کر عراق اور مصر تک اپنا کاروبار پھیلا رکھا تھا۔ اور دور دراز ملکوں میں ان کی نو آبادیاں تھیں۔ لیکن اس زمانے کے لوگ عیش و عشرت میں ملک کی حفاظت کا خیال رکھنا بھول گئے۔ اور جب ایک وحشی نسل نے جو ہونوں کے نام سے مشہور ہے ملک پر حملہ کیا تو وہ اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور ان کی عالی شان تہذیب دیکھتے دیکھتے نیست و نابود ہو گئی۔

ہندوستان میں اس وقت بہت سی نئی نسلیں آکر آباد ہوئی تھیں۔ اور ان کے سرداروں نے جو اپنے آپ کو "راجپوت" کہتے تھے۔ اپنی اپنی

راج دھانیاں قایم کیں۔ مگر ان میں اتحاد کا شوق کبھی پیدا نہ ہوا۔ اسی وجہ سے جب محمود غزنوی نے حملے کیے تو وہ اسے روک نہ سکے اور محمود کے ڈیڑھ سو برس کے بعد شہاب الدین غوری نے پورا شمالی ہند فتح کر لیا۔ تیرھویں صدی عیسوی کے شروع سے اٹھارھویں صدی کے وسط تک ترک، پٹھان اور مغل ہندوستان میں حکومت کرتے رہے۔ ان میں صلاحیت تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ ملک کو دشمنوں سے بچانے کی ترکیب کیا ہے۔ لیکن اس زمانے میں جب ریل اور تار ایجاد نہیں ہوئے تھے۔ پورے ہندوستان پر حکومت کرنا بہت ہی مشکل کام تھا۔ پھر بھی مسلمانوں نے ہندوستان کی بہت بڑی خدمت کی۔ انھوں نے صدیوں محنت کر کے اور اپنا خون بہا کر اتحاد کے خیال کو ایسا پھیلایا کہ وہ ایک عزیز حوصلہ اور نصب العین بن گیا۔ انھوں نے ایک زبان، رہنے سہنے کا ایک طریقہ رائج کیا۔ توحید کے سائے میں ایسی تہذیب کی پرورش کی جس نے بڑی مدت تک ملک کو متحد رکھا۔ انھوں نے مہمان نوازوں کی طرح اپنے گھر کے دروازے کھول دیے۔ اپنے منھ میاں مٹھو بننے کی جگہ دنیا کی دوسری قوموں کے تجربے سے سبق لیا اور ان کی ترقی کو اپنی ترقی کا ذریعہ بنایا۔ مغل بادشاہوں کے عروج کے زمانے میں ہندوستان سے زیادہ شائستہ اور دولت مند کوئی ملک نہیں تھا اور اس وقت کی عمارتیں، تصویریں اور دوسری صنعتی یادگاریں اب تک لوگوں کو حیرت میں ڈالتی ہیں۔ مغلوں نے حکومت کا جو انتظام کیا وہ بھی ایسا مضبوط تھا کہ اب تک قایم ہے۔ نئی حکومتوں نے ہر چیز کا ایک نیا نام رکھ لیا ہے اور کاغذ اور روشنائی کا خرچ بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔ آخر میں یہاں کے مسلمان حاکموں نے بے اعتدالیوں اور نفس پرستی میں اپنی ذہنی اور جسمانی صحت بہت کچھ ضائع کر دی۔ وہ یہ بھی بھول گئے کہ اتحاد عمل کتنی ضروری چیز ہے۔ اور تب ایک دن آیا کہ انگریز اور فرانسیسی تاجر جنھوں نے خوشامد کر کے ہماری بندرگاہوں میں "کارخانے" کھولے تھے،

ہماری باہمی عداوتوں سے فائدہ اٹھا کر ملکی معاملات میں دخل دینے لگے اور اب جیسا کہ جانتے ہو انگریزوں نے سارے ملک پر قبضہ کر لیا

لیکن ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اب ہم ہمیشہ انگریزوں کے غلام رہیں گے۔ جس طرح آپس کے نفاق نے ہمیں رسوا کیا ہے ویسے ہی اتفاق اور اتحاد عمل نے ہمیں کامیابی کے عروج پر پہنچایا ہے۔ اگر ہماری قوم کے نوجوان ارادہ کر لیں کہ آپس میں نہ لڑیں گے۔ ایک دوسرے کے لئے قربانیاں کریں گے اعتبار پیدا کریں گے اور سچے ہوں گے تو خود دار آدمیوں کی طرح خدا کی دی ہوئی جان اسی کی راہ میں صرف کر دیں گے۔ تو پھر کوئی ایسی قوم نہیں ہے جو ہم کو غلام بنا سکے یا ہماری ترقی کو روک سکے۔

لطیفہ

ایک صاحب کو ایک بیوقوف پر رحم آگیا اس کو اپنے گھر لے گئے۔ جاڑوں کا زمانہ تھا۔ مارے سردی کے اس بیوقوف کو نیند نہ آتی تھی میزبان سے کہا "خدا کے لئے مجھے کچھ اوڑھا دو" گھر میں پھٹا پرانا بوریا پڑا تھا اسے اڑھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر سردی کی شکایت کی۔ گھر میں ایک سیڑھی پڑی تھی وہ اس پر رکھ دی گئی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے پھر کہا "مجھے سردی لگتی ہے کچھ اوڑھا دو" ہمسایوں کا کچھ اسباب گھر میں رکھا ہوا تھا اس میں ایک طشت بھی تھا جو لبالب پانی سے بھرا ہوا تھا پانی سمیت وہ بھی اٹھا کر اس پر رکھ دیا گیا۔

تھوڑی دیر بعد بیوقوف نے کروٹ لینے کے لئے جنبش کی پانی چھلک پڑا اور بوریے کے سوراخوں سے رس رس کر جناب پر ٹپکنے لگا آپ وہیں سے پڑے پڑے زور سے چلانے لگے "خدا کے لئے اوپر کے لحافوں کو اٹھا دو۔ پسینے کے مارے میرا برا حال ہے"

چیزیں بنانے کا فائدہ

از جناب محمد عاقل ایم اے پروفیسر جامعہ

ہمارے ملک کے آدمی بہت غریب ہیں۔ انہیں کھانے کو نہیں ملتا۔ دن میں ایک وقت روکھی سوکھی روٹی یا بھنے ہوئے چنے کھاتے ہیں جس سے ان کا پیٹ نہیں بھرتا۔ ان کے کپڑے پھٹے پرانے اور میلے کچیلے ہوتے ہیں۔ یہ اچھے مکانوں میں نہیں رہتے۔ پھوس کے چھپروں کے نیچے رہتے ہیں۔ جو برسات میں ٹپکتے ہیں۔ اور جن میں گرمیوں میں آگ لگ جاتی ہے۔

دوسرے ملکوں کے آدمیوں کی حالت ایسی نہیں ہے۔ وہاں پیٹ بھر کر خوب اچھا کھانا کھاتے ہیں۔ اچھا کپڑا پہنتے ہیں۔ اچھے مکانوں میں رہتے ہیں اور خوب سیر و تفریح بھی کرتے ہیں۔ بازار جاتے ہیں تو ہر طرح کی چیزیں خریدتے ہیں اور پڑھنا لکھنا بھی سیکھتے ہیں

یہ کیا بات ہے کہ ہمارے ملک کے آدمی غریب اور دوسرے ملکوں کے آدمی امیر ہیں؟

روپیہ کمانے کے کئی طریقے ہیں۔ کوئی کھیتی باڑی کرکے روپیہ کماتا ہے۔ کوئی میز کرسی پنسل قلم، چاقو چھری، کھیل کھلونے اور دوسرے سامان بنا کر۔ ہمارے ملک کے بہت زیادہ آدمی کھیتی باڑی کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور دوسرے ملکوں کے آدمی زیادہ تر چیزیں بنانے کا کام کرتے ہیں۔ ہم اناج، دالیں، ترکاریاں تو اپنے ملک میں پیدا کر لیتے ہیں لیکن بنی ہوئی چیزیں دوسرے ملکوں سے منگاتے ہیں۔

دوسرے ملکوں سے جو چیزیں ہمارے یہاں آتی ہیں ان کے نام یہ ہیں - کپڑے، موزے، بنیان، صابن، کھیل کھلونے، ترکی ٹوپیاں، پنسل قلم، چاقو چھری، گھڑی گھنٹے، برتن، لالٹین، بجلی کا سامان، سینے کی مشین، موٹر، سائیکلیں، ریلیں اور ایسی ہی بہت سی چیزیں۔ شکر اور دیاسلائی بھی باہر سے آتی تھی لیکن اب یہ دونوں ہمارے ملک میں بننے لگی ہیں۔

دوسرے ملک والے ہمیں یہ چیزیں مفت نہیں دیتے - انھیں کھانے کے لئے اناج کی ضرورت رہتی ہے - وہ ہم سے گیہوں، چاول، چنا لے لیتے ہیں اور ہمیں اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں دے دیتے ہیں - ہمارے پاس اناج اگر ہماری ضرورت سے زیادہ ہوتا تو اس میں کوئی ہرج نہیں تھا - لیکن جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے کہ ہمارے آدمی بھوکے رہتے ہیں اس لئے اپنے آدمیوں کا پیٹ کاٹ کر دوسرے ملکوں کو اناج بھیجنا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے آدمیوں کے پاس کرنے کے لئے کام نہیں ہے۔ کھیتی باڑی کے کام کے لئے جتنے آدمیوں کی ضرورت ہے اس سے زیادہ آدمی اس کام کو کرتے ہیں - جو کام دوسرے ملکوں کا اکیلا کسان کر لیتا ہے یہاں اس کے لئے دس بارہ آدمی لگتے ہیں - اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمارا کسان کمزور ہوتا ہے - بات یہ ہے کہ دوسرے ملکوں کے کسان اوزاروں اور مشینوں سے کام لیتے ہیں اور ہم مشین استعمال نہیں کرتے۔ اگر ہمارا کسان مشینوں کا استعمال کرے تو وہ بھی دس آدمیوں کے برابر کام کرنے لگے اور جب دس آدمیوں کے برابر کام کرے گا تو اسے دس آدمیوں کی مزدوری بھی ملے گی- اور وہ مالدار ہو جائے گا -

لیکن جب دس آدمیوں کا کام خود کرنے لگے گا تو اس کے گھر کے نو آدمی جو اب اس کے ساتھ کام کرتے ہیں، بے کار ہو جائیں گے - ان کے لئے اسے کوئی اور کام ڈھونڈھنا پڑے گا-

یہ کام کیسے ہو سکتا ہے ؟ ۔

تمہیں معلوم ہے کہ کسان صرف کھانے کی چیزیں پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن لوگوں کو کھانے کے علاوہ اور چیزوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے انھیں کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے، برتنوں کی ضرورت ہوتی ہے، اوزاروں اور مشینوں کی ضرورت ہوتی ہے، گاڑیوں اور ریلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بازار میں جب تم جاتے ہو تو دوکانوں پر ہزاروں چیزیں بکتی ہوئی دیکھتے ہو۔ ان میں سے بہت سی چیزیں تم خریدنا چاہتے ہو۔ ان سب چیزوں کو کوئی نہ کوئی بناتا ہے اور اسے ان کے بنانے کا معاوضہ ملتا ہے۔ اگر یہ سب چیزیں کسان کے بھائی بند بنانے لگیں تو کسان پھر ان ہی کو ان کے بدلے میں اناج اور ترکاریاں دیا کرے۔ اب یہ اناج ترکاری دوسرے ملکوں کو چلی جاتی ہیں پھر اپنے ملک میں ہی رہے گی اور گھر کا کوئی آدمی بیکار نہ رہے گا۔

اس سے یہ بات تو معلوم ہو گئی کہ ہمیں دوسرے ملکوں سے بنا ہوا مال نہ منگانا چاہئے بلکہ خود اپنے ملک میں پیدا کرنا چاہئے۔ لیکن یہ کام کس طرح کیا جا سکتا ہے ؟ ۔

اس کام میں ملک کے بچے بہت مدد دے سکتے ہیں۔ جب بچپنے میں انھیں کسی بات کا شوق ہو جاتا ہے تو وہ بڑے ہو کر بھی اس کام کو جاری رکھتے ہیں۔ اگر بچے اپنے ہاتھ سے اپنے کھلونے بنائیں گے تو انھیں دوسرے ملکوں سے کھلونے منگانے کی ضرورت نہ ہوگی مٹی، لکڑی، کاغذ، اور کپڑے کے بہت خوب صورت کھلونے بنائے جا سکتے ہیں۔ اگر مٹی کو شکل دینا، لکڑی کو کاٹنا اور برابر کرنا، اور کاغذ یا کپڑے کے پھول اور بیل بوٹے بنانا بچوں کو آجائے اور ان کو طرح طرح سے رنگنا بھی وہ سیکھ جائیں تو اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے کھلونوں کے مقابلے میں وہ کبھی کوئی دوسرا کھلونا پسند نہ کریں۔

روس، جرمنی اور انگلستان میں بچوں کے کھیلنے کے لئے چھوٹے چھوٹے انجن

ریلیں، موٹریں، پانی اور ہوائی جہاز دئے جاتے ہیں اور ان کی آسان تشریح انھیں بتائی جاتی ہے۔ اس کے نمونے پھر وہ اپنے ہاتھ سے بناتے ہیں اور نئی نئی ایجادیں کرتے ہیں۔ میز، کرسی، باجے، سائیکلیں، گھڑیاں، بندوقیں توپیں، مکان، مشینیں بھی بچے نمونے سامنے رکھ کر بناتے رہتے ہیں۔ یہ جتنے بڑے ہوتے ہیں اتنی ہی بڑی بڑی چیزیں بناتے ہیں۔ انھیں بچپن سے چیزیں بنانے کا جو شوق پیدا ہو جاتا ہے وہ عمر بھر جاری رہتا ہے اور بڑے ہو کر ملک کے تمام کارخانوں میں یہی بچے کام کرتے ہیں۔

ہندوستان میں رہنے والو تمھیں بھی دوسرے ملک کے لوگوں سے سبق سیکھنا چاہئے اور اپنی ضرورت کی سب چیزیں خود ہی بنانا چاہئیں۔ جو چیز بھی جہاں کہیں بنی ہوئی دیکھو اس کا نمونہ اپنے ہاتھ سے بنانے کی کوشش کرو۔ کاغذ، مٹی، لکڑی اور لوہے کی پتیوں سے سب طرح کے نمونے تیار کئے جاسکتے ہیں۔ تمھیں انھیں ضرور بنانا چاہیئے۔ جب ہی تمھارا ملک مالدار ہوگا۔ تمھارے غریبوں کو چیزیں بنانے کا شوق پیدا ہوگا اور وہ اس طرح روپیہ کمائیں گے۔ ان کو پیٹ بھر کھانا، پہننے کو کپڑا اور رہنے کو مکان مل سکے گا اور وہ بازار سے بہت اچھی اچھی چیزیں خرید سکیں گے۔

ویسلین بنانے کا طریقہ

کھوپرے کا تیل ۵ تولہ، رانجہ ۹ ماشہ، موم ایک تولہ۔ سب سے پہلے رانجہ اور موم کو علیحدہ علیحدہ خوب پیس لو، پھر کھوپرے کے تیل میں پیسا ہوا رانجہ ملا کر اتنا گرم کرو کہ رانجہ گھل جائے۔ اس کے بعد موم ملا کر چھان لو۔ اور گلاب کے عطر کے دو چار قطرے ڈال دو (یا اور کوئی مناسب عطر ڈال دو) ویسلین بن جائے گی جس کو سر کے بال جمانے کے لئے لگایا جاتا ہے۔

محبوب علی از حیدرآباد دکن

تندرستی کی حفاظت

از جناب پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی ایم اے ایڈیٹر سہیل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

دو چیزیں ایسی ہیں جن سے کسی کو تمام عمر چھٹکارا نہیں مل سکتا اور وہ مرض اور استاد ہیں۔ کوئی کتنا ہی لکھ پڑھ کیوں نہ جائے تمام عمر اس کو کچھ نہ کچھ سیکھنے کی ضرورت رہتی ہے۔ اور کوئی کتنا ہی تندرست کیوں نہ ہو کبھی نہ کبھی اس کو مرض اور تکلیف سے سابقہ پڑے ہی گا۔ استاد نئی نئی باتیں بتاتا ہے، حکیم ڈاکٹر تم کو تکلیف اور مرض سے نجات دلاتا ہے۔ پڑھنے لکھنے میں اگر تم کو کبھی کوئی مشکل آن پڑتی ہے تو تم ماسٹر کے پاس جاکر اپنی مشکل حل کرا لیتے ہو۔ جب تم کو کوئی تکلیف یا بیماری ہو جاتی ہے تو تم حکیم یا ڈاکٹر کے پاس جاتے ہو۔ پیام تعلیم کے کسی پچھلے پرچے میں تم پڑھ چکے ہو کہ احتیاط علاج سے بہتر ہے۔ آج اسی سلسلے میں مجھ کو تم سے کچھ کہنا ہے۔ اگر احتیاط کی جائے تو بیماری پاس نہیں پھٹکتی لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ احتیاط کے باوجود بیماری میں مبتلا ہو جانا پڑتا ہے۔

تم کو معلوم ہے کہ گرمی اور برسات کے موسم میں ہم کو طرح طرح کی بیماریاں اور تکلیفوں کا سامنا رہتا ہے۔ کسی کو لو لگ جاتی ہے کسی کو جاڑا بخار، قے دست آنے لگتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی بیماریاں اور تکلیفیں ہیں جن کی وجہ سے بہت سے لوگ بڑی تکلیفیں اور نقصان اٹھاتے ہیں، کچھ اچھے ہو جاتے ہیں بہت سے مر جاتے ہیں، کچھ کمزور ہو جاتے ہیں اور اسی وجہ سے کام کرنے اور آرام اٹھانے کے لائق

نہیں رہتے ۔

اس پچھلے مضمون میں تمھیں یہ بھی بتایا گیا تھا اور تم لوگ خوب سمجھ بھی گئے تھے کہ بیمار ہو کر علاج کرنے اور دوبارہ اچھا ہونے سے کہیں بہتر ہے کہ ہم کھانے پینے، چلنے، پھرنے، سونے بیٹھنے میں احتیاط برتیں اور اس طرح سے بیماری اور تکلیف سے بچتے رہیں ۔

اب میں تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ بیماری سے بچنے کے لئے ہم کو کیا احتیاط برتنی چاہیے اور اگر خدانخواستہ بیماری میں مبتلا ہو جاؤ تو کیا کرنا چاہیے ۔ گرم اور جھلسا دینے والی ہوا سے بعض دفعہ بڑی شدت کا بخار آجاتا ہے اس کو لو لگنا کہتے ہیں ۔ اس سے انسان تو انسان درخت اور جانور بھی زندگی کھو بیٹھتے ہیں ۔ اس سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اول تو باہر نکلنے سے بچو۔ لیکن اگر مجبوراً باہر نکلنا ہی پڑے تو کان اور گردن کو خوب کپڑے سے لپیٹ کر بہت سا پانی پی لو۔ پھر لو نہ لگے گی ۔ اگر لو لگ جائے تو کچے آموں کو بھوبھل میں دبا کر ملائم کر لو اور پھر پانی میں خوب مل چھان کر پی لو ۔ کبھی کبھی اس کو یوں بھی میٹھا ڈال کر پیتے ہیں ۔ یہ بہت مزے دار اور مفید ہوتا ہے ۔ گرمی کے موسم میں خاص کر جب باہر نکلنا پڑے تو کبھی اپنی گردن اور کان کو کھلا نہ رکھو ۔ ہمیشہ سفید کپڑے پہنو اور خوب پانی پی رکھو۔ پھر تو لو نہ لگے گی یا اس کا اثر بہت کم ہوگا۔

گرمی اور برسات میں تم نے اکثر دیکھا ہوگا کہ مچھر اور مکھی بہت ہو جاتی ہیں ۔ انھیں مہینوں میں تم کو معلوم ہے کہ بخار اور ہیضے کی شکایت ہو جاتی ہے ۔ بڑے بڑے لوگوں نے بہت کچھ روپیہ خرچ کرکے بڑی محنت اور جان جوکھوں کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بیماریاں مچھر اور مکھی سے پھیلتی ہیں ۔ مچھر کے کاٹنے سے ایک قسم کا زہر پھیل جاتا ہے اس زہر کو ملیریا کا زہر اور اس بخار کو عام طور سے ملیریا بخار کہتے ہیں ۔ اس بخار سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ مچھر کو پیدا ہونے مت دو اور ایسی کوشش کرو کہ مچھر تم کو کاٹ بھی نہ سکے ۔ مچھر عام طور پر گندے ٹھہرے ہوئے پانی، نالی، نابدان یا چہ بچہ میں پیدا ہوتے ہیں ۔ ان چیزوں کو یا تو خشک کر دینا

چاہیئے یا ان پر مٹی کا تیل چھڑک دینا چاہیئے پھر
مچھر پیدا نہیں ہوں گے۔ لیکن اگر ملیریا کا بخار آجائے
تو پھر کونین کا استعمال کرنا چاہیئے۔ کونین ایک
قسم کی انگریزی کڑوی دوا ہے اور عام طور پر
تھوڑے داموں میں مل جاتی ہے۔ یہ ملیریا کے
کیڑوں کو مار ڈالتی ہے۔ کبھی کبھی یوں بھی کھاتے



رہو تو ملیریا کا اثر تمہارے جسم میں نہ ہوگا۔
اتنا تو تمہیں معلوم ہے کہ مکھیاں گلی سڑی
غلیظ چیزوں کو کھاتی ہیں اور اسی پر بیٹھتی ہیں اور
اس میں انڈے بچے دیتی ہیں۔ تم نے یہ بھی دیکھا
ہوگا کہ یہ ہر جگہ اور ہر چیز پر اڑتی بیٹھتی رہتی ہیں
یہ تو تم جانتے ہو کہ اگر تمہاری انگلی میں روشنائی

لگی ہو تو پھر جس چیز کو ہاتھ لگائیں گے اس میں بستے پڑ جائیں گے ۔ گندی اور زہریلی چیزوں پر مکھی بیٹھ کر اپنے پاؤں اور پروں کو گندہ کر لیتی ہیں اس کے بعد تمھارے کھانے پینے کی چیزیں ملا دیتی ہیں ۔ ہیضے کی بیماری اسی چیز سے پیدا ہوتی ہے اگر تمھارے کھانے پینے کی چیزوں پر مکھیاں نہ بیٹھی ہوں تو پھر ہیضے کی بیماری ہونا تقریباً ناممکن ہے

اس لئے تم کو چاہیئے کہ ہیضے سے بچنے کے لئے پہلے مکھیوں سے بچو ۔ ہیضے کے دنوں میں پانی کو خوب جوش دے کر ٹھنڈا کر لو اور اس کو وقت سے پینے کے لئے حفاظت سے رکھ دو تاکہ مکھیاں اس پر بیٹھ نہ سکیں ۔ بازار کی مٹھائیاں اور پکی ہوئی چیزیں مت کھاؤ ۔ ترکاری اور پھل کو خوب دھو کر استعمال کرو ۔ کبھی کبھی کنوئیں میں انگریزی لال دوا ڈلوا دیا کرو ۔ اس دوا کا نام پرمنگنٹ آف پٹاس ہے ۔ یہ دوا نہ ملے تو کنوئیں میں بن بجھا چونا ڈلوا کر سارا پانی نکلوا دو ۔ ان ترکیبوں سے کنوئیں کے کیڑے مکوڑے مر جاتے ہیں ۔ کبھی کبھی کھانے میں لیموں پیاز اور سرکہ بھی استعمال کرو ۔ ہیضے کے زمانے میں ہلکی غذا ، ہلکی ورزش ، کھلی ہوا میں گھومنا پھرنا سویرے سونا اور سویرے اٹھنا بہت مفید ہوتا ہے ۔ جب کوئی شخص ہیضے میں مبتلا ہو جائے تو اس کی قے اور پاخانے کو کھلا ہوا مت چھوڑو ورنہ مکھیاں اس میں بیٹھ کر سارے مکان اور ساری بستی میں اس کا اثر پھیلا دیں گی ۔ یا تو ان چیزوں کو جلا دینا چاہیئے یا زمین میں بستی کے باہر دفن کرا دینا چاہیئے ۔ ہیضے کے مریض کو محفوظ اور ہوادار جگہ میں رکھنا چاہیئے اور جلد سے جلد کسی ہوشیار حکیم یا ڈاکٹر کو دکھانا چاہیئے ۔ اس بارے میں تم جتنی جلدی کرو گے اتنا ہی مریض کو فائدہ پہنچے گا ۔ ٹونے ، ٹوٹکے ، رت جگے یا گانے بجانے سے بیماری دور نہیں ہوتی بلکہ اور ترقی کرتی ہے ۔ ہیضہ یا بیماری یا کسی آفت اور مصیبت سے ڈرنا بزدلوں کا کام ہے ۔ احتیاط کرنا اور خدا پر بھروسہ رکھنا اچھے اور عقل مند لوگوں کا شیوہ ہے ۔

اگر مجھے وائسرائے بنادیا جائے

اگر مجھے ہندوستان کا وائسرائے بنادیا جائے تو سب سے پہلے جو میں کام کروں گا وہ یہ ہوگا کہ ہندو اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا کروں اور انھیں کسی جگہ لڑنے نہ دوں اگر ان دونوں قوموں میں اتحاد ہوگیا تو ہمارا ہندوستان خوش حال ہی نہیں بلکہ آزاد ہوسکتا ہے کیونکہ ہندو مسلمانوں کا نفاق ملک کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کر رہا ہے اگر یہ سوال نہ رہے کہ یہ ہندو ہے اور یہ مسلمان اَو سب ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھنے لگیں تو پھر ہندوستان کا بیڑا پار ہے۔

دوسری اصلاح میں یہ کروں کہ ہمارے غریب کسانوں سے جو ٹیکس (لگان) لیا جاتا ہے وہ بہت زیادہ ہے اس کو میں اتنی مقدار میں کردوں گا کہ ہمارے غریب بھائی آسانی کے ساتھ اس کو ادا کرسکیں اور ان کو یہ تکلیفیں برداشت نہ کرنی پڑیں جو آج کل برداشت کر رہے ہیں جب غریب کسان سے لگان ادا نہیں ہوتا تو اس کے ساتھ اس قدر سختی کی جاتی ہے جو بیان سے باہر ہے میں نے اپنی آنکھوں سے ایک مرتبہ یہ دیکھا کہ زمیندار کسان پر خوب جوتا بجا رہا تھا اور وہ غریب کسان ڈاڑھیں مار کر رو رہا تھا مگر زمیندار صاحب ایک نہ سنتے تھے۔ میرے دل میں اس وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر میں ہندوستان کا وائسرائے ہوتا تو فوراً یہ قانون بنا دیتا کہ غریب کسانوں پر جلد سے جلد لگان کی مقدار کم کردی جائے اور اس کے بجائے مال دار لوگوں پر ٹیکس بڑھا دیا جائے تاکہ حکومت کو بھی کچھ نقصان نہ پہنچے۔

تیسری اصلاح یہ کروں گا کہ ہندوستان میں صنعت وحرفت کے ایسے کارخانے اور کام جاری کروں جس سے ہمارے غریب اور بے کار بھائی باکار

ہو جائیں کیونکہ بیکاری سے لوگوں کے خیالات برائی کی طرف بہت جلدی مائل ہو جاتے ہیں۔ اور مفلسی کی وجہ سے وہ ذلیل سے ذلیل کام کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں جب بیکاری دور ہو جائے گی تو ہمارا ملک خوش حال ہو جائے گا۔

چوتھی اصلاح میں یہ کروں گا کہ دوسرے ملکوں کا مال اپنے ملک میں نہ آنے دوں گا اور فی الحال اپنے ملک کا مال دوسرے ملکوں میں نہ جانے دوں گا۔ کیونکہ جب ہمارے ہندوستان کا مال ہندوستان ہی میں رہے گا تو ہر ایک چیز سستی ہو جائے گی اور جب سب چیزیں کم قیمت پر ملنے لگیں گی تو پھر غریب سے غریب آدمی کی بھی ضرورتیں آسانی کے ساتھ پوری ہو جائیں گی۔ جب لوگوں کو ہر صورت سے آرام ملے گا پیٹ بھر کر روٹی نصیب ہو جایا کرے گی تو پھر وہ ترقی کرنے میں کوشش کریں گے۔

پانچویں اصلاح میں یہ کروں گا کہ موجودہ تعلیم کو بالکل بدل دوں گا اور ایسی کتابیں اور تاریخیں لکھواؤں گا جنھیں پڑھ کر بچوں اور بڑوں میں اخلاق پیدا ہو۔ وہ اپنے بزرگوں کے قابل فخر کارنامے پڑھ کر بیدار ہو جائیں۔ ان کا خون رگوں میں حرکت کرنے لگے۔ ان کے دل میں اپنے ملک کے رہنے والوں سے محبت پیدا ہو میں ایک آرڈی نینس (فوری حکم) کے ذریعے ان تمام کتابوں اور اخبارات کو ضبط کر لوں گا اور آیندہ ان کی اشاعت روک دوں گا جو ایک دوسرے کے مذاہب اور ان کے تمدن کو برا کہتے ہیں اور ان کے بزرگوں کو برا بھلا کہہ کر نفرت پھیلاتے ہیں۔ مذہبی مناظرے خواہ وہ تقریروں کی صورت میں ہوں یا تحریروں کی صورت میں ایک دم بند کر دوں گا اور ملک میں اعلان کر دوں گا کہ جو کوئی شخص کوئی نئی چیز بنائے گا یا ایجاد کرے گا حکومت اس کو انعام دے گی اور اس کی سرپرستی کرے گی۔

ممتاز علی خاں
(زنگوا)

دلچسپ خبریں

اُجین - ایک ڈاکٹر صاحب ایک مریض کا معائنہ کرنے گئے - مریض کی حالت دیکھ کران کی حالت غیر ہوگئی اور وہ انتقال فرما گئے اور مریض اچھا ہوگیا -

نینی تال - الموڑا کے ایک مشہور جوہری کے یہاں تین آنکھوں والا بچہ پیدا ہوا ہے - اس کی تیسری آنکھ ماتھے کے بیچوں بیچ ایک سوراخ کی طرح ہے - اگرچہ بچے کی حالت اچھی نہیں مگر بے شمار مرد اور عورتیں اس کے درشن کرنے کے لئے آرہے ہیں -

کانپور - حکومت یوپی نے ایک اعلان کیا ہے کہ میونسپل بورڈ اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں کوئی ملازم ۵۵ سال کے بعد ملازمت نہ کرسکے گا -

لکھنؤ - اطلاع ملی ہے کہ چار پولیس کے ملازموں کو رشوت لینے کے الزام میں برخاست کردیا گیا ہے -

کلکتہ - برطانیہ نے لڑائی کے خطرے کے سلسلے میں زبردست تیاریاں شروع کردی ہیں کلکتہ سے ۱۰ کروڑ بوریاں منگائی ہیں جو ریت بھرنے کے لئے استعمال کی جائیں گی -

لندن کی پارلیمنٹ میں یہ تجویز پیش ہوئی ہے کہ ملک میں جبریہ بھرتی اور جبریہ روپیہ اور لڑائی کے سامان کی وصولی کے لئے فوراً کارروائی کی جائے -

کابل - افغانستان کی حکومت نے پچھلے مہینے میں جرمنی کی بنی ہوئی توپیں، رائفلیں اور ہوائی جہاز خریدے ہیں -

ماسکو - اطلاع ملی ہے کہ روس نے برطانیہ کو یقین دلایا ہے کہ دوسرے ملکوں کی حفاظت کے لئے برطانیہ اور فرانس جو کارروائی کریں گے، روس اس کا ساتھ دے گا -

لندن - برطانیہ کا دفترِ خارجہ فلسطین کے معاملہ میں براہِ راست حصہ لے رہا ہے - اس سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ حکومت برطانیہ آنے والے واقعات کو سامنے رکھ کر عربوں کے مطالبات منظور کرے گی اور فلسطین کا معاملہ جلد ہی طے ہوجائے گا -

قصے اور کہانیوں کی کتابیں

پرہلاد — مصنفہ پروفیسر رام سروپ کوشل۔ اس میں رشی پرہلاد کی مصیبتوں اور ان کی کامیابی کا حال لکھا ہے۔ قیمت ۴ر

ارجن — پروفیسر رام سروپ کوشل۔ ارجن کی زندگی کے حالات بہت مفصل لکھے ہیں ان کی بہادری کا سب جنگ مہابھارت سے معلوم ہوتا ہے۔ قیمت چھ آنے (۶ر)

بھیشم — مصنفہ پروفیسر رام سروپ کوشل اس کتاب میں بھیشم کی بہادری کا حال نہیں لکھا ہے بلکہ ان کی رحم دلی اور رعایا کی خدمت جو بہت مشہور ہے درج ہے۔ قیمت ۶ر

نرسی — پروفیسر رام سروپ کوشل نرسی بھگت کا واقعہ ہے نرسنگھ کو نصیحت اور غریبوں کی مدد کا بہت دلچسپ حال۔ قیمت ۴ر

اوتاروں کے قصے — مصنفہ سید منظور علی رضوی۔ اس میں رامچندر جی کنور کنھائی مہابھارت وغیرہ کا حال بہت آسان زبان میں لکھا گیا ہے۔
قیمت چار آنے (۴ر)

دھرو — پروفیسر رام سروپ کوشل۔ شہر متھرا کا حال رانی سونیتی کی جلاوطنی دھرو کی پیدائش ان کی عبادت بیان کیا ہے۔ قیمت ۶ر

ہنومان — راج کمار رام چندر اور لکشمن کی زندگی۔ راون سے لڑائی اور ہنومان جی کی مدد بہت دلچسپ ہے۔ مصنفہ پروفیسر رام سروپ کوشل قیمت نو آنے ۹ر

ہریشچندر — پروفیسر رام سروپ کوشل۔ راجہ ہریشچندر کی [illegible] اور راج، تخت و تاج منی کی نذر، رانی، راجہ اور بیٹا نوکروں کی طرح دوسروں کے گھر سخت آزمائش اور پھر حکومت۔ بہت اچھی نصیحت ملتی ہے۔ قیمت ۶ر

چندر ہاس — پروفیسر رام سروپ کوشل۔ راجکمار چندر ہاس کی پیدائش، سلطنت کی تباہی، ایشور بھگتی اور پھر مقابلہ کے بعد سلطنت واپس لے لینا بہت مزیدار قصہ ہے۔ ۴ر

بگلا بھگت — اس عیار بگلے کی کہانی جس نے بھگت بن کر بگلوں کو ٹھگا تھا۔ رنگین اور خوشنما سرورق اندر کئی سادہ تصویریں۔
قیمت پانچ آنے (۵ر)

مکتبہ جامعہ

دہلی۔ نئی دہلی۔ لاہور۔ لکھنؤ

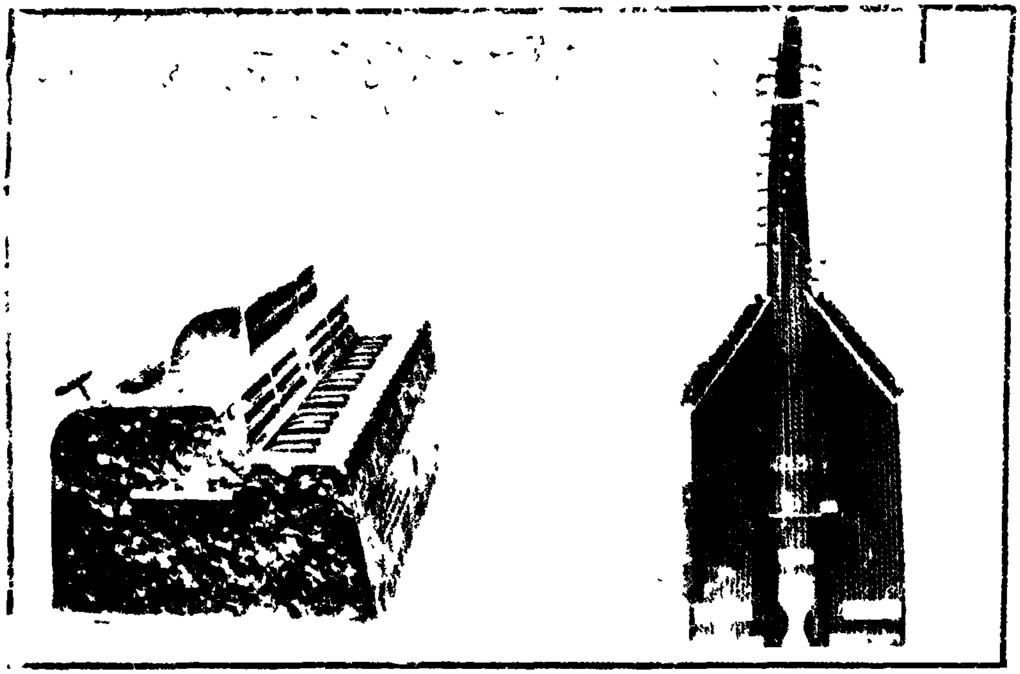
Printed & published by Dr. Sayed Abid Hussain at the
Mahboob-ul-matabe Press, Delhi

Only Cover Printed at the ... Art Press ... Delhi

پیام تعلیم

بڑی عمر کے کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے خاص ایڈیشن۔



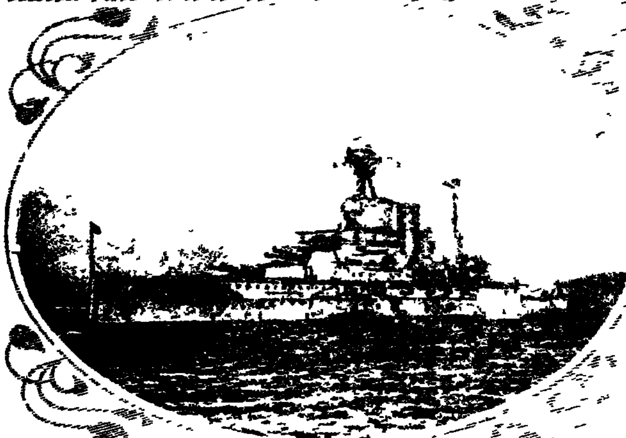




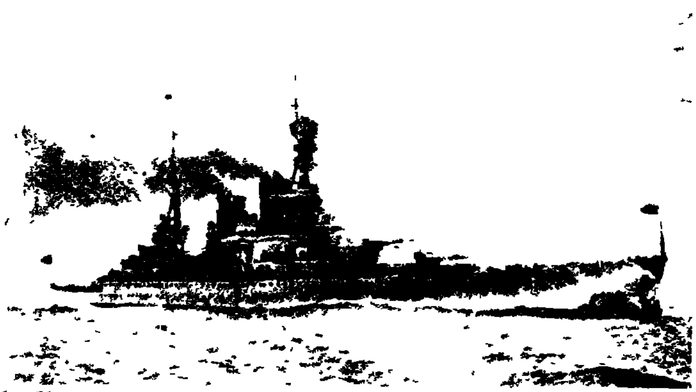
ریڈیو کے ذریعے سے ایک تین ہزار سال پرانے بگل کی آواز سنائی جا رہی ہے



[illegible] میں تیار ہوا تھا



[illegible] ۱۹۰۵ء میں [illegible] جنگ [illegible]

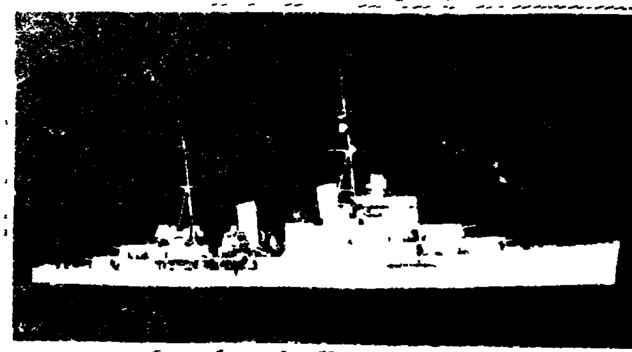


[illegible] میں تیار ہوا تھا

یہ جہاز بھی [illegible] میں تیار ہوا تھا

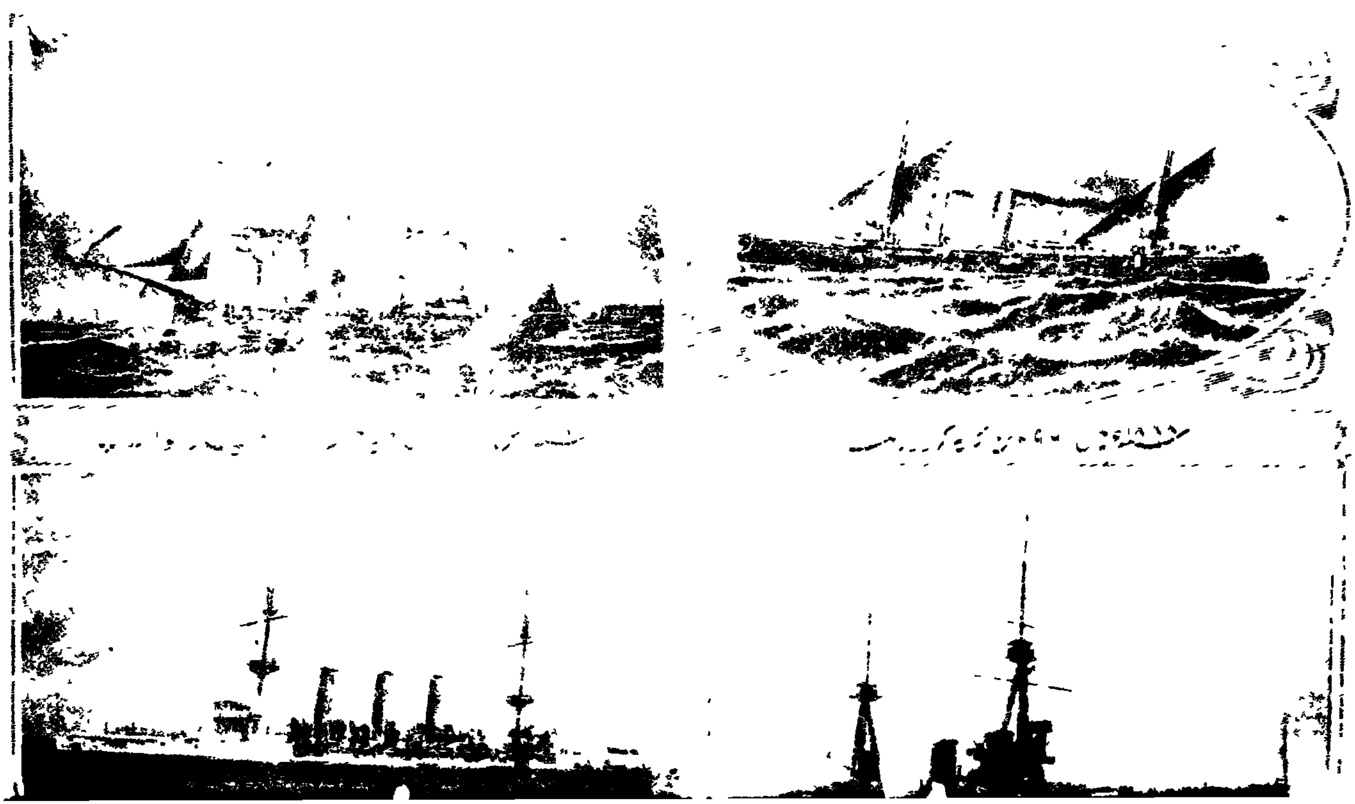


[illegible] ۱۹۲۸ء میں تیار ہوا تھا



[illegible] ۱۹۳۶ء میں [illegible]

برطانیہ کے جنگی جہاز اٹھ سال پہلے





پیامِ تعلیم دھلی

پیامِ تعلیم - یوپی، سی پی، برار، بہار، حیدرآباد کے محکمہاے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔

ایڈیٹر:- محمد حسین حسّان ندوی

قیمت سالانہ دو روپے چار آنے فی پرچہ ۳ر

جلد ۱	مئی سنہ ۳۹ء	نمبر ۵

فہرست مضامین

کس نے بنائے

(۱) یہ کشادہ زمین، اس پر بسنے والے کالے گورے انسان، گائے، بھینس، بیل، گھوڑے ہر قسم کے مویشی اور طرح طرح کے حیوان اور بھانت بھانت کے چرند پرند کہاں سے آئے۔

۲۔ اونچے اونچے پہاڑ، گہرے گہرے غار ان میں اگنے والے خود رو بیل بوٹے طرح طرح کے چشمے اور قسم قسم کی ندی نالے کس نے بنائے؟

۳۔ یہ گہرا وسیع سمندر، اس میں ہزارہا قسم کے آبی جانور، سیپ، گھونگا، اسفنج اور موتی اور صدہا قسم کی مچھلیاں کس نے پیدا کیں؟

۴۔ یہ نیلا نیلا آسمان اور چمکنے والے چاند سورج ستارے اور سیارے، مہتاب کی طرح سے چھوٹنے والے شہاب کس نے بنائے؟۔

۵۔ طرح طرح کے باغ قسم قسم کے چمن اور اس میں اگنے والے انواع و اقسام کے پھول پھل آم، جامن، لیموں، سنترہ، انگور، بیلا، چمیلی، سونگرا، جوہی، سیوتی کس نے سرسبز و شاداب کیں؟۔

۶۔ ہر وقت لپکنے والی ہوا، اس میں اڑنے والے بادل، بادلوں میں بجلی اور اس کی کڑک چمک مینہ کی پھوار، اولوں کی بوچھار، کہرا، پالا، برف اور شبنم کے موتی کس نے پیدا کئے؟۔

۷۔ ان سب چیزوں کا بنانے والا اللہ ہے، اس کو بنانے میں کوئی مشکل اور دشواری پیش نہیں آتی وہ جس چیز کو چاہتا ہے اس کے کہنے کے ساتھ ہو جاتی ہے۔

تو آؤ اسی کے سامنے جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے جس نے ہمارے آرام کے لئے بے شمار چیزیں پیدا کیں اور ہم کو بے شمار نعمتیں مرحمت فرمائیں اپنے سر کو جھکائیں اور شکر ادا کریں۔

(ایم اللہ بخش انصاری جلیسری)

گرمی

کڑی جیٹھ، بیساکھ پڑتی ہے گرمی
بہت دو مہینے اکڑتی ہے گرمی

یہ لو ہے کہ دوزخ کی ہے آنچ توبہ
برستی ہے آگ اب کہ پڑتی ہے گرمی

ہوا بھی ہوائیں تپاتی ہیں کیا کیا
بری طرح جب پیچھے پڑتی ہے گرمی

برستی ہے یہ آگ، گرمی نہیں ہے
ارے کس قیامت کی پڑتی ہے گرمی

پسینے سے بو کیوں نہ کپڑوں میں آئے
برستا ہے پانی تو سڑتی ہے گرمی

برستی ہے اک آگ کیوں آسماں سے
جہنم سے شاید جھگڑتی ہے گرمی

ہوئی غسل اور برف سے جب نہ تسکیں
تو تیور کچھ اور اکڑتی ہے گرمی

بغیر آئے جاڑے کے ٹلتی نہیں یہ
زمانے میں جب آ کے اڑتی ہے گرمی

ہوا چل گئی مٹ گیا حبس لیکن
جو پڑتی تھی گرمی وہ پڑتی ہے گرمی

فقط چار دن کی جوانی ہے اس کی
اسی پر بس اتنا اکڑتی ہے گرمی

پھنکے دل تو کیوں سرد آہیں نہ کھینچیں
کہ جلتے ہیں پنکھا جو پڑتی ہے گرمی

یہ پسو، یہ کھٹمل، یہ مچھر، یہ مکھی
اس اسٹاف کی ساتھ پڑتی ہے گرمی

کبھی لو کا ہے دور ہیضہ کبھی ہے
یہ سب آفتیں لے کے پڑتی ہے گرمی

یہ کمبخت کیا کیا ستاتی ہے سب کو
زمانے سے اے خیی اٹھتی ہے گرمی

خیی بھوپالی

ہماری زبان

از جناب ڈاکٹر عابد حسین صاحب استاد جامعہ

ہم دوسرے سے کوئی بات کہنا چاہتے ہیں یا اس سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں تو یا تو اشاروں سے کام لیتے ہیں، یا لفظوں سے۔ اشاروں کے ذریعہ سے بہت کم باتیں پوچھی یا کہی جا سکتی ہیں۔ ہاتھ کے اشارے سے ہم کسی شخص سے یہ یہ پوچھ سکتے ہیں کہ تم کہاں جا رہے ہو اور وہ بتا سکتا ہے کہ میں اس طرف جا رہا ہوں۔ لیکن اگر یہ پوچھنا ہو کہ تم صبح کو کہاں کہاں گئے تھے کون کون سی چیزیں دیکھی تھیں، کن کن لوگوں سے ملے تھے، کیا کیا باتیں ہوئی تھیں تو ہم یہ سب نہ دوسرے کو اشاروں میں سمجھا سکتے ہیں اور نہ وہ اشاروں میں جواب دے سکتا ہے۔ اس لئے لفظوں کی ضرورت ہے۔ جہاں کہیں لوگ مل جل کر رہتے ہیں وہ سب چیزوں اور خیالوں کے نام رکھ لیتے ہیں جنھیں لفظ کہتے ہیں اور یہ سب لفظ مل کر زبان کہلاتے ہیں سب ملکوں کی زبانیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ مگر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک زبان کئی ملکوں میں بولی جاتی ہے یا ایک ہی ملک کے لوگ کئی زبانیں بولتے ہیں۔

ہمارے ہندوستان میں بہت سی زبانیں ہیں۔ مگر ایک زبان تھوڑے تھوڑے فرق سے ملک کے بڑے حصے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور ہندوستانی کہلاتی ہے۔ یہ زبان شمالی ہندوستان کی پرانی زبانوں سے نکلتی ہے اور اس میں تھوڑا سا میل فارسی

عربی، سنسکرت اور دوسری دیسی بدیسی زبانوں کا بھی ہے - اب سے ساڑھے پانچ سو سال پہلے دکن میں اور پھر شمالی ہندوستان میں پڑھے لکھے ہندو مسلمان اس زبان میں کتابیں لکھنے لگے - انھوں نے اس کو بہت ترقی دی اور آگے چل کر اس کا نام اردو رکھا -

ہماری زبان یہی اردو ہے - قریب قریب سارے ہندوستان میں مسلمان اور دکن اور شمالی ہند میں بہت سے ہندو اردو لکھتے اور بولتے ہیں - اردو اور ہندوستانی میں یہ فرق ہے کہ اردو میں عربی فارسی کے لفظ زیادہ ہیں اور ہندوستانی میں کم - اردو صرف فارسی حروف میں لکھی جاتی ہے اور ہندوستانی فارسی اور ناگری دونوں میں - اردو زیادہ تر پڑھے لکھے لوگوں کی زبان ہے ہندوستانی کو ملک کے بہت بڑے حصے میں پڑھے بے پڑھے بولتے او سمجھتے ہیں سنسکرت اور ہندوستانی کے میل سے ایک اور زبان بنی ہے جو ہندی کہلاتی ہے اور دیوناگری حروف میں لکھی جاتی ہے -

ہماری اردو زبان کی عمر کوئی ساڑھے پانچ سو برس کی ہے اتنے دنوں میں ہمارے ہندو مسلمان بزرگوں کی کوششوں سے یہ زبان ایشیا کی بڑی زبانوں میں گنی جانے لگی ہے اس میں بڑے بڑے ہندو مسلمانوں کی مذہبی کتابیں اور شعر اور ادب کی بڑی بڑی کتابیں موجود ہیں - علم اور فن کی تصنیفیں اور ترجمے اردو میں جاپانی کے سوا ایشیا کی کسی زبان سے کم نہیں ہاں یورپ کی بڑی زبانوں کا مقابلہ ہماری زبان اب تک نہیں کر سکتی اگر ہمیں اپنی زبان پیاری ہے تو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ برابر ترقی کرتی رہے یہاں تک کہ دنیا کی کسی زبان سے پیچھے نہ رہے -

شاید کوئی یہ پوچھے کہ ہم اپنی زبان کو ترقی دینے کی کوشش کیوں کریں اور کیسے کریں ؟

کیوں کریں ؟ اس کا جواب تو یہ ہے کہ زبان ہماری جان ہے - ہمارے جسم کی نہیں

بلکہ ہمارے ذہن کی۔ اسی کے بل پر ہمارا ذہن جیتا ہے۔ اس کے پنپنے سے پنپتا ہے۔ اس کے کملانے سے کملاتا ہے۔ ذہن کسے کہتے ہیں؟ وہ قوت جس سے ہم دنیا کو جانتے اور سمجھتے ہیں دنیا کو جاننا اور سمجھنا ایک آدمی کا کام نہیں۔ بہت سے آدمی مل کر دنیا کو دیکھتے ہیں دیکھے ہوئے کو سمجھتے ہیں اور اپنے خیالات ایک دوسرے کو بول کر یا لکھ کر بتاتے ہیں اس کے لئے لفظوں کی یعنی زبان کی ضرورت ہے۔ اگر کسی زبان میں کافی اور اچھے لفظ موجود نہیں ہیں جن کے ذریعے سے اس کے بولنے والے اپنے خیالات ایک دوسرے پر ظاہر کریں تو ہر شخص کے خیالات اسی تک رہتے ہیں نہ وہ اپنی کہہ سکتا ہے اور نہ دوسرے کی سن سکتا ہے۔ اس کا علم بہت تھوڑا ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے اس کی اولاد کو بھی نہیں پہنچتا۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب تک زبان ترقی نہ کرے علم کیونکر ترقی کر سکتا ہے۔ جن لوگوں کی زبان سب زبانوں سے پیچھے ہوتی ہے وہ علم وفن میں بھی سب سے پیچھے ہوتے ہیں۔ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اگر ہماری زبان علم سے خالی ہے تو ہم کوئی دوسری زبان سیکھ کر اس کے ذریعے سے علم حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ بات کچھ کچھ تو ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ اس کی مثال ہندوستان میں ہمارے سامنے ہے۔ ہندوستان والے جن کی زبانیں بہت پیچھے ہیں۔ انگریزی کے ذریعے سے علم حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر دوسری زبان کا سیکھنا اتنا مشکل ہوتا ہے کہ بہت تھوڑے لوگ سیکھ سکتے ہیں۔ جو سیکھتے بھی ہیں ان کا پڑھنے کا زمانہ اسی زبان کے سیکھنے میں گذر جاتا ہے۔ علم حاصل کرنے کا وقت ہی نہیں رہتا اور پھر سارے جتن کرنے کے بعد بھی دوسری زبان اتنی نہیں آتی کہ آدمی اپنے دل کی ہر بات، اپنے ذہن کا ہر خیال اس میں اچھی طرح ادا کر سکے اور اس کے بولنے اور لکھنے میں کمال حاصل کر سکے۔ دیکھو نا ہمارے دیس میں کئی لاکھ آدمیوں نے دس دس بیس بیس برس انگریزی سیکھی۔ کئی ہزار آدمی انگلستان

میں رہ کر آئے مگر ان میں کتنے ہیں کہ انگریزی میں شعر کہہ سکیں۔ یا نثر میں اچھی اچھی کتابیں لکھ سکیں ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جنھوں نے بہت علم حاصل کیا ہے مگر ان کا علم گونگے کا خواب ہے کہ آپ ہی آپ اس کا مزہ لیتے ہیں۔ اپنے بھائیوں کو کچھ نہیں بتا سکتے۔ بہت سے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ انگریزی کی دھن میں انھوں نے اپنی زبان کی طرف بالکل توجہ نہیں کی۔ معمولی بات چیت کر لیتے ہیں۔ مگر جب کسی علمی مسئلے یا ملکی معاملے کی بحث ہو تو نہ وہ زبان کھول سکتے ہیں نہ قلم اٹھا سکتے ہیں۔ کچھ کہتے ہیں یا لکھتے ہیں تو انگریزی میں جسے تھوڑے ہی سے آدمی سمجھ سکتے ہیں۔ ان کے ذہن میں اچھے اچھے خیالات آتے ہیں اور ان کا جی چاہتا ہے کہ اپنے دیس کے لاکھوں کروڑوں آدمی کو یہ بات سنائیں مگر گھٹ کر رہ جاتے ہیں۔ اگر کبھی گونگوں کی طرح کچھ آوازیں نکالتے بھی ہیں تو کوئی نہیں سمجھتا۔

ایک بات تو معلوم ہوگئی کہ اپنی زبان کو ترقی دینا بہت ضروری ہے۔ اب دوسری یہی کہ اسے کس طرح ترقی دی جائے؟ تو بھئی ہم سب لوگوں کو جو مدرسے میں پڑھتے ہیں سب سے پہلے یہ کرنا چاہیے کہ اپنی زبان سیکھیں اردو کے گھنٹے میں اونگھنا یا کاپی پر اپنی یا اپنے دوستوں کی تصویریں بنانا چھوڑ دیں بلکہ خوب چوکس ہو کر سنیں کہ استاد کیا کہہ رہا ہے اور پڑھیں کہ کتاب میں کیا لکھا ہے۔ گھر پر کرنے کا جو کام دیا جائے اسے پابندی اور محنت سے یہ سمجھ کر کریں کہ یہ زبان کا کام ہے جو ہماری جان ہے اسی سے ہماری اور ہماری قوم کے علم کی ترقی ہوگی اور علم کی ترقی میں قوم کی بھلائی ہے اسی سے ہماری قوم دوسری قوموں کی برابری کرے گی۔ آزادی، دولت اور عزت حاصل کرے گی۔ مدرسے کی کتاب کے علاوہ ہمیں استاد سے اور اپنے بڑوں سے پوچھ کر اردو کی اچھی اچھی کتابیں پڑھنی چاہئیں۔ بہت سی کتابیں تو ہمیں اپنے گھر میں یا مدرسے کے کتب خانے میں مل جائیں گی۔ پھر رسالوں میں اخباروں میں، کتب فروشوں کی فہرستوں میں بہت سی کتابوں

کے اشتہار نکلتے ہیں انھیں پڑھ کر ماں باپ سے ضد کرنا چاہیئے کہ ہمیں فلاں کتاب منگا دو اس لئے تو ہم سب مچلتے ہیں کہ ہمیں مٹھائی منگا دو کپڑے بنا دو، تماشا دکھا دو۔ مگر ایسے ہم میں بہت کم ہیں جو کتاب کے لئے مچلتے ہوں یقین ہے کہ بہت سے ماں باپ تمہیں بڑی خوشی سے کتابیں منگا کر دیں گے۔ وہ انکار کریں تو اس کے دو سبب ہو سکتے ہیں یا تو ان کے پاس پیسہ نہیں یا انھیں کتابوں کا شوق نہیں اگر پیسہ نہیں تو صبر کرنا چاہیئے اور کتب خانے سے یا دوستوں سے مانگ کر کتابیں پڑھنی چاہئیں۔ اگر شوق نہیں تو ان کے پیچھے پڑ جانا چاہیئے کبھی نہ کبھی انھیں شوق پیدا ہو ہی جائے گا۔

جب ہم اپنی زبان اچھی طرح سیکھ لیں تو پھر اور کام کرنے کا وقت آئے گا پھر ہم اچھی اچھی کتابوں کا دوسری زبان سے اردو میں ترجمہ کریں گے۔ خود اچھے اچھے مضمون اور بڑی بڑی کتابیں لکھیں گے۔ دنیا کے ہر علم و فن کو اردو میں لے آئیں گے اور ایک دن بڑے فخر سے یہ کہیں گے کہ ہماری زبان دنیا کی کسی زبان سے ہیٹی نہیں۔ چاہے وہ جرمن ہو یا فرانسیسی یا انگریزی۔ وہ دن ہمارے اور ہماری قوم کے لئے کیسی خوشی کا دن ہوگا۔

لکڑی کا کام

جناب ماسٹر عبدالحی صاحب ۔ استاد جامعہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

نہیں اوزاروں کے بارے میں تو کافی معلومات ہو گئی ۔ اب میں مختلف قسم کی لکڑی اور اس کے استعمال کے بارے میں کچھ بتاؤں گا ۔ یوں تو ہمارے دیس میں قسم قسم کے درخت ہوتے ہیں ۔ ان میں سے اکثر کی لکڑی تو جلانے کے کام آتی ہے ۔ جن درختوں کی لکڑی فرنیچر یا دوسری ضرورتوں میں کام آتی ہے وہ یہ ہیں ۔

ساگون ، شیشم ، چیر ، سال یا ساکھو ، آم سینبھل ، آبنوس وغیرہ وغیرہ

ساگون :-

یہ لکڑی دو جگہ زیادہ پیدا ہوتی ہے ۔ سی ، پی اور برما ۔ سی ، پی کا ساگون برما کے مقابلے میں اچھا نہیں ہوتا ۔ گٹھیلا زیادہ ہوتا ہے ۔ اسی لئے اس کے دام بھی کم ہوتے ہیں ۔ برما کا ساگون اچھا ہوتا ہے اور فرنیچر میں عام طور سے یہی زیادہ استعمال ہوتا ہے ۔ اسی کی لکڑی مختلف ناپ کی ملتی ہے جس ناپ کی ضرورت ہو بازار میں تیار ملتی ہے اس کی پیمائش مکعب[1] فٹ کے حساب سے ہوتی ہے قیمت ۱۲ روپے فی مکعب فٹ سے ۱۸ روپے فی مکعب فٹ تک ۔ میرے خیال میں تو تم یہی لکڑی استعمال کرو ۔ ہلکی بھی اور مضبوط بھی ۔ پھر کام کرنے میں صفائی اچھی آتی ہے ۔

شیشم :-

---

[1] اسے یوں سمجھو کہ کوئی لکڑی ایک فٹ لمبی ایک فٹ چوڑی ایک فٹ موٹی ہو تو ایک مکعب فٹ ہوتی ہے ۔

یہ درخت عام طور سے ہر جگہ پیدا ہوتا ہے اس کی لکڑی سخت اور بھاری زیادہ ہوتی ہے اس لئے اب اس کا استعمال کم ہوگیا ہے لیکن جہاں یہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے وہاں اب بھی تمام فرنیچر اسی کا تیار ہوتا ہے۔ اس کا سامان یو۔پی میں بریلی میں اور پنجاب میں کرتار پور میں کثرت سے تیار ہوتا ہے۔ یہاں بہت بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ اس کی قیمت عہ یا سے روپئے فی مکعب فٹ ہے۔ اس میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ کہیں کچی رہ جائے تو اس میں گھن جاتا ہے اور خراب ہو جاتی ہے۔

چیڑ:۔

یہ پہاڑی درخت ہے۔ زیادہ لمبا ہوتا ہے۔ اس کی لکڑی کے دس انچ چوڑے پانچ انچ موٹے اور چھ فٹ سے بارہ فٹ تک لمبے سلیپر آتے ہیں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ دیودار، کیل، چیڑ، رئی چیڑ اور رئی معمولی قسم کی لکڑی ہے۔ کام کرنے میں اچھی نہیں ہوتی۔ دیودار کی لکڑی اچھی اور قیمتی ہوتی ہے۔ اس کے بعد کیل کا نمبر ہے یہ سستی ہوتی ہے اور نرم بھی۔ مزدوری کا خرچ بھی کم ہے۔ اس لئے اس کا استعمال بہت ہے۔ ۱۰' × ۵" × ۱۲" رئی کے سلیپر کی قیمت للعہ کیل صہ اور دیودار ۱۰' × ۵" × ۱۰" کے آٹھ یا نو روپے ہوتے ہیں۔

سال یا ساکھو:۔

یہ لکڑی بھی ہمالیہ کے جنگلوں میں کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ عمارتی کام میں زیادہ استعمال ہوتی ہے۔ یہ لکڑی مضبوط اور بھاری ہوتی ہے ناپ کے حساب سے بکتی ہے۔ فی مکعب فٹ عہ۱۲ یا ۶ یا عہ۔ قیمت لکڑی کی اچھائی پر منحصر ہے۔

آم:۔

یہ لکڑی کمزور مگر بھاری ہوتی ہے۔ اس کے تختے بنتے ہیں اور بہت معمولی کام میں آتے ہیں۔

سینبھل:۔

یہ لکڑی بہت کمزور اور ہلکی ہوتی ہے اس کے تختے بھی آم کی طرح بہت معمولی کام میں استعمال ہوتے ہیں۔

آبنوس:۔

یہ لکڑی بالکل سیاہ اور بہت وزنی ہوتی ہے۔ بجنور کے ضلع میں کھلی بن میں پیدا ہوتی ہے اس لئے بجنور کے ضلع میں اس کا کام بہت بنتا ہے یہ خاصی قیمتی ہوتی ہے اور کوئی منگائے تو بالکل صحیح ناپ کے مطابق منگانا پڑتی ہے۔

میں یہ پہلے بتا چکا ہوں کہ ساگون کی لکڑی تمہارے لئے مناسب ہوگی۔ اب یہ بتانا ہے کہ اسے استعمال کس طرح کیا جائے اور کس طرح تم اس سے چھوٹی چھوٹی اور آسان چیزیں تیار کر سکتے ہو۔ مگر بھی پہلے اپنے اوزار بھی توجمع کرلو۔ یہ تمہیں اپنے ہی شہر میں لوہا بیچنے والوں کے یہاں مل جائیں گے۔ ورنہ قریب کے بڑے شہر سے منگالو۔ سب اوزار پندرہ سولہ روپئے میں آجائیں گے۔

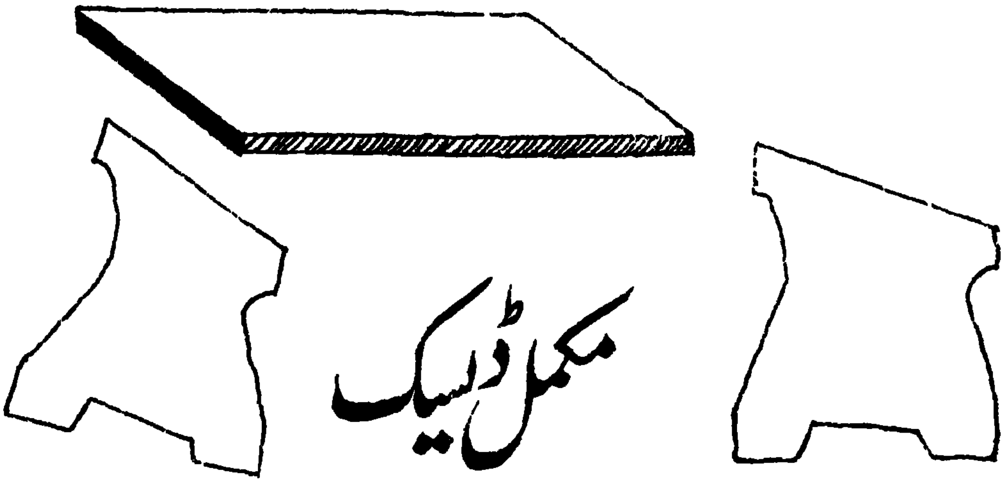
کام کی جگہ :-

گھر میں ایک طرف ہوادار جگہ تجویز کرلو اور ایک میز اس نمونے کی چھوٹی سی تیار کرالو تو زیادہ بہتر ہوگا۔ ہاں میز کے ایک طرف اوزار رکھنے کے لئے دراز اور دوسری طرف لوہے یا لکڑی کا بانک بنوالو۔ اس سے کام کرنے میں بہت آسانی ہوگی۔

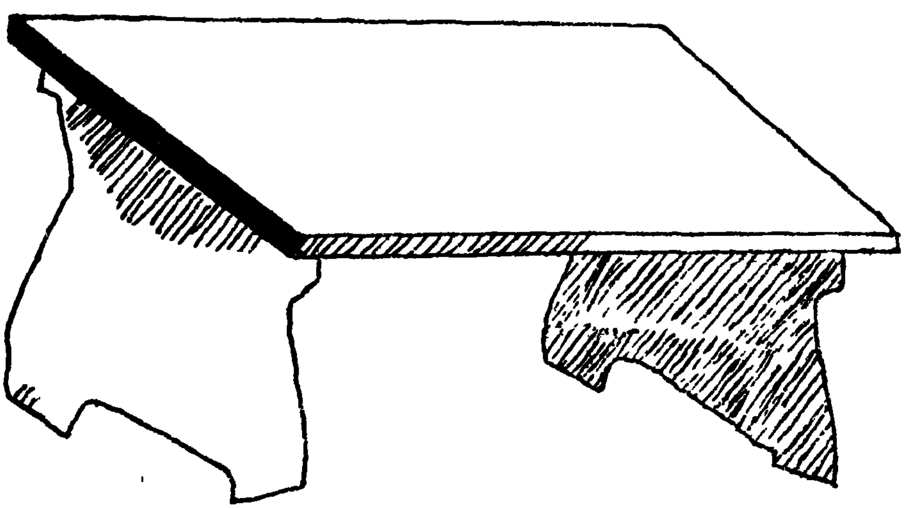
کام کس طرح کیا جائے :-

ساگون کی لکڑی کے بارے میں تمہیں معلوم ہوچکا کہ ہر ایک ناپ کی بازار سے مل جاتی ہے۔ پہلے پہل تم ۱½ چوڑی ۱ موٹی اور تین فٹ لانبی کچھ لکڑیاں خرید لاؤ۔ ان میں سے کچھ پر تو ایک ایک انچ کے اور کچھ پر پون پون انچ کے نشان ڈالو اور پھر بانک میں باندھ کر جس ترکیب سے میں نے بتایا ہے اس ترکیب سے آری سے چیر ڈالو۔ اب تمہارے پاس کچھ لکڑیاں ۱" × ۱" × ۳۶" اور کچھ ¾" × ¾" × ۳۶" انچ کی ہوں گی۔ اب اپنا رندا ٹھیک کرلو پھر ایک لکڑی پر رکھو اور اس کی ایک طرف رندو۔ بالکل سیدھی نظر سے دیکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ لکڑی کو نظر کے سامنے رکھو اور بائیں آنکھ کو بند کر کے لکڑی کو دیکھو۔ اونچا نیچا سب معلوم ہوجاتا ہے۔ اس طرح جب ایک طرف سیدھی ہو جائے تو گنیا اور نظر دونوں کی مدد سے دوسری طرف سیدھی کرلو جب دونوں طرفیں ٹھیک ہو جائیں تو خط کش لے کر جہاں کم فاصلہ ہو باندھ کر خط لگا دو اور رندہ

ڈسک کے ٹکڑے



مکمل ڈیسک

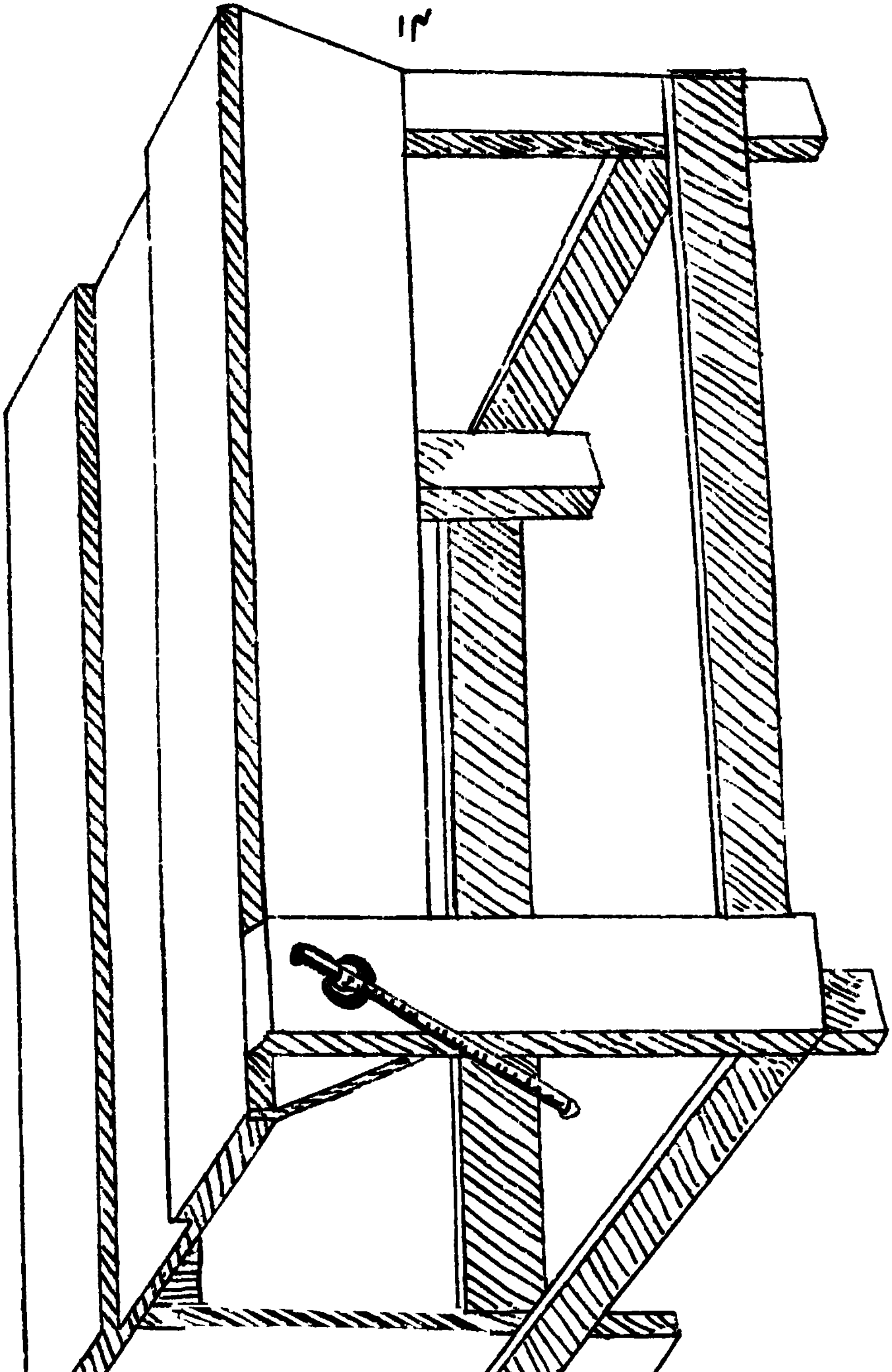


ڈالو اسی طرح چوتھی طرف ٹھیک کرلو۔ سب
لکڑیاں اسی طرح ٹھیک ہوں گی۔ لو بھئی تمہیں
رندنا اور کاٹنا تو آ گیا۔ اب کیا کروگے؟ اب
کرو یہ کہ جو لکڑیاں چوکور شکل کی ہیں انھیں
گول کر ڈالو۔ لکڑی کا ایک سرا ہاتھ میں پکڑو
دوسرا ہاتھ میں رکھو اور رندے سے کونے
رند دو۔ اسی طرح دونوں سروں پر دائرے
بنا کر چھوٹے رندے سے رند کر گول کرلو۔ یہ
لکڑیاں لکیریں کھینچنے کے لئے اور نقشوں میں
لگانے کے لئے رول کا کام دیں گی یا ایک
سرا ذرا پتلا کر دیا جائے اور موٹھ کسی قسم کی
لگا دی تو ہاتھ کی چھڑی وغیرہ کے کام میں آ سکتی
ہیں۔ اسی طرح جو مستطیل شکل کی ہوں ان کے
چوکھٹے بن سکتے ہیں۔ ان کے ایک طرف یعنی
چوڑائی پر پاؤ انچ کا نشان اور موٹائی پر
ایک سوت کا نشان لگا کر کونے رند دو۔
نیچے کی طرف پاؤ انچ چوڑی طرف اور پاؤ انچ
موٹائی میں نشان لگا کر چورسی سے کاٹ کر
صاف کرلو اور پھر ضرورت کے مطابق ۴۵
درجے کا زاویہ ہر کونے پر بنا کر اپنی ضرورت
کے مطابق چار لکڑیاں کاٹ لو اور چار کونوں
پر چار کیلیں ٹھونک دو۔ چوکھٹے بن جائیں گے
اس طرح لکڑی بھی بے کار نہ جائے گی اور
کام کی مشق بھی ہو جائے گی۔

اسی طرح چورس لکڑی ۲" × ۲" × ۸½ لے کر
جس طرح تم نے پہلے بنایا ہے رند لو۔ چاروں
طرف رند کے کونے پر پاؤ انچ نشان لگا کر
سلوپ میں رند لو۔ پھر بازار سے خوب صورت
سی کھونٹیاں لا کر جڑ لو بہت عمدہ کھونٹی بن
جائے گی۔

ہاں ایک چیز اور ۱۰" × ۱" × ۱½" کا ایک
ٹکڑا لاؤ اور بیچ میں سے یعنی موٹائی میں سے
اس کے دو ٹکڑے کر دو ایک کو رند کر یونہی
دوسرے کو پہلے صاف کرلو پھر اسے بھی بیچ
میں سے دو ٹکڑے کرلو اور ذرا اچھی سی
ڈرائنگ بنا کر چورسی سے کاٹ لو۔ نیچے کا حصہ
بالکل سیدھا رکھو اور اوپر کی طرف ایک یا
پون انچ کا سلوپ دے کر کاٹ لو اب پہلے

12



تختے کے دونوں طرف سروں پر رکھ کر کیل یا پیچ لگا دو۔ تمہارے لکھنے کا بہت اچھا سا ڈیسک بن جائے گا۔ اسی طرح بک اسٹینڈ کے لئے ایک تختہ "۱۶ لمبا، ۵ ۱/۲ چوڑا، ۱/۲ موٹا لے کر صاف کر لو۔ دو اور تختے ۵ چوڑے اور ۶ ۱/۲ لمبے لے کر ان پر کسی اور نمونے کا یا اسی نمونے کا ڈرائنگ بنا کر کاٹ لو اب بڑے تختے پر ۱/۲ دونوں طرف چھوڑ کر سروں پر دوسرے تختوں کی موٹائی کے برابر پاؤ انچ گہرا کھانچا دے دو اور اسی میں ان دونوں تختوں کو بٹھا کر کیل یا پیچ سے کس دو اسی طرح دوسری شکل بک اسٹینڈ کی ہے جو گھٹایا اور بڑھایا بھی جاسکتا ہے۔ اس کا نقشہ دیکھو نہایت آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ اسی طرح دیوار گھڑیاں بھی بنائی جا سکتی ہیں مثلاً ایک تختہ "۱۲ لمبا، "۱۲ چوڑا اور ۱/۲ موٹا لے کر صاف کر لو اس کے بعد سامنے کے دو کونوں پر دو انچ لمبا نچا ہر طرف لگا کر کونا کاٹ لو اور اس کے بعد سوا نیا را انچ خط کش سے سب طرف نشان لگا کر سلوپ میں رندے سے رند دو۔ اس کے بعد ایک ٹکڑا ۵ انچ مربع لے کر دو کونوں کو ملا کر خط کھینچ دو اور آری سے کاٹ دو ٹکڑے ہوگئے اب ان کو "۲ ہر طرف چھوڑ کر کیل سے یا پیچ سے تختے پر لگا دو جیسا کہ نقشے سے ظاہر ہوتا ہے اسی طرح اور بہت سی ضرورت کی چیزیں بنا سکتے ہو۔

دلچسپ معلومات

سانپ مہینوں تک بغیر کھائے زندہ رہ سکتا ہے۔

گھوڑے کی بھنوئیں نہیں ہوتیں اور مچھلیوں کے آنکھوں پر پپوٹے نہیں ہوتے۔

چین میں ۹۰ فی صدی لوگ جاہل ہیں۔

دنیا میں اس وقت تین کروڑ پچاس لاکھ موٹریں چل رہی ہیں۔

ایک مربع فٹ شہد کے چھتے میں کوئی ۹ ہزار خانے یا کوٹھریاں ہوتی ہیں۔

چین میں ایک عجیب دغریب پھول پایا جاتا ہے۔ رات کے وقت اس کا رنگ سفید ہو جاتا ہے۔ سائے میں رکھنے سے بھی اس کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ سورج کی روشنی میں یہ سفیدی سرخی سے بدل جاتی ہے۔

لندن میں ایک لاکھ بارہ ہزار موٹر سائیکلیں، دو لاکھ پچاس ہزار لوگوں کی ذاتی موٹریں اور ٹیکسیاں اور اکیانوے ہزار سامان ڈھونے کی لاریاں ہیں۔

لندن کے چڑیا خانے میں ۲۶ فٹ لمبا ایک اژدہا ہے۔ یہ چھ مہینے تک کچھ نہیں کھاتا اور خاموش پڑا رہتا ہے یا سوتا رہتا ہے۔

ایک ڈاکٹر نے تحقیق کے بعد اعلان کیا ہے کہ دودھ سے ریشم کے سے ریشے تیار ہو سکتے ہیں۔

نئی تحقیق کے مطابق لکڑی کی ۲۰ ہزار قسمیں دریافت کی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض لکڑیوں سے مٹھائیاں بنائی جاتی ہیں۔ بعض سے کپڑے بنتے ہیں اور موٹر کے لئے تیل نکالا جاتا ہے۔

سوئٹ روس میں ایک سو پچاس زبانیں بولی جاتی ہیں۔

غذا

از جناب غلام طاہر صاحب صدر مدرس مدرسہ وسطانیہ نانڈیڑ

چاول

گو غذائی حیثیت سے یہ گیہوں سے کم درجے پر ہے، پھر بھی دنیا کی بڑی آبادی کی غذا ہے۔ خصوصاً گرم، مرطوب خطوں میں جہاں اس کی پیداوار بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ دنیا کے سب سے آباد حصے وہی ہیں جہاں چاول بکثرت پیدا ہوتا اور کھایا جاتا ہے۔ اس کی پیداوار کے لئے مرطوب آب و ہوا کی ضرورت ہے اور چکنی مٹی یا دومٹ زمین اچھی ہوتی ہے۔ عموماً یہ خریف کی فصلوں میں بویا جاتا ہے۔ مگر بعض مقامات کے نہری علاقوں میں (مثلاً مدراس) دو دو اور تین تین فصلیں بھی حاصل کی جاتی ہیں۔ اب تم دنیا کا نقشہ لے کر منطقہ حارہ اور منطقہ معتدل نیم گرم کے ان حصوں پر غور کرو جہاں بارش ۴۰ انچ سے زیادہ ہوتی ہے۔ یورپ اور آسٹریلیا میں تو کوئی حصہ نظر نہ آئے گا۔ البتہ جنوبی ایشیا، جنوبی امریکہ میں وادی امیزن اور افریقہ میں وادی کانگو ایسے علاقے ہیں جہاں حرارت بھی کافی ہے اور بارش بھی خوب ہوتی ہے۔ لیکن وادی امیزن اور وادی کانگو میں یہ قدرت کا عطیہ ضرورت سے زیادہ ہے یعنی حرارت اور رطوبت کی بہتات سے وہاں کی زمین میں پیداوار کی قوت اس قدر زیادہ ہے کہ ایک چیز بوئی جاتی ہے تو دس جنگلی چیزیں خود بخود اُگ آتی ہیں اس وجہ سے وہاں کی زمین پر کاشت تقریباً ناممکن ہوگئی ہے اور وہاں سوائے تیرہ و تار جنگلات کے کچھ

نظر نہیں آتا۔ اس لئے ان علاقوں میں آبادی بھی کم ہے اور چاول کی کاشت بھی نہیں ہوتی۔ چاول کا پیدا کرنے والا علاقہ براعظم ایشیا ہے اور وہ بھی اس کا جنوبی حصہ یعنی موسمی ہواؤں کا حصہ۔ جس میں ہندوستان، برما، ہند چینی جزائر شرق الہند اور جنوبی چین شامل ہیں۔ جاپان کے جنوبی حصے میں بھی چاول پیدا ہوتا ہے۔

ہندوستان میں چاول کی زیادہ پیداوار بنگال، بہار اور آسام میں ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں بارش بکثرت ہوتی ہے۔ جوں جوں ہم مغرب کی جانب بڑھتے جائیں بارش کم ہوتی جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ چاول کی پیداوار بھی گھٹتی جاتی ہے۔ چنانچہ پنجاب میں جہاں بارش بہت کم ہوتی ہے چاول نہیں پیدا ہوتا۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے ساحلی میدانوں میں بھی چاول خوب پیدا ہوتا ہے۔

تقریباً یہی حالت چین کی ہے۔ جنوبی حصے میں بارش زیادہ ہوتی ہے اور یہیں چاول بھی زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ جوں جوں ہم شمال کی جانب بڑھتے جائیں بارش کی کمی کے ساتھ چاول کی پیداوار بھی گھٹتی جاتی ہے۔

تجارت کے لحاظ سے چاول کو زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اس کے دو اسباب ہیں، ایک تو یہ کہ چونکہ بلحاظ غذا یہ گیہوں سے کمتر درجے پر ہے اس لئے دوسرے ملک میں اس کا استعمال نہیں خصوصاً یورپ میں۔ دوسرے یہ کہ جہاں چاول زیادہ ہوتا ہے وہ اس قدر گنجان آبادی کے ملک ہیں کہ تقریباً سارى پیداوار وہیں ختم ہو جاتی ہے۔ صرف وہی ملک چاول منگاتے ہیں جہاں یہ کھایا جاتا ہے اور پیدا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن وہاں کی زمینیں دوسری ضروری اور قیمتی چیزوں کی کاشت کے لئے استعمال کرلی گئی ہیں اس لئے انھیں چاول باہر سے منگانا پڑتا ہے۔ مثلاً ملابار، جاوا اور لنکا۔ جاپان کی پیداوار چونکہ ناکافی ہے اس لئے اسے بھی منگانا پڑتا ہے۔

۱۹۲۹ء میں ہندوستان (۸) کروڑ (۲۲) لاکھ ایکڑ پر چاول کی کاشت ہوئی اور

(۵۰) کروڑ (۴۴) لاکھ من چاول پیدا ہوا۔ یہ رنگون، کلکتہ اور مدراس کی بندرگاہوں سے باہر بھیجا جاتا ہے۔ ۱۹۱۰ء میں ہندوستان نے ...رماتے (۱۸) کروڑ (۴۰) لاکھ روپئے کا چاول باہر بھیجا گیا۔

جو:۔

جو کی پیداوار عموماً اُن ہی علاقوں میں ہوتی ہے جہاں گیہوں پیدا ہوسکتا ہے۔ بلکہ اس سے ہلکی زمینوں اور کم پانی میں بھی اس کا پودا پرورش پاسکتا ہے۔ ہندوستان میں اس کی پیداوار پنجاب، راجپوتانہ اور سندھ میں زیادہ ہے۔ یو۔ پی میں اسے جانوروں کو بھی کھلاتے ہیں۔

جوار، باجرہ اور راگی

جہاں بارش ۳۰ سے کم ہے ہر جگہ پیدا ہوتے ہیں اور بغیر آب پاشی کے ان کی کاشت ہوسکتی ہے۔ حتیٰ کہ ان علاقوں میں بھی جہاں ۲۰ انچ سے کم بارش ہوتی ہے اور جن مقامات پر ۳۰ سے بارش بڑھ جاتی ہے یہ چیزیں بھی غایب ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح بارش کے نقشے پر غور کرنے سے بآسانی معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ چیزیں کہاں پیدا ہوتی ہیں۔ پتھریلی زمینوں میں یہ چیزیں زیادہ بہتر ہوتی ہیں اس لئے دکن میں ان کی پیداوار زیادہ ہے۔ شمالی ہند میں ان کی کاشت زیادہ تر چارہ کے لئے ہوتی ہے۔ مقامی طور پر غریب غربا ان ہی کا استعمال کرتے ہیں۔ برآمد نہیں ہوتی۔ ۱۹۲۶ء میں ان چیزوں کی کاشت (۴) کروڑ (۴۰) لاکھ ایکڑ ہوئی اور پیداوار ۱۵ کروڑ بیاسی لاکھ من۔

مکئی:۔

یہ پرانی دنیا کی قدرتی پیداوار نہیں ہے بلکہ امریکہ کی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اس کی پیداوار بھی وہیں زیادہ ہوتی ہے۔ کولمبس کے امریکہ دریافت کرنے کے بعد یہ یورپ و ایشیا پہنچی اور پرتگیزوں کے ذریعہ ہندوستان۔ یہاں یہ ہر حصے میں پیدا ہوسکتی ہے۔ خواہ چاہی یا نہری یا بارانی (چاہی زمینیں جو کنویں سے، نہری جو نہروں سے اور بارانی وہ جو بارش کے پانی سے سیراب ہوتی ہیں۔

نہری زمینیں ہوں خواہ بارانی البتہ جہاں بارش ۷۰" سے بڑھ جاتی ہے وہاں نہیں پیدا ہوتی بہار اور صوبجات متحدہ میں اس کی پیدا وار زیادہ ہوتی ہے - پہاڑوں کی متوسط بلندیوں پر بھی اس کی کاشت کی جاسکتی ہے - گویا یہ سردی بھی کافی برداشت کرسکتی ہے اور منچوریا جیسے ملک میں بھی بکثرت پیدا ہوتی ہے یہ غریبوں کی مقامی خوراک ہے - باہر نہیں جاتی ہے -

چنا اور دالیں :-

ان کا استعمال ہندوستان میں بہت زیادہ ہے کیونکہ یہاں گوشت کا استعمال کم ہے - دوسرے ملکوں میں دالیں بہت کم پکائی جاتی ہیں - ہندوستان کے ہر حصے میں کم و بیش یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں خصوصاً ۳۰" سے کم بارش کے علاقہ میں - چنا گھوڑے اور مویشیوں کو بھی کھلایا جاتا ہے - یہ زیادہ تر شمالی ہند اور کہیں کہیں صوبجات متوسط اور دکن میں بھی ہوتا ہے - زیادہ بارش برداشت نہیں کرسکتا اس لئے آسام اور بنگال میں اس کی پیداوار نہیں ہے -

میوے :-

غلے کے علاوہ میوے بھی ہماری غذا کا ضروری جزو ہیں کیونکہ ان سے نہ صرف ہم کو حیاتین حاصل ہوتی ہے بلکہ چند قسموں کے نمک بھی جن کو ہمارے جسم کے لئے سخت ضرورت ہے - ہر مقام پر آب و ہوا کے لحاظ سے کوئی نہ کوئی میوہ ہوتا ہے لیکن تمام عمدہ میوے رومی آب و ہوا میں زیادہ بہتر پیدا ہوتے ہیں - اس لئے ان تمام ممالک میں جو بحیرہ روم کے اطراف واقع ہیں مثلاً شمالی افریقہ، جنوبی فرانس، مراکش، الجیریا تیونس، یورپ میں مشرقی ہسپانیہ، جنوبی فرانس، اطالیہ، یونان اور ایشیا میں ایشیائے کوچک، شام او فلسطین وغیرہ، ایران اور افغانستان بھی خشک قسم کی رومی آب و ہوا میں داخل ہے - اس لئے ان علاقوں میں میوے بکثرت پیدا ہوتے ہیں جہاں اس قسم

کی رومی آب و ہوا میں داخل ہے اس لئے ان علاقوں میں میوے بکثرت پیدا ہوتے ۔ دنیا کے ان علاقوں میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں جہاں اس قسم کی آب و ہوا پائی جاتی ہو مثلاً شمالی امریکا میں کیلیفورنیا کا علاقہ، جنوبی امریکہ میں چلی کا کچھ حصہ، یوروگوئے، پارا گوئے، ارجنٹائن انگلستان کا جنوب مغربی جزیرہ نما، اس طرح معلوم ہو جائے گا کہ انگور سنترہ، سیب ناشپاتی، شفتالو وغیرہ منطقہ معتدلہ نیم گرم کی پیداوار ہیں، ہندوستان میں خشک و ترمیوے ایران، افغانستان اور وسط ایشیا سے آتے ہیں اور درہ خیبر کے راستے سے۔ اس لئے پشاور ان چیزوں کا تجارت کا مرکز ہے ۔ ہندوستان میں شمالی مغربی سرحد صوبہ اور کشمیر اور جنوب میں کاڈیری کے ڈیلٹا میں کچھ میوے ہوتے ہیں ۔ سنترہ اور موسمی وسط ہند یعنی ناگ پور کے اطراف اور دکن کی کالی زمین میں بکثرت ہوتے ہیں اور شمالی ہند کی نہری زمینوں میں بھی اب میوے پیدا کرنے کا خیال ہو رہا ہے ۔ منطقہ حارہ کا خاص میوہ آم ہے جو ہندوستان میں بکثرت ہوتا ہے اور اپنی گوناگوں لذتوں کی وجہ سے تمام میووں کی تلافی کر دیتا ہے ۔ سرد ممالک میں یہ پیدا نہیں ہوسکتا اس لئے اگر اسے انگلستان میں لگانا چاہیں تو کانچ کا منڈوہ بنا کر خاص اہتمام کرنا پڑتا ہے تاکہ سرد ہوا سے اسے محفوظ رکھا جائے اور کافی طور پر گرمی پہنچائی جائے ورنہ درخت خشک ہو جاتا ہے ۔ ہندوستان کے خشک ممالک میں اس کی پیداوار نہیں ہے۔

کھجور :-

تم نے اکثر بازاروں میں خشک و تر کھجور بھی بکتی دیکھی ہوگی ۔ مگر یہ ہمارے ہندوستان کی پیداوار نہیں ہے بلکہ ریگستانی ممالک سے آتی ہے ۔ صحرائی نخلستانوں میں کھجور بکثرت ہوتی ہے اور وہاں کے لوگوں اور جانوروں کی عام غذا ہے ۔ اس کی پیداوار شمالی افریقہ، عرب اور عراق عرب میں زیادہ ہوتی ہے ۔ اسے وہاں کھاتے بھی ہیں اور شکر

بھی تیار کرتے ہیں اور اکثر شراب بھی بناتے ہیں۔

ان چیزوں کے علاوہ اور بھی چیزیں ہیں جو ہماری غذا کا لازمی جزو بن گئی ہیں ان میں سب سے اہم شکر ہے۔ یوں تو کوکو اور ساگو دانے کے پتے سے بھی ایک قسم کی شکر حاصل کی جاتی ہے مگر یہ سب مقامی چیزیں ہیں۔ سب سے زیادہ شکر گنے سے حاصل کی جاتی ہے اور یورپ کے شمالی میدانوں میں جہاں چقندر کی پیداوار بکثرت ہوتی ہے اس سے شکر بنائی جاتی ہے۔ زیادہ تر جرمنی میں چقندر سے شکر بنائی جاتی ہے۔

گنا منطقہ حارہ کے مرطوب علاقے کی خاص پیداوار ہے اس لئے جزائر غرب الہند اور شرق الہند میں زیادہ ہوتا ہے۔ برازیل اور ہندوستان میں بھی اس کی کافی پیداوار ہوتی ہے۔

شکر پیدا کرنے والے ممالک میں سب سے اہم جزائر غرب الہند میں کیوبا ہے جس کا نمبر دنیا میں اول ہے۔ اس کی زیادہ تر شکر بلحاظ قربت امریکہ میں صرف ہوتی ہے۔ جزائر شرق الہند میں جاوا کو اہمیت حاصل ہے گویا دنیا میں کیوبا کے بعد اس کا دوسرا نمبر ہے۔ یہاں سے شکر زیادہ مقدار میں ہندوستان اور چین بھی جاتی ہے۔ اب تم سوال کروگے کہ کیا گنا ہندوستان میں پیدا نہیں ہوتا جو شکر باہر سے منگائی جاتی ہے؟ بے شک یہاں بھی گنا پیدا ہوتا ہے جس سے گڑ اور شکر تیار ہوتی ہے مگر یہاں کی آبادی اتنی زیادہ ہے کہ پیداوار بالکل ناکافی ہے۔ یوں تو گنا ہندوستان میں ہر جگہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر صوبجات متحدہ اور پنجاب کے نہری علاقوں میں زیادہ بویا جاتا ہے۔ ریاست حیدرآباد میں نظام ساگر کے بن جانے کی وجہ سے بڑے پیمانے پر گنے کی کاشت کے امکانات ہوگئے ہیں اور ممکن ہے کہ یہاں کارخانے قایم کرکے شکر بھی تیار کی جائے اس وقت ہمیں باہر سے شکر منگانے کی ضرورت کم ہوگی۔

پیتل کے برتنوں کی صفائی

از جناب محمد ظفر اقبال صاحب راولپنڈی

ہندوستان کے کھانے پکانے کے پیتل کے برتن تمام دنیا میں مشہور ہیں۔ ان کی چمک دمک دیکھ کر سب لوگ خوش ہوتے ہیں۔

جب ٹوکری میں چمکیلے لوٹے، گلاس، کٹورے وغیرہ نظر آئیں تو سمجھ لو کہ اس گھر کی عورت بہت صفائی پسند اور سگھڑ ہے۔

لیکن تم جانتے ہو کہ پیتل کے برتن مٹی سے مانجھنے پر چمکتے ہیں۔

مٹی سے برتنوں کو مانجھنا خطرے کی بات ہے!۔

کیا معلوم کہ برتن مانجھنے کے لئے جہاں سے مٹی لی گئی ہے وہاں کسی نے تھوکا ہو۔ کسی نے پاخانہ پیشاب کیا ہو اور اس طرح ان چمکیلے برتنوں میں بیماریوں کے جراثیم چپٹے ہوئے ہوں اگر تھالی پر، گلاس پر بیماری کے جراثیم چمٹ گئے ہوں تو ان برتنوں میں جو کوئی کھائے پئے گا وہ جراثیم اس کے جسم میں داخل ہو جائیں گے۔

ہندوستان میں صاف مٹی ملنا بہت مشکل ہے۔ ہر طرف گندگی کے انبار لگے ہوتے ہیں۔ ہر جگہ گندے جانور لوٹتے رہتے ہیں۔ جہاں دیکھو گے پاخانہ پیشاب نظر آئے گا۔ جب یہ حالت ہے تو ظاہر ہے کہ صاف مٹی ملنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس لئے برتن مانجھنے کے لئے سب سے اچھی چیز چولھے کی راکھ ہے۔

اس سلسلے میں دو باتیں خاص طور سے یاد رکھنا چاہئیں۔

(۱) جہاں تک ممکن ہو مانجھنے کے لئے چولھے کی راکھ کام میں لاؤ۔

(۲) اگر مٹی کو کام میں لانا چاہتے ہو تو پہلے دیکھ لو کہ اس جگہ کسی نے تھوکا تو نہیں ہے یا پاخانہ پیشاب تو نہیں کیا ہے۔

سوتی کپڑوں کے داغ دھبّے دھونا

سوتی کپڑوں پر مختلف قسم کے داغ دھبے پڑ جاتے ہیں۔ ان کو دور کرنے کی ترکیبیں ذیل میں لکھی جاتی ہیں:۔

ایسڈ نوشادر کو پانی میں حل کرکے داغ کی جگہ کو اس پانی سے خوب دھوئیں۔

پسینہ پسینے کے داغ بھی اوپر کی ترکیب سے صاف ہو سکتے ہیں۔

چربی گرم پانی سے صابن گھول کر داغ دار حصے کو اس میں ڈال کر بعد میں مل دینا چاہئے۔

چراغ کے تیل کا داغ پسا ہوا نمک اور چونا داغ کی جگہ پر چھڑکیں اور پھر دھو ڈالیں یا گرم رائی اور چنے کے آٹے سے داغ کو خوب ملیں اور پھر صابن سے دھو دیں۔

سیاہی رنگ دار لیموں کا ست پانی میں گھول کر داغوں پر گاڑھا گاڑھا لگا دیا جائے جب خشک ہو جائے تو دھو ڈالیں۔

(۲) ٹارٹار ۴ حصے، پھٹکری ۲ حصے ملا کر داغوں کو نم کرکے اوپر سے یہ سفوف مل دیں۔

سیاہی گاڑی کے پہیہ کی تارپین کا تیل داغ کی جگہ مل کر پانی سے صاف کریں۔ (۲) روغن زیتون گرم کرکے داغ پر ملیں پھر صابن سے دھو ڈالیں۔

(۳) پیٹرول اس داغ پر ہلکے ہلکے مل کر داغ چھڑا دیں یا مٹی کا تیل اچھی طرح مل کر تھوڑی دیر بعد صابن سے دھو ڈالیں۔

ماخوذ

گرمیوں کے ستارے

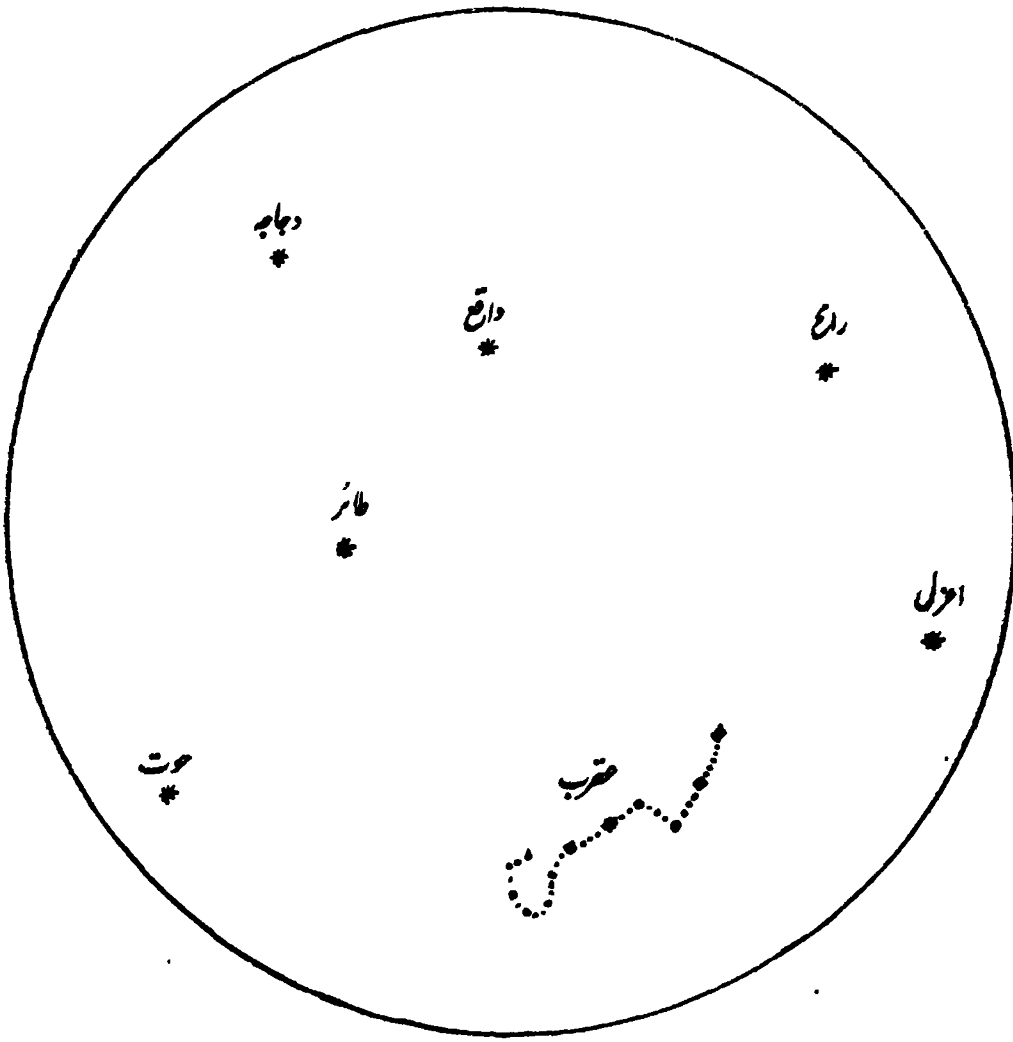
از جناب محمود علی خاں صاحب جامعی

آئیے آج آپ کو آسمان کے اچھے اچھے ستاروں کی پہچان بتائیں۔ ستاروں کے نام عام طور پر عربی میں ہیں اس لئے اگر ہم وہی نام لکھیں تو آپ کو پڑھنے اور یاد رکھنے میں دقت ہو گی اور اگر ہم ان کا اردو میں ترجمہ کر دیں تو یہ مشکل پڑے گی کہ جب بڑے ہو کر عربی نام آپ کے سامنے آئیں گے تو آپ کے سمجھنے میں بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔ اس لئے ہم نے عربی کے بڑے بڑے اور مشکل ناموں کو چھوٹا کر دیا ہے۔ مثلاً ذنب الدجاجہ کو ہم صرف دجاجہ لکھیں گے۔

بعض ستارے اور ستاروں کی بہ نسبت ہم سے قریب ہیں اس لئے زیادہ روشن نظر آتے ہیں اور بعض بہت بڑے ہیں اس لئے زیادہ چمک دار دکھائی دیتے ہیں اور خوب جگمگاتے ہیں۔ بعض کم چمک دار ہیں اور صرف ٹمٹماتے ہیں۔ بعض تو بالکل دھندلے دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے پہچاننے والوں نے آسانی کے لئے ان کے درجے مقرر کر دئے ہیں۔ یعنی درجہ اول، درجہ دوم وغیرہ۔ درجہ اول کے کل ۱۷ ستارے مانے گئے ہیں۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ سورج غروب ہوتے ہی آسمان کی طرف دیکھنا شروع کیجئے۔ جو ستارے سب سے پہلے آسمان پر دکھائی دیں وہی درجہ اوّل کے ستارے ہیں ان سترہ ستاروں میں سے گرمیوں میں سات اور جاڑوں میں دس دکھائی دیتے ہیں۔

ستارے دیکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ

گرمیوں کے ستارے



کا یہ نقشہ لے کر آپ کسی اونچی جگہ یا چھت پر کم از کم کھلے ہوئے صحن میں آرام کرسی پلنگ یا زمین پر لیٹ جائیے اور اس نقشہ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اپنی آنکھوں کے سامنے اوپر کو پکڑ لیجئے اس طرح کہ نقشے کا رخ آپ کی طرف کو رہے اور آپ اسے دیکھ سکیں اور پڑھ سکیں پھر اس کا اطمینان کر لیجئے کہ شمال، جنوب، مشرق مغرب کی سمتیں ٹھیک ہیں یا نہیں۔ اس کے بعد ایک ایک ستارہ کبھی آسمان کی طرف دیکھ کر کبھی نقشے کی طرف دیکھ کر ملاتے جائیے۔ اور پہچانتے جائیے۔

قطب تارا تو آپ پہچان ہی چکے ہیں پھر ذرا آسمان پر اور اپنے نقشے میں دیکھ لیجئے۔ پلنگ آج کل آپ کے دائیں ہاتھ کی طرف ہے اور پیڑھی قطب ستارے کے نیچے جنوب کی طرف لٹک رہی ہے۔

آج کل کے آسمان کے سب سے روشن ستارے کا نام "واقع" ہے۔ انگریزی میں اسی کو بگاڑ کر "ویگا" کہتے ہیں۔ آج کل یہ بیچوں بیچ آسمان پر ہے۔ ٹھیک اپنے سر پر دیکھئے کیسا چمک رہا ہے۔ ایک ستارہ بھی آج کل اس کے مقابلے کا نہیں ہے۔ اس کے مشرق کی طرف آپ کے بائیں ہاتھ کو دو چمک دار ستارے ہیں ایک اس سے اوپر ہے اور دوسرا نیچے اوپر والے کو دجاجہ کہتے ہیں اور نیچے والے کو طائر ان دونوں کو خوب اچھی طرح پہچان لیجئے تاکہ آیندہ بغیر کسی نقشے کی مدد سے ان کو دیکھ سکیں۔

اب ذرا مشرق اور جنوب کے بیچوں بیچ میں دیکھئے۔ ایک چمک دار ستارہ ابھی طلوع ہو رہا ہے۔ اسے حوت کہتے ہیں۔ چاند آسمان پر جس سڑک سے گذرتا ہوا معلوم دیتا ہے اس پر ہم نے بارہ برج بتائے ہیں۔ انھیں میں سے ایک برج حوت بھی ہے۔ یہ ستارہ اسی برج میں ہے۔ اس برج کے اور ستارے زیادہ روشن نہیں ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر کرنا بے کار ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں آج کل صرف چھ ستارے ہمارے سامنے ہیں۔ ان چھ برجوں میں سے سب سے روشن برج عقرب ہے عقرب

کے معنی بچھو کے ہیں۔ آپ ذرا جنوبی آسمان میں اپنے دائیں ہاتھ کو دیکھئے تو ستاروں کی ایک بہت بڑی   شکل بنی ہوئی۔

یہی بچھو ہے۔ اس کے بیچ ستارہ سب سے روشن ہے اس کو بھی عقرب ہی کہتے ہیں۔ اس کے ایک طرف گویا بچھو کا منہ ہے اور دوسری طرف ڈنک ہے۔

اب آپ مغرب کی طرف یعنی اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف دیکھئے ادھر بھی دو ستارے زیادہ روشن نظر آئیں گے۔ ان میں سے جو ستارہ شمال کی جانب ہے اور "واقع" کے قریب قریب برابر میں ہے اسے "رامح" کہتے ہیں اور جو نیچے بالکل مغربی افق پر ہے اس کو "اعزل" کہتے ہیں۔

ایک بار پھر ان ستاروں کو نقشے کے بغیر دیکھ جائیے اور چند دن تک اس طرح روزانہ دیکھتے رہئے تاکہ پہچان ہو جائے۔

آیندہ پرچے میں جاڑوں کے ستاروں کا ذکر ہوگا۔

ایک بلّی کا شیرنی پر حملہ

ایک بلّی نے شیرنی سے کہا
کیا کرے گی مقابلہ میرا

دیتی اک جھول میں ۹ دس بچّے
تم نے دیکھے نہ خواب میں ہونگے

میں نے مانا کہ بن کی رانی ہے
ہر طرف تیری حکمرانی ہے

شکل بالکل مری تری سی ہے
فرق کی بات مجھ میں کون سی ہے

جو خدا نے غذا تجھے بخشی
وہی قسمت میں میرے بھی لکھی

تجھ کو گر ناز ہو کہ طاقت ہے
چار مردوں کی مجھ میں قوت ہے

جانور تجھ سے خوف کرتے ہیں
سب پرندے بھی مجھ سے ڈرتے ہیں

کم نہیں میں کسی بھی حالت میں
شکل صورت میں اور طاقت میں

شیرنی نے کہا یہ بلّی سے
سچ ہے بالکل کہا ہے جو تو نے

اس میں شک کیا تری طرح بچّے
نہیں ہوتے ہیں دس کبھی میرے

اس پہ بھی کم نہیں ہوں میں تجھ سے
فرق کی بات جو ہے وہ یہ ہے

تیرے ہوتے ہیں جس قدر بچے
وہ ہیں بلّی سدا بنے رہتے

میرا بچہ جو ایک ہوتا ہے
وہ بڑا ہو کے شیر ہوتا ہے

دس نکموں سے فائدہ کیا ہے
گر ہو لائق تو ایک اچھا ہے

(نامی نگرامی)

فلسطین

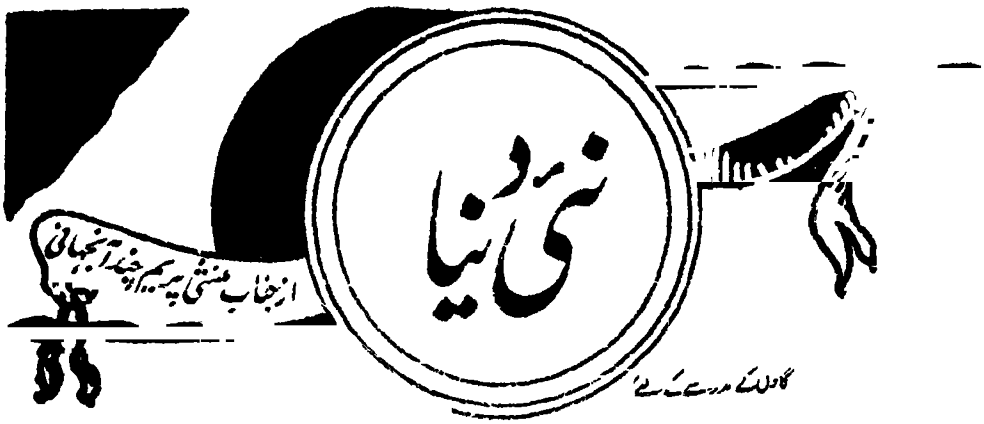
از جناب [illegible] ارشد صاحب

فلسطین کا ذکر آج کل اخباروں میں برابر آرہا ہے۔ وہاں عربوں اور نئے بسے ہوئے یہودیوں میں جھگڑا ہے اور حکومت یہودیوں کے خلاف عربوں کی اس شورش کو دبانا چاہتی ہے۔

فلسطین بہت پرانا ملک ہے اس کا ایک شہر بیت المقدس ہزاروں سال سے آباد ہے۔ بڑے بڑے نبی اور پیغمبر یہاں ہو گذرے ہیں۔ یہاں ان کے مزار ہیں یا ان کی کوئی نہ کوئی نشانی موجود ہے۔ یہودی اور عیسائی اسے اپنا مکہ سمجھتے ہیں۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں زیارت کے لئے یہاں آتے ہیں مسلمانوں کے یہاں بھی مکے مدینے کے بعد سب سے مقدس جگہ یہی ہے۔ غرض یہودی، عیسائی اور مسلمان سب ہی کے نزدیک یہ شہر اور اس شہر کی وجہ سے یہ علاقہ بہت مقدس سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانوں سے پہلے یہاں عیسائیوں کی حکومت تھی آن حضرت کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں مسلمانوں نے اس علاقہ کو فتح کیا۔ لیکن عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ کوئی سختی نہیں کی گئی ہر ایک کو آزادی سے رہنے سہنے اور اپنے اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کی اجازت تھی۔ کچھ عرصے کے بعد اس پر عیسائیوں کا دوبارہ قبضہ ہو گیا جنھوں نے مسلمانوں پر بہت ظلم کئے لیکن غازی سلطان صلاح الدین ایوبی نے دوبارہ اسے عیسائیوں سے چھین لیا اور پھر

باوجود دشمنوں کی سخت کوششوں کے یہ مسلمانوں ہی کے قبضے میں رہا۔ بڑی لڑائی سے پہلے یہ ترکوں کی حکومت میں تھا اور بڑی لڑائی میں جب جرمنی اور ترکوں کو فرانس اور انگریزوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو دوسرے علاقوں کی طرح یہ بھی ترکی حکومت کے قبضے سے نکال لیا گیا اور یورپ کی پنچایتی انجمن نے اسے انگریزوں کی نگرانی میں دے دیا۔ لڑائی کے زمانے میں یہاں کے عربوں نے ترکی حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی اور انگریزوں کا ساتھ دیا تھا تو گویا انھیں اپنے انگریز دوستوں کی طرف سے پھل ملا۔ مگر انگریزی حکومت نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ یہودی قوم کو بھی ان پر لا نازل کیا۔ اگر تم نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پڑھے ہیں تو اس قوم اور اس کی شرارتوں سے بے خبر نہ ہوگے۔ آج تیرہ سو برس ہو گئے ان کی عادتیں وہی کی وہی ہیں۔ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں تجارت کرتے ہیں۔ دولت مند ہیں مال دار ہیں۔ لیکن اپنی کنجوسی، سخت دلی اور روپئے کے لالچ کی وجہ ہر جگہ ذلیل وخوار ہیں۔ اور کسی ملک کو اپنا وطن نہیں کہہ سکتے۔ جرمنی کے ہرٹلر نے تو انھیں اپنے ملک ہی سے نکال دیا۔ مگر انگریزوں نے ان کی سرپرستی کی اور فلسطین کو وطن بنانے کی اجازت دے دی۔ یہ اجازت ملنے کی دیر تھی اور ہزاروں لاکھوں یہودی عربوں کے اس علاقے پر ٹوٹ پڑے۔ بستیاں کی بستیاں اور شہر کے شہر قایم ہوگئے۔ اب ان یہودیوں نے آہستہ آہستہ بڑی بڑی قیمتیں دے کر وہاں کی زمینیں عربوں سے خریدنا شروع کیں۔ نیت یہ تھی کہ عرب بالکل بے دخل ہوجائیں اور فلسطین پر اپنا قبضہ ہو جائے۔ ویسے بھی تجارت میں حکومت کے دفتروں میں ہر جگہ یہودی ہی یہودی نظر آنے لگے۔ عربوں نے محسوس کیا کہ اگر تھوڑے دنوں اور یہ حالت رہی تو یہودی پورے ملک پر چھا جائیں گے اور ہماری حالت غلاموں سے بدتر ہو جائے گی۔ چنانچہ بہت دن پہلے سے انھوں نے یہودیوں کے اس طرح فلسطین میں آباد ہونے کی مسلسل مخالفت شروع کردی ہے۔ عربوں کا

خاص مطالبہ یہ ہے کہ نئے یہودیوں کا فلسطین میں آنا بند کر دیا جائے اور انگریزوں کی نگرانی ختم کر دی جائے اور جب ان کی بار بار کی مخالفتوں جلسوں اور جلوس کا کوئی اثر نہ ہوا تو انہوں نے خاموش مقابلے اور ترک سوالات کی ٹھانی۔ اور اعلان کیا کہ جب تک ہمارے مطالبات منظور نہ کئے جائیں گے ہم پورے ملک میں ہڑتال منائیں گے۔ اب انگریزی حکومت بھی اس تحریک کو کچلنے کے لئے مقابلے پر اتر آئی۔ ہڑتال بہت دنوں سے جاری ہے اور انگریزی حکومت غریب عربوں پر سخت ظلم کر رہی ہے۔ ان پر گولیاں چلائی جا رہی ہیں، انھیں قید میں ڈال دیا جاتا ہے اور ان پر بھاری جرمانے کئے جاتے ہیں۔ ملک میں ہر جگہ فتنہ و فساد ہے۔ تمام علاقے میں انگریزی فوجیں پھیلی ہوئی ہیں۔ روزانہ عربوں اور انگریزی فوجوں میں مقابلہ ہوتا ہے۔ اب تک بے شمار عرب شہید اور سیکڑوں زخمی ہو چکے ہیں۔ یافا فلسطین کا ایک شہر ہے۔ یہاں کی بڑی بڑی پختہ عمارتیں ڈائنا میٹ سے گرا دی گئی ہیں اور شہر کھنڈر ہو کر رہ گیا ہے۔ آزادی کی اس لڑائی میں مسلمان اور عیسائی دونوں برابر کے شریک ہیں اور پوری طاقت سے لڑ رہے ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت ان کے سامنے بس دو ہی صورتیں باقی ہیں۔ تخت یا تختہ، آزادی یا موت۔



گاؤں کے مدرسے کے لئے

تم جغرافیے میں نئی دنیا کی دریافت کا حال پڑھ چکے ہو۔ مگر یہ نئی دنیا نہ تھی۔ وہ اتنی ہی پرانی دنیا تھی جتنی ایشیا یا افریقہ۔ بلکہ اس سے بھی پرانی جس وقت اس پرانی دنیا میں جہالت کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس قدیم تر دنیا میں تہذیب کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ نئی دنیا وہ ہے جس کی طرف تم جا رہے ہو۔ اور اگر تم نے ہمت نہ ہاری۔ اور راستے کی کٹھن منزل سے تھک نہ گئے تو ایک دن اس دنیا میں ضرور پہنچو گے۔

وہ نئی دنیا رسم و رواج کی بے معنیٰ قیدوں سے آزاد ہوگی۔ تم جو کچھ کرو گے بدنامی کے ڈر سے نہیں، عاقبت کے خوف سے نہ سزا کے خوف سے۔ نہ نقصان کے خوف سے۔ تمھیں مدرسے پہنچنے میں دیر ہو جائے گی تو تم جھوٹے عذر پیش کر کے سزا سے بچنے کی کوشش نہ کرو گے۔ تمہارا ضمیر تمھیں جھوٹ بولنے سے روکے گا اور تم اس کا کہنا مانو گے۔

وہ دنیا امیر و غریب، ادنیٰ و اعلیٰ، حاکم و محکوم کی دنیا نہ ہوگی۔ اس دنیا میں سبھی بھائی بھائی ہوں گے۔ جسمانی طاقت کی بنا پر یا اونچی تعلیم کی بنا پر یا سیم و زر کے انباروں کی بنا پر کسی کی عزت نہ ہوگی۔ عزت کا معیار ہوگی انسانیت حق پسندی اور خدمت کا ذوق۔ لوگ ثروت اور رتبے کے لئے کسب کمال نہ کریں گے بلکہ اپنے بھائیوں کی خدمت کے لئے۔ تب حکومت کے معنیٰ ہوں گے زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی

صلاحیت جسمانی۔ طاقت کے معنیٰ کم زوروں کو تکلیف پہنچانا نہ ہوگا، بلکہ کم زوروں کی حمایت تب اس کے معنیٰ اونچے عہدے نہ ہوں گے۔ بلکہ حق پر قربان ہونے کی طاقت، اور دولت کو تو اس دنیا میں لعنت سمجھا جائے گا جس نے تمہاری اس پرانی دنیا کو دوزخ بنا رکھا ہے۔ اس دنیا میں پنڈت اور ملّا، پادری اور راہب نہ ہوں گے جو عذاب اور ثواب کا خوف دلا کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، جو مذہب کو جتھے بندی کی پستی تک لے جا چکے ہیں۔ وہاں عابد و معبود کے درمیان کسی دلال کی ضرورت نہ ہوگی۔ وہاں مذہب کے معنیٰ ہوں گے ہمدردی، صاف دلی اور اتحاد۔ آج کی مذہبی تنگ خیالیوں اور فتنہ انگیزیوں کا وہاں نام نہ ہوگا۔ مذہب کا تخیل بہت وسیع ہو جائے گا۔ ہندو، مسلمان، عیسائی، بودھ کی تفریقیں دنیا میں فساد پھیلانے کا باعث نہ ہوں گی، مذہب کو کاروبار بنانے والوں نے جو پردے ڈال دئے ہیں ان سے نکل کر ہم خدا کی قدرت کا جلوہ دیکھیں گے۔ ایک ایک پھول میں، ایک ایک پتی میں، ایک ایک جان دار میں جب ہماری نظر اتنی وسیع ہو جائے گی تو اس میں مذہب کے نام پر پھیلنے والی لغویتوں کا گذر کہاں۔

اس نئی دنیا میں قدرت کی نعمتوں پر کسی انسان کا اجارہ نہ ہوگا۔ روشنی، ہوا پانی۔ زمین سے پیدا ہونے والی غذائیں، بھاپ سے چلنے والی گاڑیاں اور ریڈیو سے پیدا ہونے والے نغمے سب کو یکساں طور پر مل سکیں گے۔

اس نئی دنیا میں جائداد نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔ جس نے ہماری اس پرانی دنیا کو حرص و حسد، غرور اور خود غرضی کا اکھاڑا بنا رکھا ہے۔ جس نے آدمیوں کو حیوان سے بدتر، خوں خوار جانوروں سے بھی زیادہ خوں خوار، زہریلے سانپوں سے بھی زیادہ قاتل بنا ڈالا ہے۔

وہی دنیا تمہاری منزل مقصود ہے۔ وہی تمہاری زندگی کی معراج ہے۔

مہاتما گوتم بدھ

از جناب بھکشو جی

عجب خدا کی شان ہے کہ جہاں جس چیز کا سان گمان نہ ہو وہیں اللہ میاں اپنی قدرت کا تماشا دکھاتے ہیں "بجلی کا خزانہ پانی کے دھارے میں (چھپا ہوتا) ہے" "آگ کی چنگاریاں ہری ہری کنج گھاس ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے بت شکن پیغمبر بت پرستوں میں پیدا ہوئے، حضرت موسیٰ جیسے نبی خاص فرعون کے گھر میں پرورش پاتے ہیں اور فرعون سے مغرور اور ظالم سے اپنا لوہا منواتے اور خدا کے سچے دین کا ڈنکا بجاتے ہیں سری کرشن جی مہاراج راجہ کنس ہی کے گھر میں جنم لیتے ہیں۔ وہیں پلتے بڑھتے ہیں اور کنس کے زور ظلم سے پرجا کی جان چھڑاتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح ہمارے دیس میں ایک رشی یا اوتار اور ہوئے ہیں، مہاتما گوتم بدھ۔ اس وقت ہم ان ہی کا تھوڑا سا حال سنانے بیٹھے ہیں۔

اب سے کوئی ڈھائی ہزار برس پہلے کا ذکر ہے۔ ہمارے دیس میں عام طور پر برہمنوں کا وہ اثر تھا کہ چھوٹا اور بڑا، فقیر اور امیر، راجہ اور پرجا سب ہی تو ان کے غلام تھے اور بڑے بڑوں کو ان کے چرنوں پر جھکنا پڑتا تھا کیونکہ ان دنوں بس وہی گویا خدائی فوجدار بنے ہوئے تھے۔ اور ذات پات کے بندھنوں میں خدا کی خدائی جکڑی ہوئی تھی۔ انھوں نے کچھ ایسے جوڑ توڑ لگائے تھے کہ کوئی مرے یا جیے پر ان کا الو تو سیدھا ہی رہتا تھا۔ وہ رات اور دن عیش و عشرت میں گذارتے

اور ہر وقت چین کی بنسی بجاتے۔

خدا اور خدا کے بندوں کے درمیان کوئی براہ راست تعلق نہ رہا تھا کیونکہ برہمنوں نے ان کی نجات کا ٹھیکہ لے رکھا تھا۔ یہ بات لوگوں کے لئے بہت بری تھی اور یوں عام طور سے لوگ نیکیوں یا نیک کاموں سے دور جا پڑے تھے۔ نیچ ذات کے لوگ اپنی ترقی کا خیال بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی نجات اور آخرت کی بھلائی بس اس میں تھی کہ وہ برہمنوں یا اور اونچی ذات والوں کی خدمت اور چاکری میں لگے رہیں اور اس کے عوض میں وہ جو کچھ اپنی مہربانی سے انہیں دے دیں اسے خوشی سے قبول کریں۔

اسی زمانے میں بنارس سے ڈیڑھ سو میل دور اتر کی طرف نیپال کی ترائی میں رحم اور انصاف کے اوتار مہاتما گوتم نے جنم لیا۔ اور ہمارے دیس کی مذہبی دنیا کی کایا پلٹ کر دی۔ پورب سے پچھم اور اتر سے دکھن سب جگہ بودھ مت پھیل گیا۔ یہ مذہب دنیا کا سب سے بڑا مذہب قرار پایا۔

یوں تو ایک زمانے کے بعد یعنی کوئی سنہ ۱۰۰۰ء میں خاص ہندوستان میں تو بدھ لوگ نہیں رہے اور برہمنوں نے پھر سے اپنا اثر جمالیا۔ مگر سیلون برما، چین اور جاپان میں بدھ جی کے ماننے والے اب بھی ہیں۔

مہاتما گوتم بدھ نیپال کی ایک ریاست کپل وستو کے مہاراجہ سدھودن کے اکلوتے بیٹے تھے۔ سدھودن چھتری قوم سے تھا۔ سدھودن کی دو رانیاں تھیں، مگر اولاد کسی سے نہ تھی۔ آخر مہاراجہ کی عمر جب (۴۵) برس کی ہوئی تو بڑی رانی کی تقدیر جاگی اور وہ مہاتما گوتم جیسے اوتار کی ماں بنی اور اسی سے وہ آج تک مہا مایا دیوی کے معزز نام سے مشہور ہے۔ پیدائش کا سال بہت چھان بین کے بعد حضرت عیسٰی سے (۵۶۲) برس پہلے کا تجویز ہوا ہے۔

مہاراجہ سدھودن کو جتنی خوشی ہوئی ہوگی اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ تمام ریاست میں طرح طرح سے خوشیاں منائی گئیں، مگر خدا کی قدرت اسی بیچ میں مہا مایا نے دنیا سے منہ موڑا۔

اور ساری خوشی رنج وغم سے بدل گئی - پھر زیادہ فکر کی بات یہ پیدا ہو گئی کہ نجومیوں اور جوتش والوں نے بتایا کہ یہ لڑکا زندگی کی مصیبتیں دیکھ کر دنیا سے بیزار ہو کر اور دنیا چھوڑ کے جنگل میں اپنی زندگی کاٹے گا - اس بات سے سدھودن بہت غمگین رہا اور اپنے بس بھر اس نے ایسا بند و بست کیا کہ مہاراج کمار دنیا کے رنج و غم کو دیکھنے ہی نہ پائے -

مہاتما گوتم کی عمر ۱۹ سال کی ہوئی تو ان کی شادی خود ان کی مرضی اور خوشی کے مطابق جسودھرا نامی ایک خوب صورت اور نیک لڑکی سے ہوئی - شادی ہوئے کوئی دس برس ہو گئے - برکھا رت تھی جسودھرا کی طبیعت کچھ سست تھی، ان کا دل کچھ گھبرایا اور سیر کے لئے سواری تیار کرنے کا حکم دیا -

سوار ہو کر چلے تو راہ میں ایک بہت ہی ضعیف بڈھے پھونس سے آدمی کو دیکھا کہ غریب اچھی طرح چل بھی نہیں سکتا تھا - آگے بڑھے تو ایک کوڑھی نظر آیا اور مہاراج کمار کے دل پر ایک اور چوٹ پڑی، اور آگے بڑھے تو ایک جنازہ نظر آیا اور معلوم ہوا کہ دنیا کی زندگی کی بس یہ حقیقت اور یہ آخری حد ہے - مہاراج کمار کے دل پر یہ چوٹ سب سے زیادہ کاری پڑی اور وہ ایک گہرے سوچ میں پڑ گئے -

آخر جب اور آگے بڑھے تو ایک ندی پڑی - مہاراج کمار نے رتھ سے اتر کر ندی میں اشنان کیا اور دل میں یہ ٹھانا کہ جب دنیا کی زندگی ناپائدار ہے تو اس میں رہنا بیکار ہے - یہ طے کر کے راج محل کا رخ کیا تو راستے میں یہ خوش خبری ملی کہ مہاراج کمار کے بیٹا ہوا ہے - یہ سن کر مہاتما گوتم نے کہا کہ اس زنجیر کو بھی کاٹنا ہی پڑے گا -

شہر میں طرح طرح کی خوشیاں منائی گئیں خاص راج محل میں آدھی رات گئے تک ناچ رنگ رہا - جب نیند کے ماتے راجا اور پرجا، منتری اور سنتری غافل پڑے ہوئے تھے مہاراج کمار نے سوچا بس یہ موقع ہے - اس خیال کے ساتھ ہی بیوی اور بچے کی محبت نے زور کیا - مگر یہ بس آخری دید کی نیت سے دونوں پر ایک سرسری نظر

ڈال کے اور دل کڑا کرکے راج محل سے نکلے اور جنگل کا رخ کیا اس وقت ان کی عمر (۳۰) برس کی تھی۔

سات دن تک ایک باغ میں رہ کر سوچ بچار کرتے رہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ آخر سات دن کے بعد مشہور مگدھ راج کی راجدھانی راج گڈھ کا رخ کیا۔ وہاں پہنچے اور کوئی چار پانچ برس گرو اودرک اور آرادھ جیسے زبردست پنڈتوں سے بہت کچھ پڑھا۔ مگر اس علم سے بھی دل کو تسکین نہیں ہوئی اور اس وقت کے مذہبی جکڑ بندیوں اور بیہودہ رسموں سے دل اور اُچاٹ ہوا۔

آخر راج گڈھ کو بھی خیرباد کہہ کر پھر جنگلوں کی راہ لی۔ کھانا پینا چھوڑ دیا صرف جنگل کے پتوں سے پیٹ بھرتے تھے۔ کچھ روز کے بعد یہ بھی چھوڑ دیا۔ چھ برس ایک ہی جگہ رہے اور ایک دن غش کھا کر گر پڑے اس کے بعد پھر کھانا شروع کیا آخر گیا جی میں نور حقیقی مل گیا اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ نجات حاصل کرنے کے لئے جوگ رمانا اور فاقے کرنا بیکار ہے۔ بلکہ اس کے لئے صرف نیک کام کرنا لازم ہے۔

اب گوتم بودھ نے اپنی مت کا پرچار کیا اور بے شمار اس کے ماننے والے ہوگئے۔ اور اب برہمنوں کو کوئی نہ پوچھتا۔ بلکہ ہر جگہ مہاتما گوتم بدھ ہی کا نام لیا جاتا۔

آخر حضرت عیسٰی سے (۴۰۰) برس پہلے اسّی برس کی عمر میں مہاتما گوتم بدھ نے وفات پائی۔

مہاتما جی کے مذہبی قانون (شریعت) کے یہ دس خاص حکم ہیں۔ (۱) کسی جان دار کی جان نہ لو۔ (۲) چوری نہ کرو۔ (۳) زنا سے بھاگو۔ (۴) جھوٹ سے بچو (۵) کسی کو برا نہ کہو (۶) قسم نہ کھاؤ۔ (۷) فضول باتیں نہ کرو (۸) کسی پر غصہ نہ کرو (۹) کوئی نشے کی چیز نہ استعمال کرو (۱۰) دیوی دیوتاؤں یا بھوت پریت کے چکر میں نہ پڑو۔

پانچ پیشوں کے کرنے سے منع کیا ہے۔ (۱) ہتھیار بیچنا۔ (۲) لونڈی غلام بیچنا (۳) گوشت بیچنا۔ (۴) شراب بنانا اور بیچنا۔ (۵) زہر بیچنا۔

مہاتما گوتم کی عام اخلاقی یا انسانیت کی

تعلیم یہ تھی کہ "داناؤں کی خدمت کرو۔ اور نادانوں سے دور رہو۔ اس کی عزت کرو جو عزت کے لائق ہو۔ علم حاصل کرو اور عقل کی روشنی بڑھاؤ۔ ماں باپ کی اطاعت کرو اور بال بچے اور کنبے والوں کی مدد کرو۔ ایسا پیشہ کرو جس سے کسی کو دکھ نہ ہو، خیرات کرو، ایمانداری سے رہو، نیک کاموں سے کبھی نہ ہارو، عاجزی اور انکساری اختیار کرو، قناعت اختیار کرو اور ہر حال میں شکر گزار رہو، مصیبت جھیلنے کی عادت ڈالو، اپنی عصمت اور پاکدامنی کی حفاظت اپنی جان کی برابر کرو۔ دل کو اتنا قابو میں رکھو کہ غم و غصے کا اس پر اثر نہ ہو۔ نجات سے مایوس نہ ہو بلکہ یقین رکھو کہ جب تم اپنے آپ کو سدھا لوگے تو آپ سے آپ نجات مل جائے گی۔ ساری دنیا سے محبت کرو۔

کام کی باتیں

(۱) سفید کپڑے پر ٹنکچر آیوڈین کا داغ پڑ جائے تو اس جگہ کو فوراً میتھیلیٹڈ اسپرٹ میں بھگو دو اس کے بعد گرم پانی اور صابن میں دھو ڈالو۔ تازہ کٹا ہوا لیموں ملنے سے بھی داغ دور ہو جائے گا۔

(۲) بھڑ کے کاٹے پر پیاز کاٹ کر ملنے سے درد اور سوجن دونوں کم ہو جاتے ہیں۔

(۳) اگر نزلے سے پہلے گلے میں خراش ہونے لگے تو آدھا لیموں چوسنے سے خراش رک جائے گی اور نزلہ نہ ہوگا۔

(۴) تکیوں کے غلافوں میں اگر پروں کے ساتھ مشک کافور کی ایک ٹکیہ بھی پیس کر ڈال دی جائے تو اس کے دو فائدے ہوں گے۔ ایک تو تکیہ سر کو بہت ٹھنڈک پہنچائے گا۔ دوسرے پر دیر تک خراب نہیں ہوں گے۔

(۵) آٹے کی لئی میں اگر تھوڑی سی پھٹکری پیس کر ملا دی جائے تو یہ دیر تک خراب نہ ہوگی اور اس کے چپکنے کی طاقت بھی دوگنی سے زیادہ ہو جائے گی۔

(۶) ٹماٹروں کا چھلکا اتارنے کا طریقہ یہ ہے کہ انھیں چند منٹ کے لئے ابلتے ہوئے پانی میں رکھ دیا جائے۔

صنعت و تجارت کی خبریں

کاغذ ہاتھ کے بنے ہوئے کاغذ کی صنعت میں پہلے ہزار ہا بنگالی خاندان لگے ہوئے تھے۔ اب حکومت بنگال کو از سر نو اس صنعت کو ترقی دینے کا خیال ہوا ہے۔

لکھنے پڑھنے کی اشیاء بنانے کے صرف ۶ کارخانے ہیں۔ ان میں کاربن پیپر، ٹائپ رائٹر کا فیتہ، فاؤنٹین پین (قلم)، ہولڈر، پنسل، گوند، اور مختلف روشنائیاں تیار ہوتی ہیں ۱۹۳۵-۳۶ء میں ۷۶۱۰۱۳۶ روپیہ ۱۹۳۶-۳۷ء میں ۷۵۱۷۳۱۷ روپیہ اور ۱۹۳۷-۳۸ء میں ۱۰۲۴۰۳ روپیہ کا اسی قسم کا غیر ملکی سامان ہندوستان میں آیا۔ ان رقوم میں ۵۵ لاکھ درجن پنسلیں جن کی قیمت ۱۰،۵۰۰۰ روپیہ بھی شامل ہیں۔

چٹائیاں بنانے میں بنگال کے دس ہزار خاندان لگے ہوئے ہیں اور وہ سال بھر میں تقریباً ۳۰ لاکھ روپیہ اس ذریعہ سے پیدا کرتے ہیں۔ اب سنگاپور اور جاپان کی چٹائیاں جو قیمت میں سستی ہیں اس صنعت کے لئے وبال جان ہیں۔

برقی پنکھے ہندوستان میں ہر طرح کے تیار ہونے لگے ہیں۔ ان کی قیمت کا سالانہ اندازہ ۱۰ لاکھ روپیہ ہے ۱۹۳۷-۳۸ء میں ۲۴۱۷۱۰۳۱ روپے کے بدیشی پنکھے آئے۔

چینی کے برتن بنانے کا سب سے پہلا کارخانہ بھاول پور میں قایم ہوا تھا۔ اب ہندوستان میں متعدد کارخانے ہیں۔ لیکن پھر بھی ۱۹۳۷-۳۸ء میں ۵۶۵۳۰۵۱۸۴ روپئے کے برتن ممالک غیر سے آئے۔

برش ۱۹۳۷-۳۸ء میں ۱۵۱۸۴۵۲ روپئے کے ممالک غیر سے آئے۔ یہ برش صرف حجامت بنانے کے برش تھے۔

فولاد اور لوہے کا ایک عظیم الشان کارخانہ عنقریب کان پور میں قایم ہونے والا ہے۔



مالکان باغات انبہ کو یہ سوال ہمیشہ سال بسال درپیش آتا رہتا ہے، لیکن اس سوال کا آج تک حل نہیں ہوا ہے۔ چونکہ صوبہ ہذا کا دربارہ باغات محکمہ زراعت فی الحال بہت دلچسپی لے رہا ہے۔

لہذا امید کی جاتی ہے کہ سوال ہذا بذریعہ ان تجربات کے بہت جلد حل ہو جائے گا، لیکن صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ہر خاص و عام کے تجربات کا بھی ہونا ضروری ہے۔ اس لئے حسب ذیل چند امور ناظرین کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں تاکہ وہ بھی اپنے ذاتی تجربات سے آگاہ کریں۔

(۱) آم کے پھولنے میں سردی کا اثر یہ دیکھا گیا ہے کہ آم کی پیداوار کا وقت مختلف صوبہ جات میں مختلف ہوتا ہے۔

مثلاً مدراس میں ماہ اپریل سے اور کبھی کبھی ماہ مارچ ہی میں آم پکنا شروع ہو جاتا ہے۔

بمبئی میں زیادہ تر ماہ اپریل و مئی میں آم پک کر تیار ہو جاتا ہے۔ بنگال میں آخر ماہ مئی و شروع ماہ جون میں آم کی فصل تیار ہو جاتی ہے۔ اس صوبے میں وسط ماہ جون میں فصل انبہ پکنا شروع ہو جاتی ہے جس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جاڑے میں سردی کی زیادتی اور موسم بہار میں آفتاب کی تپش کا زمین پر اثر پڑنے کا باعث ہے۔

چونکہ صوبہ بنگال، مدراس اور بمبئی میں بمقابلہ صوبہ ممالک متحدہ کی سردی کم ہوتی ہے اس لئے موسم بہار میں جبکہ کچھ حرارت ظاہر ہوتی ہے جس کے اثر سے ان صوبجات میں زمین بہت جلد اس حرارت سے فائدہ اٹھا کر موسم سرما کے سوتے یا آرام کرتے ہوئے درختوں کو جگا دیتے ہیں اور درخت بیدار ہو کر پھولنا شروع کر دیتے ہیں - اس صوبہ میں سردی زیادہ ہونے کے باعث درختوں کو اس حالت میں آنے کے لئے کچھ عرصہ لگتا ہے اور اسی وجہ سے یہاں پر پھول کچھ دیر میں آتا ہے -

(۲) یہ دیکھا گیا ہے کہ آم کے درخت کی بالیدگی سال میں اکثر تین اوقات میں ہوا کرتی ہے - یعنی

(۲ الف) ماہ فروری و ماہ مارچ یعنی موسم بہار میں -

(ب) ماہ جولائی و ماہ اگست یعنی موسم برسات میں -

(س) ماہ اکتوبر میں -

آم کے درختوں میں پھول نئے کلے والی شاخوں میں نہیں آتے ہیں بلکہ ان شاخوں میں آتے ہیں جن میں نئے کلے نہیں نکلتے -

اس لئے مالیوں کی کوشش و توجہ اس طرف ہونی چاہیئے کہ درخت ماہ اکتوبر میں جبکہ نئی کونپل نہ نکلی ہوں اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ برسات کے آخر میں درختوں کی وسعت کے لحاظ سے چاروں طرف کی مٹی کھود کر اور جڑوں کو صاف کرکے پندرہ بیس روز تک کھلا رکھا جائے اور پھر کھاد دے کر مٹی کھود کر ہلکی سینچائی اس وقت کی جائے جب کہ درختوں کی باڑ کا موقع ختم ہو جائے -

ماہ فروری میں جب درختوں کی بہار کا وقت ہوتا ہے اس وقت اگر زمین میں زیادہ نمی موجود ہو جائے قدرتی طور سے ہو یا آب پاشی کی وجہ سے - تو درخت بجائے پھولنے کے نئے کونپل لینے شروع کر دیتے ہیں - اس لئے سردی کی سینچائی خصوصاً

اولاً، پالا وغیرہ سے محفوظ رکھنے کے لئے صرف اس حد تک ہونا چاہیئے جس حد تک کہ ضروری ہے۔

(۳) درختان انبہ کے پھولنے میں چند خصوصیات مشاہدے سے دریافت ہوئی ہیں

(۲ الف) آم کے پھولوں میں تین قسم کے پھول پائے جاتے ہیں، اول وہ جن میں نر و مادہ دونوں پائے جاتے ہیں اور اسی پھول میں ٹکوریاں لگتے یا کیڑیاں بیٹھتی ہیں۔

(ب) وہ پھول جن میں نر ہی نر پائے جاتے ہیں۔

(س) وہ پھول کہ جن کا شمار نہ نر میں نہ مادہ میں ہے۔ ان ہر دو اقسام کے پھول میں ٹکورے کبھی نہیں لگتے ہیں۔ اقسام کے آموں میں (۲) قسم کے پھولوں کی تعداد زیادہ ہو۔ اس میں بہ نسبت (ب و س) کے پھل آنے کی زیادہ گنجایش ہوتی ہے۔

چند اقسام آموں کے درختوں میں پھول ایک ہی مرتبہ میں آجاتے ہیں اور کچھ اقسام میں دو تین دفعہ کرکے پھول آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ موسم بہار میں جب کہ درختوں میں پھول آتے ہیں اس وقت اگر برسات ہو خواہ بادل گھرے ہوئے ہوں تو ٹکوروں کے لگنے میں زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ قسمیں جن میں کہ دو تین مرتبہ کرکے پھول آتے ہیں اس میں پھل آنے میں زیادہ امید پائی جاتی ہے کیونکہ موسمی آب و ہوا کا اثر ان مہینوں میں زیادہ دن تک قایم نہیں رہتا۔

اس لئے جو قلم کا کام کرتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ ان سب باتوں پر غور فرمائیں اور ایسے اقسام کے آم جن کے درختوں سے قلمیں حاصل کی جائیں جو کہ مذکورہ خصوصیات سے پُر ہوں۔

(۳) پھولوں میں لگے ہوئے ٹکورے یعنی تقریباً نصف کے قریب ضائع ہو جاتے ہیں اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ پھول کھلنے کے پہلے ہی روز تقریباً ۰۷ فی صدی سویرے ۹ بجے سے ۳ بجے کے اندر گر کر پر ہو جاتے ہیں۔

اور پھولوں میں گربھ کی طاقت کھلنے سے صرف زیادہ سے زیادہ تین یوم تک قایم رہتی ہے بذریعہ ہوا اور ان مفید کیڑوں جیسے شہد کی مکھیاں وغیرہ جو کہ پھلوں میں بغرض شہد حاصل کرنے جایا کرتی ہیں ان ہی کے ذریعہ پھولوں میں گربھ قایم ہوتا ہے۔

اس لئے دیگر ممالک میں شہد کی مکھیوں کو خاص طور سے پالتے ہیں جس سے انھیں شہد بھی ملتا رہتا ہے اور پھولوں کے گربھیلے ہونے میں بھی کافی امداد ملتی رہتی ہے۔

اس سے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر آم کے باغات کے ساتھ ہی ساتھ شہد کی مکھیوں کی بھی داشت کی جائے تو بہت مفید ثابت ہوگا۔

ہمارا دیس

دیس ہمارا پیارا پیارا دیس ہمارا پیارا ہے
سارى دنیا سے اچھا ہے سب دیسوں سے نیارا ہے

دھوم ہے کل سنسار میں اس کی سونے کی یہ چڑیا ہے
سونا، چاندی، لوہا، تانبا اس میں پیدا ہوتا ہے

دریاؤں کا جال بچھا کر قدرت نے احسان کیا
پھولوں کو رنگینی دے کر زینت کا سامان کیا

دیس ہمارا دیتا ہے وہ میٹھے میٹھے پھل ہم کو
کھینچتی ہے جن کی شیرینی اپنی جانب عالم کو

ہم ہیں ہندی اور ہم سب کی بھارت ماتا ہیں
ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سارے بھائی بھائی ہیں

طالب فارسی لکھنوی

ایک زمیندار لڑکی

از جناب نورالہدیٰ صاحب حیدرآباد

شام ہوگئی تھی، رات کی تاریکی پہاڑوں اور وادیوں پر چھائی ہوئی تھی، اونچے اونچے درخت مثل دیووں کے کھڑے ہوئے تھے۔ پرندے اپنے آشیانوں میں دڑک مارے پر سمیٹے بیٹھے ہوئے تھے اور بچوں کو اپنے پنکھوں میں چھپائے ہوئے تھے، ندی بھی آہستہ آہستہ خاموش بہہ رہی تھی، جنگل ایک خوفناک اور بھیانک سین پیش کر رہا تھا۔

ایک بادشاہ قسمت کا مارا جنگ میں شکست کھا کر جان بچا کر جنگل میں پھر رہا تھا اور دشمنوں کے خوف سے اس کا دل کانپ رہا تھا کہ کہیں دشمن پکڑ نہ لیں، اس کی فوج تتر بتر ہوگئی تھی، وہ پریشان ہوکر سوچ رہا تھا کہ کہاں جاؤں اور کدھر رات گزاروں وہ اس قدر تھک گیا تھا کہ اس کو ایک قدم چلنا محال تھا۔ جوں ہی اس نے ایک پہاڑ کے دامن میں لیٹنے کا قصد کیا اس کو دور سے روشنی نظر آئی۔ اب اس کو امید پیدا ہوئی اور امید نے قوت دی فوراً نکلا اور تھوڑی دیر میں ایک جھونپڑی کے پاس پہنچ گیا اور پوچھا کہ "کیا میں رات بھر یہاں رہ سکتا ہوں" اس پر اندر سے ایک لڑکی نے میٹھی آواز میں کہا "اندر آئیے اور آرام کیجئے، میرے ماں باپ ابھی باہر گئے ہیں تھوڑی دیر میں آتے ہی ہوں گے وہ بھی آپ سے مل کر خوش ہوں گے" لڑکی نے پھٹا پرانا بوریا لاکر بچھا دیا، منہ ہاتھ دھونے کے لئے

پانی دیا اور جو کچھ کھانے کے لئے تھا اس کے سامنے رکھ دیا۔ بادشاہ لڑکی کی ہمدردی اور اس کے اعلیٰ اخلاق سے بے حد متاثر ہوا۔ اتنے میں لڑکی کے ماں باپ بھی آگئے اور وہ بھی اس اجنبی سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ اور اس کا حال دریافت کیا کہ "آپ کا کیا نام ہے اور کیونکر آنا اس طرف آنا ہوا" اس پر بادشاہ نے اپنا اصلی نام چھپا کر کہا کہ "میں ایک مسافر ہوں، راستے میں چوروں نے مجھے لوٹ لیا اور میں ان کے ہاتھوں پریشان ہو کر جان بچا کر یہاں آیا" اس مسافر کی داستان سن کر ان نیک کسانوں کے دل پر بے حد اثر ہوا اور انھوں نے از راہ ہمدردی کہا کہ "آپ جب تک چاہیں یہاں رہ سکتے ہیں، یہاں آپ کو کسی طرح کا کھٹکا اور ڈر نہیں اور جب تک ہم میں جان باقی ہے آپ کو ہرگز کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا"

بادشاہ اب اس جھونپڑے میں رہنے لگا۔ وہ ان کے ساتھ کام بھی کیا کرتا تھا باوجودیکہ میزبان منع کرتے رہے کہ تم مہمان ہو تم کو کام نہ کرنا چاہئے لیکن اس کی ملنسار طبیعت سے ہر شخص محبت کرنے لگا اور اس کی ہر دلعزیزی دن بدن بڑھنے لگی سب سے بڑھ کر لڑکی کو اس کے ساتھ بہت ہمدردی تھی۔ وہ ماں باپ سے زیادہ اس کی خدمت کرتی، اس کے سامنے سب سے پہلے کھانا لاکر رکھتی۔ بادشاہ کو ہر طرح اس جھونپڑے میں آرام ملا۔ جب کبھی بادشاہ کو اپنی کھوئی ہوئی حکومت، دولت اور شان و شوکت کا خیال آجاتا تو پہروں غمگین بیٹھتا اس کو غمگین پاکر لڑکی ہر طرح اس کا دل بہلاتی اور اپنی سریلی آواز سے گا گا کر اس کا غم غلط کرتی تھی۔

بادشاہ کو یہاں رہتے ایک عرصہ ہوگیا۔ ایک دن ایک راہ گیر سے ملاقات ہوئی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کی فوج نے پھر ایک جگہ جمع ہو کر دشمن کو پس پا کر دیا اور وہ اپنے بادشاہ کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہے۔

بادشاہ اپنے کسان میزبانوں سے رخصت ہونے لگا۔ ان کو اس کی جدائی کا بہت افسوس ہوا بادشاہ یہ وعدہ کرکے چلا گیا کہ وہ پھر تھوڑے دنوں بعد ملے گا۔

دو ماہ گزرے لیکن اس اجنبی کا پتہ نہ لگا کہ کون تھا اور کیونکر آیا تھا۔ ایک دن لڑکی اپنے مکان کے دروازے پر کھڑی تھی، موسلا دھار بارش ہو رہی تھی اور گنگا میں طغیانی آ رہی تھی۔ ہزاروں کھیت اور کسانوں کے مکان بہہ رہے تھے۔ غریب بچے اور عورتیں اس طغیانی سے جان بچا کر بھاگ رہے۔ آخر کار ہزاروں معصوم بچے، مرد اور عورتیں اس سیلاب کی نظر ہو گئے اس خوفناک سین کا لڑکی کے دل پر بہت اثر ہوا اور وہ ان ہی خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اس نے گھوڑوں کی ٹاپ کی آواز سنی اور چونک پڑی دیکھا کہ چند سوار زرہ بکتر پہنے سرپٹ جھونپڑی کی طرف آ رہے ہیں۔ بے چاری لڑکی خوف سے کانپتی ہوئی اندر گئی اور اپنے ماں باپ سے حال بیان کیا۔ اتنے میں ایک شخص گھوڑے سے اترا جس کے سر پر ہیرے اور جواہرات کا مرصع تاج تھا لڑکی نے تھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ "اے جہاں پناہ! ہم لوگوں نے کوئی قصور نہیں" اس پر بادشاہ نے کہا کہ "تم نے مجھے نہیں پہچانا، میں وہی اجنبی ہوں جو تمہارے پاس آکر ٹھہرا ہوا تھا، میں اس ملک کا بادشاہ ہوں اب تم لوگوں کی جو خواہش ہو بیان کرو پوری کی جائے گی" لڑکی یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور کہا کہ "میری یہ خواہش ہے کہ اس گنگا ندی کا پشتہ بنا دیا جائے جو ہر سال بے چارے غریب کسانوں کے کھیتوں اور ان کے بچوں کو بہا کرلے جاتی ہے اور ہزاروں جانیں برباد اور تباہ ہو جاتی ہیں" اس بے غرض خواہش کا بادشاہ کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ وہ ششدر رہ گیا اور لڑکی کی سچی محبت اور وطن پرستی کی داد دینے لگا۔ اسی وقت اس نے پشتہ بنانے کا حکم دے دیا اور اس لڑکی اور اس کے ماں باپ کو بہت سا روپیہ اور سونا دیا۔ اس لڑکی کو اس روپئے سے اتنی خوشی نہ ہوئی جتنی اس سے ہوئی کہ گنگا ندی کا پشتہ بن گیا۔

دلچسپ خبریں

لکھنؤ۔ یوپی کی مجلس قانون ساز میں ایک تجویز پاس ہوئی ہے جس کی رو سے موجودہ تاریخ کی کتابوں سے وہ حصے نکال دے جائیں گے جنھیں پڑھ کر ہندو اور مسلمانوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے۔

مدراس۔ ڈاکٹر پٹابی سیتارامیہ نے تجویز پیش کی ہے کہ کانگرس کی اندرونی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے کانگرس کی ممبری کے لئے خواندہ ہونے کی شرط لگا دی جائے۔

پٹنہ۔ انڈین نیشنل کانگرس کا ۵۳واں سالانہ اجلاس رام گڑھ میں منعقد ہوگا۔ اس اجلاس کے کئی تین لاکھ روپئے کے اخراجات کا اندازہ لگایا گیا ہے۔

سندھ (کراچی) کنگ جارج میموریل فنڈ کا ½ لاکھ روپیہ سندھ میں زراعتی کالج قایم کرنے میں صرف کیا جائے گا۔ اس کالج کے دوسرے اخراجات سندھ ... حکومت دے گی۔

لکھنؤ۔ شیعہ سنیوں کے جھگڑے کا اب ... کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ کیونکہ صلح کی جتنی تد... نکالی گئیں اس سے کوئی پارٹی مطمئن نہیں ...

صوبہ بہار میں پھلواری کے مقام سائیکل سازی کا ایک کارخانہ قایم کرنے فیصلہ ہوا ہے۔ ضروری سامان جس کی قیم... اندازاً پانچ لاکھ روپیہ ہوگی آرڈر دے گیا ہے۔

بمبئی سے اطلاع ملی ہے کہ ۱۱... بندرگاہ بمبئی سے انگریزی فوج کے ۹۰۰ مصر بھیجے گئے ہیں۔